اسلامی حکایات

تحقیق و تالیف

صاحبزادہ سید محمد الیاس کاظمی ایم۔اے

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630
مکتبہ صراط مستقیم سرکلر روڈ نزد فوارہ چوک گجرات (پاکستان)
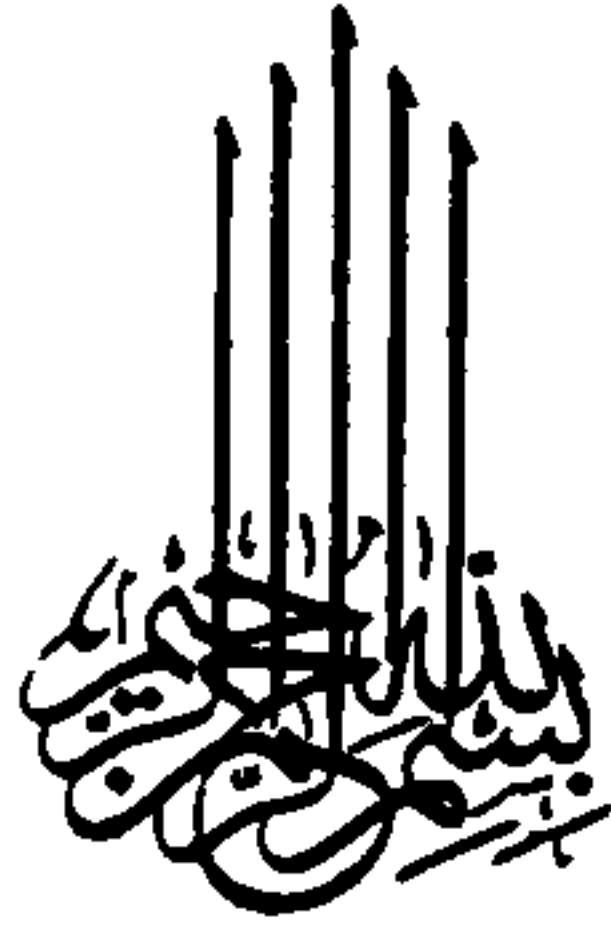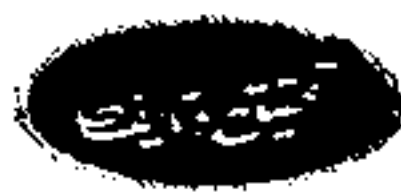
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی حکایات

تحقیق و ترتیب

صاحبزادہ سید محمد الیاس کاظمی ایم۔اے

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

نام کتاب : اسلامی حکایات

مصنف : صاحبزادہ سید محمد ایاز کاظمی ایم۔اے

لیگل ایڈوائزر : سید محمد طیب ایڈووکیٹ
سپریم کورٹ آف پاکستان اسلام آباد

پروف ریڈنگ : صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ (آستانہ عالیہ شاہ ولایت گجرات)

قیمت : 280 روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ قادریہ، مسلم کتابوی
والضحی پبلیکیشنز، کرمانوالہ بک شاپ، چشتی کتب خانہ، دارالعلم پبلیکیشنز
ہجویری بک شاپ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، نشان منزل دارلنور
صراط مستقیم پبلی کیشنز (دربار مارکیٹ لاہور)، مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر لاہور
نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر لاہور، مکتبہ قادریہ، مکتبہ الفرقان
مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، مکتبہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ نبی پورہ شیخوپورہ،
مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم، رضا بک شاپ گجرات، مکتبہ رضائے مصطفےٰ
فیضان مدینہ کھاریاں، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر، اہلسنہ پبلی کیشنز دینہ
مکتبہ ضیاء السنہ، فیضان سنت، مہریہ کاظمیہ ملتان، احمد بک کارپوریشن
اسلامک بک کارپوریشن، مکتبہ غوثیہ عطاریہ، مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی
مکتبہ اویسیہ رضویہ، مکتبہ متنویہ بہاولپور، یونیک پرنٹرز جلالپور جٹاں ضلع گجرات
صاحبزادہ حافظ سید محمد یٰسین کاظمی مکتبہ سادات کڑیانوالہ تحصیل و ضلع گجرات 0333-8442842
صاحبزادہ الحاج حافظ سید محمد حیدر ترمذی الجامعہ الازہر 16/18 فرانس سٹریٹ بیلی ٹیکس (یو۔کے) 540 380 1422 44+

اسلامی حکایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَ مْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

(هود 119)

اور تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی (طے پا چکی ہے) کہ بے شک جنوں اور آدمیوں کو ملا کر جہنم ضرور بھر دونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

(السجدہ 13)

اور اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر جان کو اس کی ہدایت فرما دیتے مگر میری بات قرار پا چکی ہے (جو میں نے کہی تھی) کہ انسانوں اور جنوں سے جہنم کو ضرور بھر دونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جبریل وابلیس

جبریل — ہمدمِ دیرینہ کیسا ہے جہانِ رنگ وبو

ابلیس — سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو

جبریل — ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو — کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو

ابلیس — آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے — کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو

اب وہاں میرا گذر ممکن نہیں ممکن نہیں — کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ وکو

گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے — قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو

جبریل — کھو دیئے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند — چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو

ابلیس — دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر وشر — کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے میں کہ تُو

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح — تو فقط اللہ ھُو ، اللہ ھُو ، اللہ ھُو

خانہ کعبہ

حرم میں اذانِ سحر اَللہ اَللہ — کہ ہیں وجد میں بحر وبَر اَللہ اَللہ

مقامِ ابراہیم پر ادا کیں نمازیں — یہ ہر سجدہ معراجِ سر اَللہ اَللہ

دھڑکتے ہوئے دل کالے کے سہارا — مناجات با چشمِ تر اَللہ اَللہ

تجلی سے دھوئے ہوئے سنگریزے — یہاں کے نجوم و قمر اَللہ اَللہ

یہ میزابِ رحمت یہ رکنِ یمانی — مقاماتِ اہلِ خبر اَللہ اَللہ

وہ کعبہ جسے دیکھ لینا عبادت — مسلسل ہے پیشِ نظر اَللہ اَللہ

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

وَاَصْحَابِہٖ مَعْدَنِ الْمَعَارِفِ وَالْحَقَائِقِ ط قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ تَنْزِیْلِہٖ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا ط وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○

(حٰم السجدہ 46)

جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لیے اچھا کریگا اور جو بدی کریگا اُس کا وبال اُسی پر ہوگا اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

انداز بیاں گرچہ شوخ نہیں
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

تاریخ اسلام کے چہرے پر سب سے پہلے جس شخصیت کا نام نمایاں ہے وہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اُنہوں نے اپنی حیات طیبہ میں دونوں پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ خلافت وسلطنت میں عظیم راہیں واضح کیں۔ اپنے اخلاق اور باطن کے ذریعے تبلیغ عام فرمائی اور سلسلہ نقشبندیہ کے امام ٹھہرے۔ علاوہ ازیں سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے بزرگان دین نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ خصوصاً سلسلہ قادریہ کے بزرگان نے شریعت کی پابندی پر زور دیتے ہوئے پیغام الٰہی کی دعوت دی اور عوام وخاص میں تعلیمات اسلامیہ کی روح کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ اس لئے محبوب سبحانی، شہباز لامکانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سلسلہ قادریہ کے امام ہوئے۔ اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے موسس حضرت خواجہ معین الدین اور سلسلہ سہروردیہ کے بانی خواجہ شہاب الدین ٹھہرے۔

سلسلہ قادریہ کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر اعظم اور جہانگیر جیسے منہ زور بادشاہوں سے دین کی عظمت منوانے کیلئے براہِ راست ٹکر لی اور اپنے کردار و عمل سے دین کی عظمت و سربلندی کیلئے اپنی زندگی وقف کردی۔ جن اولیائے کرام نے برصغیر میں اپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کی۔ ان میں حضرت داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین چشتی، قطب الدین بختیار کاکی اور بابا فرید گنج شکر کے نام سرفہرست ہیں۔ بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھیل کود کیلئے پیدا نہیں فرمایا بلکہ ایک عظیم الشان اور غور وفکر والا کام اس کے سپرد کیا ہے۔ اگرچہ اس کا بدن خاکی و سفلی ہے۔ لیکن اسکی روح کی حقیقت علوی ربانی ہے جب اسکو مجاہدہ کی کٹھالی میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام آلائشوں سے پاک ہو کر درگاہ ربانی کے قریب ہو جاتا ہے۔ اگر انسان اپنی قوتِ شہوت اور قوتِ غضبی پر قابو پالے تو اسکا مرتبہ فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اور اعلیٰ علیین تک پہنچ جاتا ہے اور اگر وہ شہوت و غضب سے مغلوب ہو جائے تو اسکا مقام حیوانوں سے بھی بدتر ہوتا ہے اور وہ اسفل السافلین کے مقام تک گر جاتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے: انسان کو چاہیے کہ چار چیزوں کا فہم و ادراک حاصل کرے۔

ان چار چیزوں کا پہچاننا اسلام کی معرفت ہے۔

1) انسان اپنی ذات کو پہچانے۔ 2) اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانے۔

3) دنیا کی حقیقت کو پہچانے۔ 4) اور آخرت کی حقیقت کو پہچانے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا جس میں تین چیزیں پائی جائیں سمجھو کہ وہ اللہ کا دوست ہے۔

1) سورج کی سی شفقت۔ کہ وہ اپنے پرائے، اچھے بُرے کی تخصیص کے بغیر سب کو روشنی اور گرمی پہنچاتا ہے۔

2) دریا کی سی سخاوت۔ کہ اس کے کنارے سب کیلئے کھلے رہتے ہیں۔

3) زمین کی سی تواضع۔ کہ اس سے سب پرورش پاتے ہیں اور پیروں میں بچھی رہتی ہے۔

صوفی اور تصوف: بعض کے نزدیک لفظ صوفی صفا سے بنا ہے چونکہ یہ لوگ ظاہری و باطنی طہارت کا اہتمام کرتے تھے اس لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے بعض علماء کا خیال ہے اس فن سے وابستہ لوگوں کو اصحاب صفہ کی نسبت سے صوفی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگ دنیا سے بے رغبت ہو کر ذکر الٰہی اور اتباع سنت میں سرگرم رہتے تھے اور درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دنیا کی لذتوں اور آسائشوں سے بالکل بے نیاز تھے وہ صرف رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں رہتے تھے۔ پس صوفی وہ ہے جس کا قلب صفا (صفائی) سے لبریز اور گندگی سے خالی ہو۔

تصوف کا مفہوم: اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا۔ یعنی لذاتِ دنیا اور زیب و زینت سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک تصوف اخلاقیات کا نام ہے اور بعض کے نزدیک عبادت گذاری کا نام تصوف ہے۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ تجھے زندہ کرے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان فطری طور پر قصص و حکایات میں دلچسپی رکھتا ہے ایک بات جو وعظ و نصیحت کے انداز میں کہی جائے عام مسلمان اس کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ لیکن وہی بات اگر کہانی کے انداز میں بیان کی جائے تو ہر شخص اسے قبول کر لیتا ہے۔ سبق آموز حکایات پڑھنے سے انسان جذبات کے تلاطم میں بہہ کر بے خود ہو جاتا ہے اور ناقابل فراموش حکایات تو رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔ ان میں بیان کیے گئے حقیقی اور سچے واقعات بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔

انبیائے کرام، اولیائے عظام کی حکایات سبق آموز اور ناقابل فراموش واقعات ملت اسلامیہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے عبرت حاصل کرنے اور سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انکی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صاحبزادہ حافظ سید محمد یٰسین کاظمی
آستانہ عالیہ قادریہ کڑیانوالہ تحصیل و ضلع گجرات
gufrankazami@gmail.com, Cell:0333-8442842

☆☆☆☆☆

تقریظ جلیل

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔
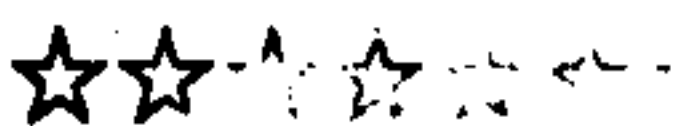
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قرآن مجید آخری صحیفہ آسمانی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ آخری پیغمبر ہیں اس میں اوامر (نیک کام کا حکم دینا) اور منہیات (برے کام سے روکنا) کا ذکر ہی نہیں بلکہ لوگوں کی رہنمائی کیلئے بہت سے قصص یعنی واقعات بھی بیان فرمائے گئے ہیں بلکہ ایک سورۃ کا نام ہی قصص رکھا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ۔ (یوسف ۳)

ہم آپ کو بہترین واقعہ سناتے ہیں اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ط (یوسف ۱۱۱)

بے شک ان واقعات میں سمجھداروں کیلئے عبرت ہے۔

قرآن مجید کی بے شمار آیات ہیں جو مسلمانوں کو زہد و تقویٰ کی تلقین کرتی ہیں اور دنیا کے بے ثباتی کا نقش لوحِ قلب پر ثبت کرتی ہیں اس میں شک نہیں کہ جو شخص اپنی زندگی دین کی سربلندی کے لئے وقف کرنا چاہتا ہو اس کیلئے لازمی ہے کہ پہلے وہ اپنے دل کا تزکیہ کرے اور تربیتِ نفس کے مشکل مراحل کو کامیابی سے طے کرے۔ صوفیائے کرام جب دنیا کی لذات اور آرام و سکون کو ترک کرتے ہیں تو یہ ان کا مقصدِ حیات نہیں ہوتا بلکہ ایک محدود وقت کے لیے تزکیہ قلب اور تربیتِ نفس کے لیے ریاضات اور مجاہدات کو اختیار کرتے ہیں اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر مصائب و آلام کی پرواہ نہیں کرتے۔

زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی اس میں تعمیرِ شخصیت اور تربیتِ سیرتِ انسانی سب سے کٹھن اور اہم کام

ہے۔ اس مشکل کام کو ہمارے صوفیائے کرام نے حُسن وخوبی، خلوصِ نیت اور شیفتگی سے انجام دیا تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ ان صالحین اور بزرگانِ دین کی خدمات، مجاہدات اور تعلیمی و تربیتی کاوشوں سے واقفیت آج بھی تعمیرِ شخصیت اور تربیتِ سیرت میں ہماری بھرپور مدد کرسکتی ہے۔

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے احوال وآثار پر مشتمل سید الیاس شاہ کاظمی صاحب کے تحریری سرمایہ کو ایک نظر دیکھ کر ہم یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ وہ بجا طور پر اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ عصرِ حاضر میں مسلمان اپنے علمی کردار سے یکسر محروم ہوکر اپنے شاندار ماضی سے کٹ چکا ہے۔ اس لئے آج کے بے چینی اور مایوسی کے اس دور میں اولیائے کرام کی تعلیمات کو عام کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا ہے۔

تاریخ شاید ہے کہ جو قوم اپنے اکابرین اور اسلاف کے کارناموں کو بھول جاتی ہے وہ زوال اور انحطاط کا شکار ہوجاتی ہے۔ شاہ صاحب کے اسلوب تحریر کا کمال یہ ہے کہ اُنہوں نے انبیائے کرام، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے حالات کو تاریخی نقطہ نظر سے پیش کیا ہے۔ اس عظیم کاوش پر آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم شاہ صاحب کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر حافظ مولانا عبدالرزاق
پرنسپل گورنمنٹ کالج کڑیانوالہ
تحصیل وضلع گجرات

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گناہ کبیرہ

حضرت ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ سترہ ہیں۔

چار کا تعلق دل سے ہے:

1) شرک کرنا
2) گناہ پر اصرار کرنا
3) مایوس ہونا
4) اللہ سے بے خوف ہونا

چار کا تعلق زبان سے ہے:

1) تہمت لگانا
2) جھوٹی گواہی دینا
3) جادو کرنا
4) جھوٹی قسم کھانا

تین کا تعلق پیٹ سے ہے:

1) یتیم کا مال کھانا
2) سود یا حرام مال کھانا
3) نشہ آور چیز پینا

دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے:

1) زنا
2) لواطت

ایک کا تعلق پاؤں سے ہے: 1) جہاد سے فرار ہونا

ایک کا تعلق پورے جسم سے ہے: 1) والدین کی نافرمانی کرنا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تکبر

حضرت احنفؒ فرماتے ہیں۔ اس آدمی پر تعجب ہے جو تکبر کرتا ہے حالانکہ وہ دو مرتبہ پیشاب گاہ سے نکلا ہے ایک دفعہ مرد کی اور دوسری دفعہ عورت کی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقریظ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

عالم خیال سے روح و جسم تک تحقیق و تخلیق کا سفر مکمل ہوا تو حضرت انسان کے اندر تذبذب و تشکیک دور کرنے اور تسکین و یقین کی راہوں پر ڈالنے کا عمل انبیاء کرام کو سونپا گیا تا کہ تعلیم اور کتاب و حکمت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کے مراحل بھی پورے کیے جا سکیں۔ انبیاء و مرسلین کے بعد یہ فریضہ اولیاء کرام اور علماء کے ذمہ لگایا گیا۔

اولیاء کرام کو اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ (یونس 62) کی دستار عطا ہوئی۔ جبکہ علماء کرام کو اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر 28) کا کردار سونپا گیا

پیر سید محمد الیاس شاہ خانوادہ سادات کے ایسے گھرانے کے چشم و چراغ ہیں کہ جس نے پیر سید مہتاب علی شاہ، پیر سیدن علی شاہ اور پیر سید محمد شاہ کاظمی جیسے جلیل القدر اولیاء و علما پیدا کئے۔

آپ نے اپنے اسلاف کے مشن کو نہ صرف جاری و ساری رکھا۔ بلکہ شب و روز توحید کا درس دینے کے ساتھ ساتھ عشق رسالت کی چنگاریوں کو شعلہ جوالا بنانے میں بھی مصروف عمل ہیں۔ شمع رسالت کے پروانوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ انکے قلوب و اذہان کو روحانی وجد و سرور سے مزین کر کے شریعت کی راہوں سے گزار کر طریقت کی منزلوں کی طرف گامزن کرنا آپ کا خاصہ ہے۔ جسکا واضح ثبوت آپ کی سابقہ تصنیفات "فلسفہ عبادت"، "کمالات درود" اور ذکر الٰہی وغیرہ ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب ذوالمنن آپ کے کردار و عمل اور فہم و دانش کے بکھرے ہوئے سمندر سے پیاسے دلوں کو تا قیامت فیض یاب کرے۔ آمین

پیر سید محمد طاہر شاہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ
کلر سیداں روڈ، روات، ضلع راولپنڈی

(باب اوّل)

﴿انبیائے کرام کی حکایات﴾

(1) حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گذر کسی ایسے میدان میں ہوا جس میں چیونٹیاں رہتی تھیں آپ نے سنا کہ ایک چیونٹی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہی ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت سلیمان کا لشکر آرہا ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں کچل ڈالے۔ حضرت نے جا کر اُس چیونٹی کو سلام کیا اس نے جواب دیا۔

چیونٹی: اے فنا ہو جانے والے اور اپنے ملک میں مشغول رہنے والے آپ پر بھی سلام ہو۔ اس کے بعد چیونٹی نے کہا آپ ایک بادشاہ ہیں اور میں ایک نحیف الجثہ اور بے حقیقت جاندار ہوں میرا اور آپ کا کیا مقابلہ۔ آپ کی اطلاع کیلئے عرض کرتی ہوں کہ میرے پاس چالیس ہزار سپہ سالار ہیں اور ہر افسر کے ماتحت چالیس صفیں اور ہر صف اتنی لمبی ہے جتنا فاصلہ مشرق و مغرب میں ہے۔

حضرت سلیمان: اچھا یہ بتاؤ تم سیاہ پوش کیوں رہتی ہو۔

چیونٹی: دنیا مصیبت کا گھر ہے اور مصیبت والا سیاہ پوش رہتا ہے۔

حضرت سلیمان: تمہاری کمر میں سیاہ لکیر کیوں ہے۔

چیونٹی: کمر باندھنے کا پٹکا ہے۔

حضرت سلیمان: تم دنیا بھر کی مخلوق سے دور کیوں رہتی ہو۔

چیونٹی: تمام مخلوقات غفلت کی نیند میں ہیں اور ہم سب کا غافلوں سے دور رہنا بہتر ہے۔

حضرت سلیمان: تم کھاتی کیا ہو۔

چیونٹی: ایک یا دو دانے۔

حضرت سلیمان: تم اتنا کم کیوں کھاتی ہو۔

چیونٹی: دنیا میں ہم مسافر ہیں اور مسافر کا بوجھ جتنا ہلکا ہوتا ہے، سفر میں اتنی ہی آسانی ہوتی ہے

حضرت سلیمان: اگر تمہیں کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ۔

چیونٹی: آپ عاجز ہیں اور عاجز سے کچھ مانگنا ٹھیک نہیں۔

حضرت سلیمان: نہیں تم اپنی کوئی حاجت مجھ سے طلب کرو۔

چیونٹی: بہت اچھا۔ آپ میری روزی یا عمر زیادہ کر دیجئے۔

حضرت سلیمان: یہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے اس کا اختیار مجھ کو نہیں۔

چیونٹی: جب یہ بات ہے تو پھر میں اپنی حاجت اللہ سے کیوں طلب نہ کروں۔

حضرت سلیمان: آپ کا نام کیا ہے۔

چیونٹی: مجھے "منذرہ" کہتے ہیں۔ ("منذرہ" کا معنی، ڈرانیوالی عورت کے ہیں)
اور میرا نام اس لیے پڑا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو مکار دنیا سے ڈراتی رہتی ہوں۔
اس کے بعد چیونٹی نے کہا میں بھی کچھ عرض کر سکتی ہوں فرمایا کہو۔

چیونٹی: اس سلطنت میں جو چیزیں اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے زیادہ آپ کو کس پر فخر ہے۔

حضرت سلیمان: سب سے زیادہ قابل فخر میری انگوٹھی ہے۔ جو جنت کا ایک تحفہ ہے۔

چیونٹی: آپ کچھ سمجھے بھی کہ اللہ نے آپ کو یہ انگوٹھی کیوں عطا فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں جو کچھ آپ کی ملکیت ہے وہ اس انگوٹھی کے نگینے کے بقدر ہے۔ پھر چیونٹی نے سوال کیا انگوٹھی کے بعد آپ کے پاس کوئی اور چیز بھی قابل فخر ہے۔

حضرت سلیمان: ہاں میرا تخت ہے جو ہوا پر مجھے سارے عالم کی سیر کراتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری

جگہ لے جاتا ہے۔

چیونٹی: یہ اس پر دلیل ہے کہ جو کچھ آپکے پاس ہے وہ برباد ہو جائیگا اور تخت جو آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی سے پہنچا دیتا ہے اس کے معنی یہ کہ آپ دنیا سے بہت جلد چلے جائیں گے۔

حضرت سلیمان: میں چڑیوں کی بولیاں سمجھتا ہوں۔

چیونٹی: آپ اپنی زبان میں اللہ کی مناجات کیجئے، دوسروں کی مناجات کو چھوڑ یئے۔

حضرت سلیمان: جن وانس اور وحش وطیور سب میری اطاعت کرتے ہیں۔

چیونٹی: اس اطاعت سے اللہ آپکو پیغام دے رہا ہے کہ آپ بھی اللہ کی اطاعت کریں۔

حضرت سلیمان: میں انگوٹھی کو عزیز رکھتا ہوں اور اس سے تسکین پاتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر کندہ ہے۔

چیونٹی: اللہ تعالیٰ کی ذات کو عزیز رکھیے اور اس کی ذات سے محبت کیجئے۔ محض نام کو عزیز رکھنا اور نام سے اُنس رکھنا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علیؓ کا قول

جس میں چھ عادتیں ہوں وہ جہنم سے دور ہے اور جنت کا مطلوب ہے۔

1) اللہ کو پہچان کر عبادت کی۔ 2) شیطان کو پہچان کر مخالفت کی۔

3) حق کو پہچان کر اتباع کیا۔ 4) باطل کو پہچان کر اجتناب کیا۔

5) دنیا کو پہچان کر ترک کیا۔ 6) آخرت کو پہچان کر اُس کا طلبگار رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(2) حضرت صالح اور اُن کی اُونٹنی

جب قومِ عاد کفرانِ نعمت اور حق ناشناسی کی سزا کے طور پر غضب الٰہی سے غارت ہو چکی تو اس کے ویرانوں اور کھنڈروں کو قومِ ثمود نے آباد کیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ ہبوطِ آدم یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کے بعد تقریباً تین ہزار سال بعد یہ قوم زمین پر آباد ہوئی۔ اس کے پاس کثرت سے اُونٹ، بکریاں اور مال و دولت تھا۔ اس سے وہ قوم مغرور ہو کر گمراہ ہو گئی انکی ہدایت کیلئے اللہ جل شانہ نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا. (النمل ۴۵)

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف انکی برادری سے صالح کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا مگر اُنہوں نے اپنے کفر و شرک کو نہ چھوڑا۔ آخر اُنہوں نے اس رائے پر اتفاق کیا اگر پتھر سے ایک قد آور دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے اور نکل کر بڑا سا بچہ دے تو وہ حضرت پر ایمان لائیں گے اور خالق حقیقی کی عبادت کرنے لگیں گے۔ دُعا قبول ہوئی پتھر سے ایک آواز پیدا ہوئی پتھر پھٹ گیا اس میں سے ویسی ہی اُونٹنی نکلی جیسی قوم ثمود چاہتی تھی۔ اس نے بڑے تن و توش کا بچہ دیا۔ حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر قوم کے بعض افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے مگر بُت خانے کے مجاوروں نے انہیں بہکایا یہ نبوت کا معجزہ نہیں بلکہ ساحر کا جادو ہے۔ اس لئے وہ گمراہ کے گمراہ ہی رہے البتہ انہوں نے یہ مان لیا کہ ایک دن کنویں کا پانی اونٹنی پیا کرے اور دوسرے دن قوم کے سب جانور پانی پیا کریں۔ پانی کی اس تقسیم سے بعض لوگ ناراض ہو گئے کیونکہ کنویں سے جتنا پانی دن بھر نکالا جا سکتا تھا اونٹنی سب پی جاتی تھی۔ وہ دودھ بھی اتنا دیتی کہ تمام قوم کو پورا ہو جاتا مگر اس کی صورت ایسی مہیب تھی کہ جب وہ چرنے کیلئے جنگل کو نکلتی تو سب مویشی ڈر کر شہر میں بھاگ آتے اور جب وہ چر کر شہر میں آتی تو مویشی جنگل میں بھاگ جاتے۔

امام کسائی لکھتے ہیں اونٹنی کے جسم کی درازی سو گز تھی اور اس کے پاؤں کی اُونچائی ڈیڑھ سو گز تھی یہ حال دیکھ کر مویشیوں کے مالک بہت رنجیدہ ہوئے تھے۔ آخر اُنہوں نے اسے مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا دیکھو اس اُونٹنی کی سلامتی سے تمہاری سلامتی ہے اگر تم اس کو ستاؤ گے تو تم بھی چین نہیں پاؤ گے اور اگر تم اسے قتل کرو گے تو تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔

اتفاق سے اس قوم میں ایک بڑھیا تھی جس کے پاس کثرت سے مال و دولت اور بہت سے اُونٹ اور بکریاں تھیں اس نے قوم کے دو رئیس آدمیوں کو مال کا لالچ دے کر اونٹنی کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ وہ گھات لگا کر بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو اسے تیر مار کر زخمی کر دیا اور اس کے پاؤں قلم کر ڈالے اس کا بچہ پہاڑ پر بھاگ گیا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

حضرت صالح کو جب اس کی اطلاع ملی تو بہت رنجیدہ ہوئے فرمایا اب خیریت اسی میں ہے کہ جا کر اس کے بچے کو ڈھونڈو مگر وہ نہ ملا فرمایا تین دن بعد تم سب کا خاتمہ ہو جائیگا۔ عذاب کی علامت یہ ہوگی پہلے دن تمہارے منہ زعفران کی طرح زرد ہونگے دوسرے دن اُرغوان کی طرح تیسرے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور چوتھے دن تم پر غضب الٰہی نازل ہوگا اور تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ چوتھے دن ایک ایسی ہیبت ناک آواز آئی کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت صالح تشریف لائے اور ان کی بربادی کو دیکھ کر بہت روئے فرمایا افسوس تم لوگوں نے میری نصیحت نہ سنی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نہ تھی حال کی اپنے جب تک خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑ گئی اپنے عیبوں پہ جب نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(3) حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہ السّلام

بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیک بخت اور صالح تھا۔ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہمراہ ایک لڑکی پہلے شوہر سے نہایت حسینہ جمیلہ تھی۔ جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ حُسن کی بہار دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا اس کی ماں کو پیغام دیا۔ اس نے دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبران خدا کی شریعت کے خلاف ہے وہ اس کام کی اجازت نہیں دیں گے اس لئے بادشاہ سے کہا تم اس کا حق مہر ادا نہ کرسکو گے۔ اس نے دریافت کیا ایسا کتنا مہر ہے جو کچھ کہو میں دونگا۔ عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے اگر تم یہ مہر ادا کرسکو تو لڑکی حاضر ہے ورنہ اس کا نام مت لو۔

بادشاہ نے کہا یہ بے چارے دو مسکین خدا کے دوست اور بیت المقدس کے مجاور ہیں کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیر خواہ ہیں ان کو بے گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ مانگو وہ مجھے منظور ہے اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی مہر نہیں بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں پیغمبروں کا سر کاٹ لاؤ۔ سپاہیوں نے حکم کے مطابق پہلے حضرت یحییٰ علیہ السّلام کو بیت المقدس میں قتل کیا اور حضرت زکریا یہ حال دیکھ کر جنگل کی طرف بھاگ نکلے۔ فوج نے تعاقب کیا اور انکو جا لیا حضرت زکریا نے ایک درخت سے التجاء کی کہ تو مجھے پناہ دے۔ درخت پھٹ گیا اور اس کے اندر سما گئے وہ بند ہو گیا فوج پریشان ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے۔ شیطان نے کہا کہ اس درخت کے اندر ہیں پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتائی۔ درخت چیرا گیا جب آرہ سر تک پہنچا تو حضرت نے سسکی بھری۔ حکم الٰہی نازل ہوا اگر اُف کرو گے پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔ تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی۔ اگر ہم سے التجاء کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے اور اب اس کا مزہ چکھو۔ غرض سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریا نے دم نہ مارا۔

جب دونوں پیغمبر اس طرح بے دردی سے قتل کیے گئے تو غضب الٰہی نازل ہوا دن تاریک ہو گیا اور ایک بادشاہ خونخوار فوج لے کر چڑھا اور شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا خون بند نہ ہوتا تھا۔ جب قبر میں رکھتے تھے تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی۔ بادشاہ نے قسم کھائی کہ جب تک حضرت کا خون بند نہ ہوگا میں قتل سے باز نہ رہوں گا ہزار ہا لوگ قتل کر دیئے گئے مگر خون بند نہ ہوا اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰ کی لاش پر آیا اور کہا تم پیغمبر ہو یا ظالم ایک خون کے بدلے ہزاروں آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے۔ اتنا کہنا تھا کہ ان کا خون بند ہو گیا۔ آپ کی قبر مبارک جامع دمشق میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو

1) سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے وضو سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اُس کا سارا بدن پاک ہو گیا اور جو شخص وضو سے پہلے کلمہ طیبہ پڑھے تو ہر قطرہ کے بدلے اللہ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک کلمہ پڑھتے رہیں گے اور اُس کا ثواب وضو کرنے والے شخص کو ملے گا۔

2) وضو کے بعد جو نگاہ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کر تیسرا کلمہ پڑھے اُس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب)

3) جو شخص وضو کرنے کے بعد سورۃ القدر پڑھے اُس کے چالیس سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

4) جو شخص وضو کرنے کے بعد سورۃ اخلاص پڑھے تو اُس کے لیے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے ''اے رحمٰن کی طرف تعریف کرنے والے اُٹھ اور جنت میں داخل ہو جا۔'' (نزہۃ المجالس)

5) بسم اللہ والحمد للہ
جو شخص وضو کرتے ہوئے یہ مذکورہ کلمات (بسم اللہ والحمد للہ) پڑھے جب تک وضو رہے گا کراماً کاتبین اُس کیلئے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (طبرانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(4) حضرتِ لقمان اور حضرتِ خضر

حضرت لقمان حکیم سے کسی شخص نے کچھ زر و دینار قرضِ حسنہ لیے۔ایک مدت کے بعد اس شخص نے لکھا صاحب مجھے فرصت نہیں۔ معتبر آدمی ملتا نہیں۔ صاحب زادہ کو بھیج دیں تا کہ قرض لے جائے۔ حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو تین نصیحتیں فرما کر روانہ کیا۔

۱) ایک یہ پہلی منزل میں ایک بڑھ کا درخت آتا ہے اس کے تلے نہ سونا۔

۲) دوسری منزل میں ایک بڑا شہر واقع ہوگا اس کے اندر قیام نہ کرنا، کھانا کھا کر جنگل میں جا رہنا۔

۳) تیسری یہ کہ اس مقروض کے گھر نہ ٹھہرنا اور یہ بھی فرمایا راستے میں کوئی تجربہ کار انسان ملے اور وہ ہماری نصیحت کے برعکس بھی ارشاد کرے تو اس پر عمل کرنا۔

حضرت لقمان کے بیٹے نے کچھ راستہ طے کیا تو ایک بوڑھا مسافر ملا پوچھا لڑکے کہاں جاتے ہو۔ اُس نے سب حال کہہ سنایا۔ بڑے میاں بولے مجھ کو بھی اسی شہر پہنچنا ہے اچھا ہوا میرا تیرا ساتھ ہو گیا۔ جب پہلی منزل میں وارد ہوئے تو بڑے میاں نے کہا اس درخت کے نیچے رہیں گے تا کہ شبنم سے بچیں۔ لڑکا بولا صاحب مجھے والد نے منع کیا ہے کہا بھلا کچھ اور بھی کہا تھا لڑکا بولا ہاں یہ بھی فرمایا ہے اگر کوئی اس راہ کا واقف ملے اس کی بات مان لینا۔ بوڑھے نے کہا میں اس راہ سے خوب واقف و آگاہ ہوں لہٰذا ہمارا کہنا مانو۔ غرض دونوں نے درخت کے نیچے بستر کیے اور لیٹ گئے۔ آدھی رات گئے ایک سانپ درخت سے اترا جسے بڑے میاں نے مار ڈالا اور اسے ڈھانک دیا۔ صبح ہوئی تو لڑکے کے دل میں خیال آیا کہ والد ماجد نے خواہ مخواہ منع فرمایا یہ درخت تو بڑے آرام کا مقام ہے پھر روشن ضمیر نے معلوم کیا کہ لڑکا باپ سے بدظن ہوا جاتا ہے۔ اس لئے اسے رات کا ماجرا کہہ سنایا اور ڈھال کے نیچے سے نکال کر سانپ دکھا دیا اس وقت لڑکے کی تسلی ہو گئی۔

بڑے میاں نے کہا سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو۔

داشتہ آید بکار۔۔۔ اگر چہ بود سرِ مار

رکھی ہوئی چیز کام آتی ہے اگر چہ سانپ کا سر ہی کیوں نہ ہو۔

اس نے فوراً تعمیل کی اور چل نکلے۔ دوسرے دن ایک شہر پہنچے بڑے میاں نے کہا اسی شہر میں رات کو رہیں گے۔ لڑکے نے کہا بہت اچھا میں تو آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ دونوں ایک مسافر خانے میں جا ٹھہرے۔ اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی جوان مسافر آ جاتا تو بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دیتا۔ صبح کو وہ مسافر مُردہ نکلتا۔ حسب دستور بادشاہ کو خبر پہنچی اور نوجوان مسافر کی طلبی ہوئی، نکاح ہو گیا جب لڑکا دلہن کے پاس جانے لگا تو پیر دانا نے فرمایا پہلے اس سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ میں رکھ کر اپنی بیوی کو اس کی دُھونی دیجیؤ پھر اس کے پاس جانا۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا عورت کے رحم میں ایک مرض تھا جو مرد اس سے صحبت کرتا زندہ نہ رہتا۔ دُھونی کی تاثیر سے وہ مرض دور ہو گیا اور صبح کو وہ لڑکا صحیح سلامت محل سے باہر آیا۔ بادشاہ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی کوئی تو داماد بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔

چند دن بعد روانہ ہوئے تو تیسری منزل طے کی اب بڑے میاں بولے اس متمول کے گھر ٹھہریں گے چنانچہ شب کو وہیں قیام کیا۔ میزبان کی نیت بگڑی کہ رات کو دونوں کو مار ڈالو تا کہ روپیہ بچ جائے۔ مہمانوں سے پوچھا صاحبو! اندر سوؤ گے یا باہر۔ بڑے میاں بولے گرمی ہے ہم تو باہر سوئیں گے۔ جب آدھی رات گذری تو بڑے میاں نے پسر لقمان کو جگایا اور کہا اب سردی لگتی ہے اندر چلو یہ دونوں اندر پہنچے اور میزبان کے لڑکوں کا جگا کر باہر بھیج دیا۔ جب تیسرا پہر رات کا ہوا تو مالک مکان آیا اور صحن میں (باہر) سونے والوں کو قتل کر دیا۔ صبح کو دیکھا تو اپنے لڑکوں کو مردہ پایا۔ نہایت صدمہ ہوا مگر چپ رہ گیا۔

خود کردہ را علاج نیست

اپنے کیے کا کیا علاج؟ مجبوراً مہمانوں کو رقم دیکر رخصت کیا دونوں مسافر واپس ہوئے جب اس مقام پر پہنچے جہاں بڑے میاں سے ملاقات ہوئی تھی پیر بزرگوار نے کہا لو صاحب! خدا حافظ اب ہم تو جاتے ہیں اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا لڑکے نے عرض کیا آپ کا نام کیا ہے فرمایا تمہارا باپ خوب جانتا ہے۔ باپ کی خدمت میں لڑکا پہنچا اور سفر کا سارا ماجرا کہہ سنایا پوچھا ابا جان وہ بزرگوار کون تھا والد نے کہا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(5) حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور چرواہا

حضرت امام غزالی کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایک چھت پر چھپکلی کو دیکھا اور خیال کیا کہ چھپکلی کو پیدا کرنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔ بارگاہ ایزدی میں عرض کیا اے رَبّ العلمین تو نے چھپکلی کو کیوں پیدا فرمایا۔ بارگاہ الٰہی سے جواب ملا اے موسیٰ تم سے پہلے چھپکلی مجھ سے یہی پوچھ رہی ہے تو نے موسیٰ علیہ السلام کو کیوں پیدا فرمایا ہے بس معلوم ہوا قادر مطلق کی تخلیق حکمت سے خالی نہیں ہے۔

ایک دفعہ آپ کا گذر جنگل سے ہوا دیکھا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے اور اپنی دُھن میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کررہا ہے اے میرے پیدا کرنے والے تو کہاں ہے مجھے بتاؤ تاکہ میں تمہارا نوکر بن جاؤں تیرے کپڑے دھوؤں اور تیرے سر میں کنگھی کروں اس واقعہ کو مولانا روم نے مثنوی میں نقل کیا ہے۔

☆ دید موسیٰ یک شبانِ راہ براہ — کو ہمی گفت خدا و الٰہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو دیکھا جو کہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کررہا تھا۔

☆ تو کجائی تا شوم مَن چاکرت — چارکت دوزم کُنم شانہ سَرَت

تو کہاں ہوتا ہے تاکہ میں تیرا نوکر بن جاؤں تیرے کپڑے سیئوں اور سر میں کنگھی کروں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو کس سے باتیں کررہا ہے کہنے لگا جس نے زمین وآسمان بنائے ہیں آپ نے فرمایا یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہیں بلکہ کفریہ کلمات ہیں تو مسلمان نہیں بلکہ کافر ہو چکا ہے اس نے اپنے کپڑے پھاڑے اور جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔

☆ وحی آمد سوئے موسیٰ از خُدا — بندہ ما را چرا کر دی جُدا

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی تو نے ہمارے بندہ کو ناراض کردیا ہے

☆ توبرائے وَصل کردن آمدی　　　نے برائے فَصل کردن آمدی

تجھے ہم نے بندوں سے رشتہ جوڑنے کیلئے بھیجا ہے یا توڑنے کیلئے

☆ مابروں راننگریم وقال را　　　مادروں رابنگریم و حال را

ہم ظاہر اور بات کو نہیں دیکھتے بلکہ باطن اور دل کو دیکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چرواہے کے پیچھے دوڑے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔

☆ ہیچ آدابی و ترتیبی مجو　　　ہرچہ می خواہد دلِ تنگت بگو

کسی اداب اور ترتیب کو نہ ڈھونڈو، جو تیرا غمگین دل چاہتا ہے وہ کہتا رہ

یعنی اظہارِ محبت میں کسی اُداب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے　　مومن کی یہ پہچان کی گُم اس میں ہے آفاق

(علامہ اقبال)

رُباعی

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آ گیا　　یکسر وہ استخواں شکستوں سے چُور تھا

کہنے لگا دیکھ کے چل راہِ بے خبر　　میں بھی کبھی کسی کے سر کا غُرور تھا

مُسدّس

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر　　نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

کسی کے گر آفت گذر جائے سر پر　　پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر　　خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر

(مولانا الطاف حسین حالی)

(6) حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں فرعون مصر کا حکمران انتہائی مغرور اور متکبر بادشاہ تھا۔ اس نے مدت دراز تک حکومت کی اور اسے موت نہ آئی تو اس نے اپنے آپ کو سارے زمانے کا خالق سمجھ لیا اور گمراہ ہو کر ربوبیت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس میں یہ جرأت پیدا ہوگئی کہ خدائے بزرگ برتر سے مقابلہ کرے۔ کتب سماوی کے جو علما تھے اُنہوں نے اسے بتایا تھا کہ تو قوم بنی اسرائیل سے ڈرتا رہ یہ قوم ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لائیگی اور تجھ کو تباہ و برباد کردی گی۔ اس کے دل میں خیال آیا کوئی ایسی چیز بنائے جس کا رعب اس کی رعایا کے دل میں بیٹھ جائے اور اسکی سلطنت اور حکومت کو بھی نقصان نہ پہنچے۔

اس نے اپنے وزیر "ہامان" کے مشورہ سے ایک ایسا اونچا محل بنانے کا حکم دیا جو آسمان سے باتیں کرے اس کے حکم سے "ہامان" نے اینٹیں بنوائیں، چونا تیار کرایا۔ لکڑی، پتھر، لوہا وغیرہ جمع کیا۔ روئے زمین کے کاریگر منگوائے اور تعمیر شروع کرادی۔ چالیس ہزار مزدور لگائے اور سات برس میں ایک عالی شان محل تعمیر کرادیا۔ کہا جاتا ہے وہ محل اتنا اونچا تھا کہ اس کے بعد دنیا میں اس سے زیادہ اونچا محل نہیں بن سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی یہ احتیاط دیکھی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کلیم اللہ تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تم اس کی فکر نہ کرو ہم اسے آنِ واحد میں نیست و نابود کر دیں گے۔ فرعون اور اس کے لواحقین محل کی چھت پر چڑھے اور وہاں انہوں نے آسمانی خدا پر تیر مارے اتفاق سے یہ تیر زمین پر گرے تو انکا رنگ سرخ تھا اس پر ان گمراہوں نے یہ سمجھا کہ ہم نے خدا کو مار ڈالا ہے (نعوذ باللہ) اس پر معبودِ برحق جوش میں آیا اور اس نے اپنا غضب سرکش اور غدار قوم پر نازل فرمادیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ محل مسمار ہو کر زمین پر آرہا۔ ایک حصہ اس کا فرعون کی قوم پر گرا جس سے دس لاکھ آدمی ہلاک ہوگئے اور جن لوگوں نے محل تیار کیا تھا اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ سچ ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔

عصائے موسیٰ:

ایک روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا فرعون سے کہو ساری عمر تم نے نفس کی پیروی میں گزار دی۔ اب تم ایک سال بھی ہماری مرضی پر چلو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام عمر کے گناہ معاف فرما دے گا۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو ایک مہینہ ہی سہی اگر یہ نہ ہو سکے تو ایک دن ہی اللہ کی عبادت کر لو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سانس میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کہہ ڈالو۔ ہماری تمہاری صلح ہو جائیگی اس نے اپنا تمام لشکر اکٹھا کیا اور کہا میرے سوا دوسرا رب کون ہے؟

اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى اس کا یہ اعلان سن کر زمین و آسمان کانپ اُٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فرعون کُتے کی مانند ہے اور اس کیلئے ایک لکڑی ہی کافی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا جو ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ فرعون اژدہا کو دیکھتے ہی محل کے اندر بھاگ گیا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مہلت مانگی آپ نے چالیس روز کی مہلت دے دی بعد میں پانی میں غرق ہو گیا۔

ایک فرشتہ انسانی شکل میں فرعون کی زندگی میں اُس کے پاس آیا اور اس سے پوچھا جو شخص اپنے مالک کا نافرمان ہو اسکی سزا کیا ہے۔ اس نے لکھ دیا ایسے نافرمان شخص کو پانی میں ڈبو دینا چاہیے۔ جب اپنے لشکر سمیت پانی میں غرق ہونے لگا حضرت جبریل نے وہ تحریر فرعون کے سامنے کر دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿جہنم کے دروازے پر نام﴾

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مُتَعَمِّدًا كُتِبَ اسْمُهُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فِيْمَنْ يَدْخُلُهَا.

جو کوئی جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا نام جہنم کے اس دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(7) حضرت محمد ﷺ اور غیر مسلم مفکرین

دنیا میں بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں جنہیں مہد سے لے کر لحد تک اتنے مصائب، مشکلات اور مہمات کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ جو حضرت محمد ﷺ کو اپنی مختصر دنیاوی زندگی میں پیش آئیں۔ قمری تقویم کے حساب سے آپ کی عمر 63 برس اور عیسوی کیلنڈر (انگریزی مہینہ) کے لحاظ سے آپ کی عمر 61 برس پر محیط رہی۔

ایک تاریخ دان لکھتا ہے چودہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ میں انے اپنے گنہگار کانوں سے آسٹریلیا کے مغربی ساحل پر، سوئٹزرلینڈ کے برف پوش پہاڑوں کے دامن میں، انسانوں کو گواہی دیتے ہوئے سنا۔ افریقہ کے ریگزاروں اور انگلستان کے سبزہ زاروں، چین کے کلیساؤں اور امریکہ کی وسعتوں میں بھی نبی کے ذکر کو اپنی پوری رعنائیوں سے جلوہ گر دیکھا۔ اس کے ذکر کی وسعتوں کا کیا ٹھکانہ جس پر خود اس کا آقا سلام بھیجے۔ یہی ایک کام ہے جس میں عبد (بندہ) کے ساتھ معبود (خالق) اور مخلوق کے ساتھ خالق بھی شریک ہے۔

بقول اقبال:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر — ایں سراپہ انتظار و اُو منتظر

عبد (بندہ) اور ہے عبدہٗ (اس کا بندہ) اور چیز ہے۔ ہم سب اللہ کی رحمت کیلئے سراپاءِ انتظار میں رہتے ہیں لیکن اُن کا (اپنے بندوں کا) انتظار کیا جاتا ہے۔ جیسے شب معراج حضور ﷺ کو بلایا گیا اور اُنکا انتظار کیا گیا۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ اُست — خویش را خود عبدہٗ فرمودہ اُست

انکے سامنے زمانے نے اپنی پیشانی رگڑی ہے لیکن وہ خود اپنے آپکو "عبدہٗ" فرماتے ہیں۔

طائف میں آپ پر (توحید کی دعوت دینے پر) پتھر برسائے گئے۔ آپ کو جادوگر اور مجنوں کہا گیا۔ شعب ابی طالب (گھاٹی) میں آپ کو صحابہ سمیت تین سال تک محصور رہنا پڑا۔ فتح مکہ کے موقع پر کفار لرز گئے فرمایا تمھیں معلوم ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔

عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

1) آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

2) فرمایا جو بیت اللہ میں داخل ہوگا اس کو بھی امان ہے۔

3) جو ابوسفیان کے گھر داخل ہوگا اسے بھی امن دیا جائے گا۔

4) جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے گا اسکی بھی جان بخشی کی جائیگی۔

5) جو بغیر ہتھیار کے نکلے گا اس کیلئے بھی امن ہے۔

6) آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر بڑے بڑے کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

7) خانہ کعبہ میں 360 بت موجود تھے انہیں اشارہ سے توڑ کر اللہ کی واحدنیت کا اعلان کیا۔

8) کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے حضرت بلالؓ خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دیتے دکھائی دینے لگے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم نبوت

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ (ترمذی)

ایک روایت میں یوں ارشاد فرمایا میں محمد ہوں اور احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے کفر مٹایا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا پہلے ہر نبی خاص اپنی قوموں کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے مگر میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ (بخاری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غیر مسلم مفکرین کی آرا

جان ایڈورڈ لکھتا ہے:

آپ شاہانہ زندگی سے متنفر تھے۔ گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے، جھاڑو دیتے، اپنے کپڑے سی لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے۔

ایچ۔ جی ویلز:

اپنی کتاب Out Line of History میں لکھتا ہے۔ آپ نے اپنے انتقال سے ایک سال پہلے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا خاندانی تنازعات ختم کرو۔ انہوں نے ایک حبشی کو خلیفہ کے ہم پلہ قرار دیا۔ آپ نے معاشرتی انصاف کی ایسی عظیم روایت قائم کی جس میں انسانیت اور رواداری کی روح نظر آتی ہے۔

تھامس کارلائل:

اپنی تصنیف Hero of Heroes میں اعتراف کرتا ہے۔ آپ کی خانگی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے، اپنے لباس میں پیوند لگا لیتے اور انکی عام غذا جو کی روٹی تھی۔

ڈاکٹر ہارٹ:

ڈاکٹر ہارٹ نے تاریخ کی سو شخصیات میں حضرت محمد ﷺ کو پہلا نمبر قرار دیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک ایسے انسان تھے جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامران اور سرفراز ٹھہرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(8) حضرت محمد ﷺ اور کافر مہمان

حضور مغرب کے وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ چند کافر آئے اور عرض کی "کہ ہم مسافر ہیں ہمارے قیام وطعام کا بندوبست فرمایا جائے" آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا آؤ ہم سب ایک ایک مہمان آپس میں تقسیم کر لیں۔ صحابہ کرام مہمانوں کو لے کر چل دیئے ایک آدمی جو بے حد بدمزاج اور پیٹو تھا۔ اسے کسی نے لے جانے کی حامی نہ بھری۔ آخر حضور ﷺ اسے اپنے ہاں لے گئے۔ آپ کے پاس سات بکریاں تھیں۔ انہیں دوہا گیا اور دودھ مہمان کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ سارا دودھ پی گیا۔ اس کے بعد اس کے سامنے کھانا لایا گیا وہ اسے بھی چٹ کر گیا۔ آپ نے اسے سونے کیلئے علیحدہ کمرہ دے دیا۔ خادمہ کافر کے ندیدے پن سے بے حد دکھی تھی وہ آئی اور دروازہ باہر سے بند کر گئی۔ آدھی رات کے قریب کافر کو شدید درد شکم ہوا وہ رفع حاجت کیلئے اٹھا۔ دروازہ بند پا کر اندر ہی قضائے حاجت کرتا رہا۔ اس نے تمام بستر نجاست سے بھر دیا۔ صبح دروازہ کھلا تو وہ آنکھ بچا کر بھاگ نکلا۔ ایک خادم کافر کے نجاست آلود کپڑے آپ کے سامنے لایا تو آپ نے فرمایا لوٹا لاؤ میں ان کپڑوں کو دھوؤں گا۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ ان ناپاک کپڑوں کو نہ دھوئیں۔ انہیں ہم دھو دیتے ہیں کپڑے میں ہی دھوؤں گا۔ اس میں بھی حکمت ہے جو ابھی ظاہر ہو گی۔

کافر اپنی مورتی حجرہ میں بھول گیا تھا جب اسے یاد آئی تو شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر واپس لوٹا۔ جب کمرہ میں آیا تو دیکھا حضور ﷺ اس کافر کے نجاست آلود کپڑوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ سر پیٹنے لگا اور عرق ندامت میں غرق ہو گیا۔ آپ سے معذرت چاہی اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

علم غیب:

حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے۔ حتیٰ

کہ میں نے زمین کے مشرق اور مغرب دیکھ لئے۔ آپ نے خطاب میں فرمایا میں جانتا ہوں دنیا کی پیدائش کس طرح ہوئی اور انتہا کیا ہو گی۔ جنتی جنت میں پہنچ گئے اور جہنمی جہنم میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی بلکہ سب کچھ بیان فرما دیا۔ (بخاری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(9) نورانی شعاع

آنحضرت ﷺ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کہ فضا میں ایک عقاب آیا اور آپ کا موزہ مبارک اُٹھا کر ہوا میں اُلٹ دیا۔ سانپ نکل کر بھاگ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے عقاب کو بلا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ عرض کیا آپ کے سر انور سے ایک نورانی شعاع نکل رہی تھی۔ آسمان تک جا رہی تھی۔ میں اسی شعاع میں سے گذرا تو میرے چودہ طبق روشن ہو گئے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سانپ آپ کے موزہ مبارک میں گھس کر بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے بھگانے کیلئے موزہ ہوا میں لے جا کر اُلٹ دیا۔

مارِ مَوزہ من بہ بینم دَر ہَوا — نیست اَز مَنْ عَکسِ تُست اے مُصْطفی

میں نے فضا میں سے آپ کا موزہ مبارک دیکھ لیا — آپکے نور مبارک کے روشنی میں سب کچھ جان لیا

گرچہ ہر غیبِ خدا مَارَا نَمُود — دِل دریں لحظہ بحق مَشغُول بُود

اگرچہ اللہ تعالٰی نے مجھے ہر غیب پر مطلع کیا ہے — مگر اُس لمحہ میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(9) کے۔ایل۔گابا

بیرسٹر کے۔ایل۔گابا(کنھیالال گابا)1899ء میں پیدا ہوئے۔1932ء میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔انہوں نے اپنا اسلامی نام خالد لطیف گابا رکھا۔اس طرح انکے دستخط(K.L.GABA)ہی رہے۔

نومسلم K.L.GABA نے ایک کتاب PROPHET OF THE DESERT لکھی۔ جس کا اردو ترجمہ ''پیغمبر صحرا'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔انکے قبول اسلام سے ہندوستان میں ہلچل مچ گئی اور اُن کو دوبارہ ہندو بنانے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔لیکن وہ اسلام پر ڈٹے رہے۔آخر کار اُن پر ایک جھوٹا مقدمہ بنا کر جیل میں ڈال دیا گیا۔ضمانت پر رہائی کے لیے انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ زرضمانت طلب کیا۔لیکن کوئی مسلمان بھی اتنی رقم کا انتظام نہ کر سکا۔اُس وقت کے ڈیڑھ لاکھ آج کے تقریباً پچاس لاکھ کے برابر ہیں۔اس دوران سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا ''سردار علی اُٹھو اور لاہور جا کر ایک نومسلم قیدی خالد لطیف گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ کی ضمانت دے آؤ اور قید سے رہائی دلاؤ۔اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا اس نے میرے متعلق ایک کتاب ''پیغمبر صحرا'' لکھی ہے۔جو مجھے بہت پسند ہے۔ملک سردار علی اس خواب سے بہت خوش ہوئے۔

اگلی صبح کاغذات کی تصدیق کے لیے عدالت پہنچے تو لاہور کے ہندو ڈپٹی کمشنر نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا گابا بھاگ جائے گا اور تمہاری رقم ضبط ہو جائے گی تم ضمانت نہ دو۔ملک صاحب نے کہا جس ہستی نے مجھے بھیجا ہے اس پر میں جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔ڈیڑھ لاکھ کیا چیز ہے۔

میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ خالد لطیف گابا کون شخص ہے نہ ہی میں نے اُن کو کبھی دیکھا ہے چنانچہ سردار علی نے رقم جمع کرا کے گابا کو رہائی دلوادی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(11) حضرت محمد ﷺ اور مینڈک

قرآن مجید میں ہے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ. (الحشر ۱)

جو چیز آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقْتُلُوا الضِّفْدَعَ فَاِنَّهٗ كَثِيْرًا التَّسْبِيْحَ وَ تَسْبِيْحُهٗ سُبْحَانَ الْمَعْبُوْدِ فِیْ لُجَجِ الْبِحَارِ.

مینڈک کو نہ مارو کیونکہ وہ بہت زیادہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور اس کی تسبیح یہ ہے

"پاک ہے وہ ذات جسکی دریا کے موجوں کے درمیان بھی عبادت کی جاتی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے آپکے گوش مبارک میں مینڈک کی تسبیح کی آواز آئی۔ آپ اُٹھ کر مینڈک کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت جبریل حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ یہ مینڈک چھ ماہ سے پیاسا تھا۔ چالیس دن گزر چکے یہ پانی کے درمیان ایسا مشغول ہے کہ بارش کی اس کو ابھی تک خبر نہیں ہوئی۔ آپ اس کو دیکھ کر رونے لگے فرمایا اے مینڈک تجھ کو مبارک ہو چونکہ تو نے میرے رب کی عربی زبان میں تسبیح کی ہے اس لئے تو میرا دوست ہے۔ آپؐ نے مینڈک سے پوچھا کہ تو اللہ تعالیٰ کی کتنی بار تسبیح کرتا ہے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں ایک دن میں دو ہزار بار اللہ کی تسبیح پڑھتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا اے مومن تو دیکھ کہ مینڈک اللہ کی کس قدر تسبیح کرتا ہے اور تو بیکار رہتا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا سب تسبیحوں کی سردار تسبیح: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے۔ جو ایک بار یہ تسبیح پڑھے اسے دس ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اپنی جگہ سے نہ اُٹھے مگر بخشا ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں اور اللہ کے نزدیک پیارے ہیں اور وہ دونوں کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ . سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھتا

ہے اور دس لاکھ برائیاں دور کرتا ہے اور دس لاکھ درجے جنت میں بلند کرتا ہے۔ جو شخص ہر روز نماز فجر سے پہلے ایک سو مرتبہ پڑھے اس کے گناہ دور کیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جو شخص ان کلمات کو صبح و شام سو سو مرتبہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ نمازیں اور تلاوتِ قرآن

نمازِ فجر: رسالت مآب ﷺ نے فرمایا جو شخص دن کے شروع حصہ میں (بعد نماز فجر) سورۃ یٰسین پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی تمام دینی و دنیاوی حاجات پوری کر دیتا ہے۔ حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کی غرض سے سورۃ یٰسین پڑھتا ہے اسکے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

نمازِ ظہر: حضور ﷺ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے پھر آپ نے "سورۃ فتح" کی تلاوت فرمائی۔ آپ نے فرمایا جو بعد نماز ظہر یہ سورۃ پڑھے اسکے رزق میں برکت ہوگی۔

نمازِ عصر: حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص بعد نمازِ عصر "سورۃ نباء" پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت ٹھنڈے پانی سے سیراب فرمائے گا۔ ایک تفسیر میں لکھا ہے جو شخص بعد نمازِ عصر پانچ مرتبہ پڑھے وہ اسیر حق ہو جاتا ہے۔ (فوائدُ الفواد)

نمازِ مغرب: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص بعد نمازِ مغرب سورۃ واقعہ پڑھتا ہے وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔ نہ ہی اسے فاقہ کی نوبت آئے گی۔

نمازِ عشاء: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بعد نمازِ عشاء سورہ ملک کی تلاوت کی اسے عذاب قبر سے یہ سورۃ نجات دلائے گی۔ (بیہقی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(12) جوامع الکلم (احادیث)

لفظ جوامع۔ جمع ہے جامع کی اور جامع اسم فاعل ہے۔ معنوی اعتبار سے مادہ ''جمع'' میں چیزوں کو اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور مادہ ''کَلِم'' میں بات کرنے اور زبان سے کچھ کہنے کا مفہوم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ. ''مجھے معنی و مفہوم کے لحاظ سے جامع کلمات عطا ہوئے ہیں''۔

''جوامع الکلم'' کا ابتدائی مفہوم بس اسی قدر ہے کہ کم الفاظ میں زیادہ معانی سمو دیئے جائیں۔ اردو کے ایک محاورہ میں اسی کو ''کوزے میں دریا بند کرنا'' کہتے ہیں۔ کلام نبوت کے جوامع الکلم سے مراد ایسا کلام ہے جو قلیل الفاظ ہوتے ہوئے بھی کثیر المعانی ہوتا ہے۔ آپ کے جامع کلمات اپنی بلاغت، معانی کی وسعت و ہمہ گیری اور حکمت و دانش کا مرقع ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں نے عرب کے بہت سے لوگوں کی باتیں سنی ہیں مگر حضور ﷺ سے زیادہ فصیح زبان والا میں نے نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ کا قول ہے

اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبُ. ''میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں''۔

تاجدار مدینہ ﷺ نے عربی زبان کے بعض ایسے محاورے استعمال کیے ہیں۔ جن کا استعمال آپ سے پہلے کسی عرب ادیب و شاعر کے ہاں نہیں ملتا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہی کلمات ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگے۔ ذیل میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث سے کچھ منتخب جوامع الکلم بطور (مشتِ نمونہ از خروارے) پیش کیے جاتے ہیں۔

1) خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ۔ — بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی ہو اور زوردار بھی ہو۔

2) بُعِثْتُ لِاُ تَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ — مجھے بلند اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

3) سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ۔ — قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

4) الصَّلٰوۃُ عَمَادُ الدِّيْنِ۔ — نماز دین کا ستون ہے۔

5) اَلدُّعَاءُ يَرُدُّ الْبَلَاءَ. — دعا (آنے والی) مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔

6) الدُّنیَا جِیْفَةٌ وَّ طَالِبُهَا كِلَابٌ. — دنیا مُردار ہے اور اسکے طلب کرنے والے کتے ہیں۔

7) الدُّنیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ. — دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

8) خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا. — بہتر کام وہ ہیں جو متوسط ہوں۔

9) مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ. — جس نے مجھے دیکھا پس اس نے حق کو دیکھا۔

10) وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِیْئَةٍ یَعْمَلُهَا.

بعض اوقات انسان کو اسکے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے۔

11) صدقہ:

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا صدقہ ستر بلاؤں کو روکتا ہے۔ جس میں آسان تر بدن کا بگڑنا اور سفید داغ ہیں۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ (طبرانی)

12) حسد:

پیغمبر آخرالزماں ﷺ نے فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سایہ میں دیکھا اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا اس کا عمل کیا ہے فرمایا 1) حسد (لوگوں کی نعمتوں پر) نہیں کرتا۔ 2) والدین کی نافرمانی نہیں کرتا۔ 3) اور نہ ہی چغل خوری کرتا ہے۔

13) تکبر:

حضرت سیدنا احنفؓ فرماتے ہیں اُس آدمی پر تعجب ہے جو تکبر کرتا ہے حالانکہ وہ دو مرتبہ پیشاب گاہ سے نکلا ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندانِ لعنت گرفتار کرد

14) نماز باجماعت:

سرکار ابد قرار، شافع روز شمار ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے نہیں ڈرتا کہ جب وہ

امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کر دے۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے بے خوف نہ ہو کہ جب وہ امام سے پہلے سر اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو کتے کے سر سے بدل دے گا۔

15) رمضان المبارک:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے۔ رمضان میں اللہ تعالیٰ مومن کے ہر نیک عمل کے عوض دس سے سات سو گنا تک اجر و ثواب عطا کرتا ہے (سوائے روزے کے) کیونکہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بندے نے روزہ میرے لئے رکھا لہٰذا اس کا غیر محدود ثواب میں خود عطا کرونگا۔ (متفق علیہ)

16) روزہ اور قرآن:

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت روزہ اور قرآن کریم بارگاہِ الٰہی میں سفارش کریں گے۔

روزہ عرض کرے گا پروردگار عالم میں نے اس بندے کو سارا دن کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے روکے رکھا اس لئے اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کریم عرض کرئے گا اے رب العزت میں نے تیرے اس بندے کو رات کے بیشتر حصے میں اپنی تلاوت و سماعت میں مشغول رکھا اس شخص نے میرے لئے اپنی نیند ترک کر دی تھی اس لئے میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا جاؤ تم دونوں میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ۔ (بیہقی)

17) بدنصیب شخص:

آپ ﷺ نے فرمایا ایسے آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان آیا اور چلا گیا لیکن اسکی مغفرت نہ ہوئی۔

18) حجر اسود:

شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال حضور ﷺ نے فرمایا ''رکن یمانی'' اور ''حجرہ اسود'' جنت کے

دو یاقوت ہیں اور اللہ نے انکا نور بجھا دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو مشرق سے مغرب تک ہر چیز روشن ہو جاتی۔ رکن یمانی پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہیں۔ یہاں جو شخص دعا مانگتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

19) ریا کار خطیب:

حضرت محمد ﷺ کا فرمان عالی شان ہے جو شخص خطبہ کیلئے کھڑا ہوا اور اسکی نیت ریا کاری اور شہرت کے سوا کچھ نہ تھی تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے ریا کاروں کے مقام میں کھڑا کریگا۔ دوسری روایت میں ریا کار کے چار نام گنوائے گئے ہیں روز محشر اسے یوں پکارا جائیگا۔ اے بدکار، اے دھوکے باز، اے کافر، اے خسارہ پانے والے تیرا عمل خراب ہوا، تیرا اجر برباد ہوا۔

20) سچ:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی مسلسل سچ بولتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔

21) جھوٹ:

جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی آگ کا راستہ دکھاتی ہے آدمی لگاتار جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

22) جھوٹ تمام گناہوں کی بنیاد:

ایک شخص پیغمبر رحمت ﷺ کی خدمت میں قبول اسلام کے لیے حاضر ہوا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کہا بہت سے گناہ ایسے ہیں جنہیں ترک کرنے کی میں قدرت نہیں رکھتا۔ صرف ایک گناہ چھوڑ سکتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے ایک عہد کرو کہ زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولو گے کہنے لگا اے اللہ کے رسول میں وعدہ کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور دل ہی دل میں خوش تھا کہ کتنی آسان بات کا وعدہ لیا گیا ہے۔

اس شخص کو چوری کی عادت تھی چوری کا خیال آتے ہی ایمان نے اسے یاد دلایا کہ جھوٹ نہ بولنے کا عہد کیا گیا ہے۔ اسکے بعد جب کبھی اسے نفس امارہ گناہ کی ترغیب دیتا اسے حضور ﷺ سے کیا ہوا وعدہ یاد آ

جاتا۔اس طرح اس کی تمام برائیاں چھوٹ گئیں۔سچ ہے جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

23) حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات میں دراز فرماتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرے اور یہ موقع اس وقت تک باقی رہے گا جب تک سورج مغرب سے نہ نکلنے لگے۔ (صحیح مسلم)

24) حضرت ابن عباس سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہار منہ کھجوریں کھایا کرو کیونکہ اس سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ (مسند فردوس)

25) حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا انجیر کھایا کرو اگر مجھ سے کہا جائے کہ کیا کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا ہاں یہی ہے یہ بلاشبہ جنت کا پھل ہے اسے کھایا کرو یہ بواسیر کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور گنٹھیا میں بھی مفید ہے۔

26) جنت کی تعمیر:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ جنت کس چیز سے پیدا کی گئی ہے۔آپ نے فرمایا جنت کی تعمیر اس طرح ہوئی کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی رکھی گئی ہے۔اُن اینٹوں کو تیز خوشبودار مُشک سے بنے ہوئے مسالے سے جوڑا گیا ہے وہاں کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں وہاں کی خاک گویا زعفران ہے۔جو لوگ جنت میں پہنچے گے انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔انکے کپڑے پرانے اور خستہ نہیں ہونگے اور ان کی جوانی کبھی زائل نہیں ہوگی۔ (جامع ترمذی)

27) افضل مومن:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو لوگوں سے ملتا جلتا ہو اور اُن سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہو وہ اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہ رکھتا ہو اور اُن سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر نہ کرتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ)

28) مشہور محدث ابوعبداللہ بن حاکمؒ کے چہرہ پر ایک زخم ہو گیا اور اسکے ساتھ پورا چہرہ زخموں سے بھر گیا۔ہر قسم کا علاج کیا کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔ایک سال اسی حال میں گزر گیا۔آپ حضرت ابوعثمان صابونیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔جمعہ کا دن تھا آپ نے دعا فرمائی اور حاضرین نے امین

کہی۔ رات کو حضور اقدس کی زیارت ہوئی فرمایا حاکم سے کہو کہ لوگوں پر پانی کی وسعت کرے۔ حاکم نے یہ سن کر اپنے گھر کے دروازے پر پانی کی سبیل قائم کر دی۔ ایک ہفتہ گزرا تھا کہ انکے چہرے کے تمام زخم اچھے ہو گئے۔

29) حضرت سعدؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انکے ایصال ثواب کیلئے کونسا صدقہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا "پانی کا صدقہ"۔ اُنہوں نے والدہ کے ایصال ثواب کیلئے ایک کنواں کھدوا دیا۔

30) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ایک دفعہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ کونسا عمل افضل ترین ہے۔ فرمایا "صدقہ کرنا" کیونکہ وہ دوزخ اور صدقے دینے والے کے درمیان حجاب بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ پھر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کونسا صدقہ افضل ترین ہے آپ ﷺ نے فرمایا "قرآن کی تدریس"۔

حضرت ابراہیم ادھم بلخیؒ اپنی کتاب "آثار اولیاء" میں لکھتے ہیں۔ ایک درہم صدقہ دینا ایک سال تک مسلسل روزے رکھنے اور شب بیداری کرنے سے افضل ہے۔

31) سفید بال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا سفید بال نہ چنا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن نور ہونگے۔ جس شخص کا جو بال بھی سفید ہوتا گیا اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک نیکی لکھیں گے۔ ایک گناہ معاف کریں گے اور ایک درجہ بلند کریں گے۔

32) ایمان کی نشانی:

حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہیں نیکی کر کے خوشی محسوس ہو اور گناہ سرزد ہونے پر ندامت ہو تو یہ تمہارے مومن ہونے کی نشانی ہے۔ (مسند احمد)

33) حرص: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اگر انسان کو دو وادیاں ایک سونے کی اور ایک چاندی کی عطا کر دی جائیں تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
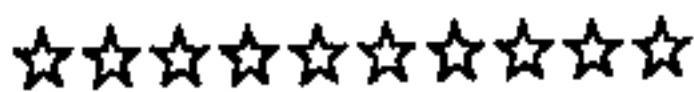
(13) سرورِ کائنات کا ایک لرزہ خیز خطبہ

جمعتہ الوداع کے موقع پر کعبتہ اللہ میں اُمت کو یوں فرمایا لوگو! کیا میں تمہیں قیامت کی نشانیاں، علامات اور شرطیں بتاؤں؟ حضرت سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، ضرور ارشاد فرمائیں تا کہ ہم غور وفکر کریں اور محتاط رہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا سنو! یہ باتیں قیامت کی علامات ہیں۔

1) لوگ نمازوں کو ضائع کرنے لگ جائیں گے۔

2) نفسانی خواہشات دین پر غالب آجائیں گی۔

3) مالداروں کی تعظیم دینداری کے بجائے ان کے مال کی وجہ سے کی جائی گی۔

یہ سن کر ''حضرت سلمان فارسیؓ نے حیران ہوکر پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا ایسا ہوگا؟

ارشاد ہوا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں محمد ﷺ کی جان ہے، ایسا ہوکر رہے گا اور سنو!

4) لوگ زکوٰۃ کو تاوان سمجھیں گے۔

5) لڑائیوں سے آیا مال غنیمت ہر شخص اپنی دولت سمجھے گا یعنی قرآن کریم کے مطابق اسکے حصے نہیں کیۓ جائیں گے اپنی اپنی مرضی سے ہر شخص سمیٹنے کی کوشش کرے گا۔

6) جھوٹ بولنے والے چرب زبان کو سچا سمجھا جائے گا۔

7) خائن اور بے ایمان لوگ امین مشہور ہوں گے۔

8) سچ بولنے والے سادہ دل شریف لوگوں کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔

9) امین لوگ خائن (خیانت کرنے والے) سمجھے جائیں گے۔

10) جن لوگوں کو بولنے کا سلیقہ نہ ہوگا وہ مولوی، عالم، خطیب اور واعظ بن جائیں گے۔

11) حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار ہونے لگے گا۔

12) اسلام نام کا رہ جائے گا۔

13) قرآن کے حروف رہ جائیں گے لیکن ان پر عمل نہ ہو گا۔

14) قرآن کو سنہری جزدانوں (غلاف) میں سجایا جائے گا حالانکہ وہ عمل کرنے کے لیے ہے نہ کہ سجا کر طاقوں میں رکھنے کے لئے۔

15) مردوں میں موٹاپا بڑھ جائے گا۔

16) لونڈیوں سے صلاح مشورے ہونے لگیں گے۔

17) منبر پر کم عمر نوخیز لوگ خطبے کہیں گے۔ جنہیں صداقت، دیانت، امانت، طہارت اور تقویٰ سے لگاؤ نہ ہوگا۔

18) کام کی باتیں عورتوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

19) امانت دار لوگ بھی خیانت کرنے لگیں گے اور لوگ شہرت کے درپے ہونگے۔

20) مسجدوں کو گرجوں کی طرح سجایا جائے گا جن میں ہدایت نہ ہوگی مسجدوں کے مینار بہت بلند ہوں گے۔

21) نمازیوں کی صفیں کافی ہوں گی مگر ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے حسد اور بغض ہوگا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے آزردہ ہو کر تعجب سے پھر پوچھا حضرت! کیا ایسا ہوگا؟

حضور ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! ہاں ضرور ہوگا۔

22) مومن کی اس وقت ناقدری ہوگی اور اس کو اس وقت لونڈیوں سے بھی ذلیل سمجھا جائے گا۔

23) ایماندار مومن خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانیوں، برائیوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھے گا اور پیچ وتاب کھا کر اندر ہی اندر گھلے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

24) اس وقت فاسق لوگ امام بن جائیں گے اور بادشاہوں کے وزیر بدکردار ہونگے۔

25) نمازیں دنیا کے دھندوں میں پڑ کر برباد کر دی جائیں گی اور کچھ افسوس نہ ہوگا۔

26) خبردار! میرا یہ فرمان ہرگز نہ بھولنا کہ نماز چھوٹنے نہ پائے کیونکہ اُس دور میں صرف نماز ہی ترقی کا

کام دے گی۔

27) ایسا وقت آئے گا کہ اطراف عالم سے لوگوں کے گروہ آئیں گے کہ تمہارے درمیان صلح اور اتفاق پیدا کریں گے کہ تمہارے جھگڑے چکائیں اور قضیے مٹائیں۔

28) ان کی شکلیں تو انسانوں کی ہوں گی مگر دلوں میں شیطانیت بھری ہوگی۔

29) چھوٹوں پر رحم نہ ہوگا۔ بڑوں کی توقیر نہ ہوگی کیونکہ وہ خود فرعون اور شیطان ہوں گے۔

30) حج تو اس وقت بھی ہوگا لیکن شاہوں کی سیر و تفریح کے طور پر ہوگا۔ مالدار تجارتی مفاد کیلئے حج کرینگے۔

31) مسکین سوال کرنے اور گداگری کے لئے حج کو جائیں گے۔ علماء کا حج اس لئے ہوگا کہ ان کے نام سے پہلے الحاج لکھا جائے گا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے پھر بے تاب ہو کر پوچھا حضور ﷺ کیا واقعی ایسا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! ضرور ایسا ہوگا۔ رب محمد ﷺ کی قسم۔۔۔ اور سنو

32) اس وقت جھوٹ ساری دنیا پر چھا جائے گا۔

33) دم دار ستارہ جو حدیث انقلاب کی علامت ہے نظر آئے گا۔

34) عورت اور مرد مشترکہ تجارت کریں گے۔ بازاروں کی کثرت ہوگی اور بالکل قریب قریب ہونگے

35) یعنی ہر چیز اور جنس کے بازار کے اندر بازار ہوں گے۔ چیزیں مقابلے سے بکیں گی اس لئے کساد بازاری اور نفع حلال کم ہوگا۔

پھر حضرت سلمان فارسیؓ سے رہا نہ گیا اور محو حیرت ہو کر عرض کیا، حضور ﷺ ایسا وقت بھی آئے گا......توبہ!

سرور عالم ﷺ نے فرمایا! ہاں! ضرور آئے گا۔ بذریعہ وحی خفی کہہ رہا ہوں قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے سچا بنا کر بھیجا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(14) واقعہ معراج

رجب المرجب کی ستائیسویں تاریخ تھی۔ حبیب کبریا محوخواب تھے۔ کائنات کے مرکز ومحور حضرت اُمِ ہانی کے گھر استراحت فرما رہے تھے۔ آنکھیں بند تھیں دل جاگ رہا تھا عالمِ بالا سے حضرت جبریل تشریف لائے۔ اپنے کافوری لب محبوب خدا کے پائے ناز پر رکھ دیئے۔ ٹھنڈک محسوس ہوتے ہی رسالت مآب ﷺ کی آنکھیں کھل گئیں۔ فرمایا جبریل کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا خدا کے بزرگ وبرتر کی طرف سے تشریف ارزانی کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ سارا عالمِ قدس بچھڑے ہوئے محبوب کیلئے چشم براہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور (پہاڑ) پر جلوہ ربانی دکھایا گیا، حضرت یوسف کو کنویں میں، حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ میں، حضرت ابراہیم کو ہوا میں، حضرت عیسیٰ کو چوتھے آسمان پر اور حضرت محمد ﷺ کو "قَابَ قَوْسَیْنِ" کے مقام پر معراج ہوئی۔

طواف کعبہ:

حضور ﷺ نے طہارت کا قصد کیا۔ حضرت جبریل کو حکم ہوا میرے محبوب کو آبِ کوثر سے غسل دو۔ بندِ قبا کھولنے نہ پائے تھے کہ داروغہ بہشت آبِ کوثر کی دو صراحیاں لے کر حاضر ہوئے۔ آپؐ نے غسل فرمایا۔ حُلہ بہشتی پہنا سر پر عمامہ نورانی باندھا وہ عمامہ نورانی جو داروغہ بہشت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے تیار کیا تھا۔ مسجد حرام میں پہنچ کر خانہ کعبہ کے سات طواف کیے۔ حضرت جبریل طشتِ طلائی میں حکمت وعرفان لے کر حاضر ہوئے۔ آپ کا سینہ مبارک چیر کر اس میں حکمت وعرفان اور نورِ ایمان بھر دیا۔ باہر نکلے تو حضرت میکائل اور حضرت اسرافیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کے استقبال کیلئے کھڑے تھے حضرت میکائل نے لگام تھامی حضرت جبریل نے رکاب پکڑی سرکار دو عالم ﷺ براق پر سوار ہو گئے۔ دائیں بائیں ستر ہزار فرشتے مشعلِ نورانی اور شمع کافوری لئے آپ کے جلوس کے ساتھ چل رہے تھے۔

ملائکہ مقربین:

1) اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم دیا۔ تمام کائنات پر نیند طاری کر دے۔ آج رات عبادت چھوڑ دے۔

2) میکائیل پیمانہ رزق ہاتھ سے رکھ دے۔ اسرافیل صور نہ پھونکے۔ عزرائیل کسی کی روح قبض نہ کرے۔

3) "ذاتِ کبریا نے ملائکہ آسمان کو حکم دیا ملائکہ آسمان کو جاروبِ نُور سے صاف کریں۔

4) نوبت نوازانِ صِدق وصفا نقارہ ہائے جُو دو عطا اطرافِ عالم میں بجائیں۔

5) داروغہ بہشت جنت کی آئینہ بندی کریں۔ حُورانِ خُلد آراستہ و پیراستہ ہو کر ہاتھوں میں زر و جواہر کے طبق لے کر کھڑی ہو جائیں۔

6) طبقاتِ جہنم کو ٹھنڈا کر دیا جائے۔ آسمان اپنی گردش چھوڑ دے۔

7) عرشِ فلک کو اطلس کا مقدس لباس پہنائیں۔ "کرسی" کے سر پر تاج قدسی رکھیں۔

8) حضرتِ آدم، حضرتِ ابراہیم، حضرتِ موسیٰ اور حضرتِ عیسیٰ کو خبر کرو کہ وہ اپنی روحوں کو پاکیزہ خوشبو سے معطر کر کے حضور ﷺ کے استقبال کیلئے تیار ہو جائیں۔"

مشاہدات:

آپ کی سواری فرشتوں کے جلوس کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف جا رہی تھی راستے میں آپؐ نے بہت سے واقعات کا مشاہدہ فرمایا:

1) آپؐ نے دیکھا کچھ لوگ کھیت بوتے ہیں اور ان کی فصل اسی وقت تیار ہو جاتی ہے۔ جبریل نے وضاحت کی یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے۔

2) ایک شخص لکڑیوں کا گھٹا اُٹھانے کی بار بار کوشش کرتا ہے کامیابی نہیں ہوتی۔ حضرت جبریل نے عرض کیا یہ حریص شخص ہے کہ لالچ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

3) ایک شخص کنویں میں پانی کا ڈول ڈالتا ہے، خالی برآمد ہوتا ہے۔ عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو

ریا کاری کرتے ہیں انکی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔

4) کچھ لوگ پاکیزہ گوشت چھوڑ کر بدبودار گوشت کھا رہے تھے۔ عرض کیا یہ حرام کھانے والے لوگ ہیں۔

5) کچھ لوگ اُونٹ جیسے ہونٹ لٹکائے آگ کھا رہے ہیں۔ عرض کیا یہ یتیموں کا مال کھانے والے عذاب میں مبتلا ہیں۔

6) کچھ لوگوں کے پیٹ پھولے ہوئے ہیں اندر سے شیشہ کی طرح چمکدار سانپ اور بچھو نظر آ رہے ہیں۔ عرض کیا یہ لوگ دنیا میں سود کھاتے تھے۔

7) کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے۔ پھر سلامت ہو جاتا ہے پھر کچلا جاتا ہے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا یہ ان لوگوں کو عذاب ہو رہا ہے جو نماز عشاء ادا نہیں کرتے اور سو جاتے ہیں۔

8) فرشتے کچھ لوگوں کا گوشت کاٹ کر انہیں کھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ عرض کیا یہ غیبت کرنے والے ہیں۔

9) کچھ لوگ لوہے کے ناخنوں سے اپنا منہ اور سینہ نوچ رہے ہیں۔ عرض کیا یہ دنیا میں زنا کاری کے مرتکب ہوتے تھے۔

10) کچھ لوگوں کی زبانیں قینچی سے کاٹی جا رہی تھیں۔ عرض کیا یہ گمراہی پھیلانے والے خطیب ہیں۔

بیت المقدس:

مسجد اقصیٰ پہنچنے پر تمام انبیاء کی ارواح آپ کی منتظر تھیں آپ نے دو رکعت نماز نفل شکرانہ ادا کیے تمام انبیاء نے آپ کی اقتداء کی۔ سفر معراج کے موقع پر مسجد اقصیٰ میں حضور ﷺ نے انبیائے کرامؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

1) ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' ......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطاب کے پہلے ہی جملے میں تمام مخلوقات اور جہانوں کے لیے اپنا رحمت بنا کر بھیجا جانا بیان فرمایا......

2) اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت کا بیان فرمایا: ''اور مجھے تمام بنی نوع انسان کے لیے خوش خبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا''۔......

3) اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی شان بیان فرمائی: ''اس اللہ نے مجھے پر حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے۔''

4) اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو بیان فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام اُمتوں سے اعلیٰ، افضل اور بہترین امت بنایا''۔......

5) پھر فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو اعتدال والی امت بنایا'' یعنی میری امت اعتدال والی امت ہے، انتہا پسند نہیں ہے......

6) پھر فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو وہ درجہ دیا ہے کہ سب سے اوّل بھی وہی ہوں گے اور سب سے آخر بھی وہی ہوں گے۔''

7) یعنی قیامت والے دن بعثت میں سب سے اوّل ہوں گے، جنت میں داخلے میں بھی سب سے اوّل ہوں گے، حساب و کتاب دینے میں بھی اوّل ہوں گے اور آخری اس طرح ہیں کہ جملہ ابنیائے کرام کی امم کے بعد ہیں، چوں کہ میں آخری ہوں......

8) اس خطبے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے پوری کائنات کی بات کی، پھر پوری انسانیت کی بات کی، پھر قرآن کی شان بیان کی، پھر اُمت مسلمہ کی افضلیت و اعتدال اور درجے کی بات کرنے کے بعد اپنی ذات مبارک کو بیان فرمایا کہ

9) ''اللہ نے میرا سینہ میرے لیے کھول دیا''......یعنی میرے اُوپر اللہ نے کوئی چیز بند نہیں رکھی ہر چیز منکشف کردی''......

10) ''اور میرے اُوپر سے سارے بوجھ اُتار دیئے''......یعنی ہر قسم کے بوجھ اُتارتے ہوئے مجھے سکون عطا فرمایا......

11) ''اور اللہ نے میرے ذکر کو بلند کیا''......یعنی وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ط کے مصداق

میرے ذکر کو اتنا بلند کیا کہ اب جہاں اللہ کا نام آتا ہے، وہاں میرا نام بھی ساتھ آتا ہے......

12) اللہ نے مجھے فاتح بنایا یعنی سلسلۂ نبوت کو شروع کرنے والا بنایا، مجھ سے سلسلۂ نبوت شروع ہوا، اسی طرح مجھ پر ہی سلسلۂ نبوت ختم ہوا......

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس خطاب کے ختم ہونے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام جلسے کو برخاست کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ تم نے سن لیا، یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔ پھر حضرت جبرائیل نے سیڑھی لگائی (معراج کا معنیٰ، سیڑھی کے ہیں) اور آپ آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

آسمانوں کی سیر:

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دوسری آسمان پر حضرت یحیٰ علیہ السلام، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں پر ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر پہنچ کر آپ نے ''بیت المعمور'' میں نماز شکرانہ ادا کی تمام فرشتوں نے آپ کی اقتداء کی۔ آپؐ نے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت رضوان جنت کا داروغہ اور حضرت مالک جہنم کا نگہبان ہے۔ یہاں آپؐ نے ایک چشمہ دیکھا جس کا نام ''سلسبیل'' ہے اس سے دو نہریں نکلتی ہیں ایک کا نام ''نہرِ کوثر'' دوسری کا نام ''نہرِ رحمت'' ہے۔

حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہریں آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ ان نہروں پر موتی یاقوت اور زبرجد کے خیمے نصب تھے اور برتن سونے چاندی کے تھے۔

آگے بڑھے حضرت جبرائیل نے حجاباتِ آتش و اِستبرق، حجاباتِ نور و ظلمت، حجاباتِ قُدرت، حجاباتِ کبریا و الملکوت اُٹھا دیئے۔ حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ گئے۔ یہاں آپؐ نے اونٹوں کی قطاریں دیکھیں جن پر صندوق لدے ہوئے تھے۔ آپؐ نے جبرائیل سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔ اونٹوں کا یہ سلسلہ میری پیدائش سے پہلے کا جاری ہے۔ آپؐ نے انہیں روکنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کو شاہ حمزہ ماہروی نے مثنوی میں یوں نقل کیا ہے:

سِدرۃُ المنتہیٰ:

در شبِ معراج دیدہ مُصطفیٰ صَدْ ہزاراں اُشتراں بے انتہا
معراج کی شب حضور ﷺ نے ہزاروں اونٹ جاتے دیکھے

مے رَوندا ایشاں قطار اندر قطار لا نہایت رُوز و شَبْ بے اِنتظار
وہ قطار در قطار دن رات بغیر انتظار کیے جا رہے تھے۔

ہست دو صندوق بر بارِ شُتر یک ازیں سُو دیگراں سُو سَر بَسر
ہر اونٹ پر دو صندوق رکھے ہوئے ایک طرف سے آ کر وہ دوسری طرف جا رہے تھے

گُفت جبرائیل اے شاہِ جہاں مَنْ نمے دَا نم چہ اَسرار اَست آن
حضرت جبرائیل نے کہا اے سرورِ کائنات ﷺ میں اس راز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا

آں زَماں کہ کرد پیدا حق مَرا ہم چنیں مے بینم آں حالت ورا
جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے میں اسی حالت میں (جاتے ہوئے) انہیں دیکھ رہا ہوں

نیست مارا اَز وُجودِ شاں خبر رازِ حق را کے بَدانم زیں گذر
مجھے ان کے وجود کے بارے میں کوئی خبر نہیں اللہ تعالیٰ کا یہ کوئی ایسا بھید ہے جسے میں نہیں جانتا

حضورِ اقدس ﷺ کے حکم سے ایک اُونٹ سے صندوق اتارا گیا جسے تالا لگا ہوا تھا۔ تالا کھولا گیا تو اس کے اندر سے انڈے برآمد ہوئے۔ ہر انڈے کو تالا لگا ہوا تھا ایک انڈے کا تالا کھولا گیا تو دیکھا اس میں خشخاش کے دانے بھرے تھے اور ہر دانے کو قفل لگا ہوا تھا۔ خشخاش کے دانے کا قفل کھولا گیا تو دیکھا کہ ایک مولوی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ ”زمیں پر پانی ہے اور پانی پر ایک مٹی کا تودہ ہے (یعنی خشکی کا ٹکڑا ہے) اس پر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ جب تک ہم اُن پر ایمان نہیں لائیں گے ہماری نجات نہیں ہوگی۔“

حضرت جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ سرکارِ دو جہاں ﷺ ہیں سب نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

سدرہ سے آگے:

1) مقامِ سدرہ پر پہنچنے کے بعد حضرت جبرائیل نے عرض کیا اب میری حد ختم ہوگئی ہے میں اُوپر نہیں جا سکتا۔

2) حضرت میکائیل حاضر ہوئے اپنے پروں پر بٹھایا اور دریا ہائے ناپید اکنار اور کرہ ہائے نار عبور کیے اور آپ کو حجابہائے عرش تک پہنچا دیا۔ پھر میکائیل غائب ہوگیا

3) پھر حضرت اسرافیل نے آپ کو اپنے پروں پر بٹھایا اور حجابہائے قدرت وعظمت تک پہنچا دیا۔ اب اسرافیل غائب ہوگیا

4) پھر رف رف (سواری، جانور) آیا اس نے ایک ہی ساعت میں آپ کو ساقِ عرش تک پہنچا دیا۔

5) حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا میں ساق عرش کے قریب پہنچا تو بے شمار حجابات دیکھے، ستر ہزار پردے سونے کے، ستر ہزار پردے چاندی کے، ستر ہزار پردے مروارید کے، ستر ہزار پردے زُمرد کے، ستر ہزار یاقوت سرخ کے، ستر ہزار پردے نور، ستر ہزار ظلمت کے، ستر ہزار پانی کے اور ستر ہزار پردے آگ کے تھے۔ ہر پردے کا راستہ دوسرے پردے تک ایک ہزار سال کا فاصلہ تھا۔

6) رف رف نے سب پردوں کو طے کر کے مجھے پردہ داران عرش تک پہنچا دیا۔ پھر یہاں ستر ہزار پردے نظر آئے۔ ہر پردے کے ستر ہزار سلسلے تھے اور ہر سلسلے کو ستر ہزار فرشتے اُٹھائے ہوئے تھے۔ رف رف نے ان پردوں کو بھی عبور کر لیا یہاں تک کہ میرے اور عرش کے درمیان صرف ایک پردہ رہ گیا اب رف رف غائب ہوگیا۔

7) ایک جانور گھوڑے کی مانند ظاہر ہوا جس کے منہ سے نور ٹپکتا تھا اس نے مجھے عرش تک پہنچا دیا اور وہ بھی غائب ہوگیا میں اکیلا رہ گیا مجھ پر خوف طاری ہوا۔

8) ہاتف غیبی سے آوازیں آ رہی تھیں اُدْنُ مِنِّیْ یَا رَسُوْل اے رسول میرے قریب ہو جایئے پھر کیا دیکھا نہ وہاں پردہ تھا نہ حجاب، نہ زماں تھا نہ مکاں تھا، نہ فرشتہ تھا، نہ انساں تھا۔ صرف پروردگار عالم تھا اور حضور ﷺ کے درمیاں، دو کمان کا فاصلہ تھا۔

مقامِ قاب قوسین:

جیسا کہ فرماں باری تعالیٰ ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ (النجم ۹)

"پھر دو کمان کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم"

حضور ﷺ جب عرش کے قریب پہنچے تو جبرائیل کی آواز آئی اپنے رب کی حمد بیان کیجئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط

تمام قولی فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط

اے نبی تم پر سلام ہو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

فرشتوں نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں

کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

آپ نے عرش پر زمرد کا سبز پہاڑ دیکھا جس پر یاقوت کا سرخ محل تھا جو ستر ہزار سال کی مسافت پر تھا وہاں کروبیوں کو دیکھا جو آتے تھے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے پروردگار عالم نے اپنے محبوب کو علمِ ملکوت اور اسرارِ جبروت ولاہوت سے آگاہ فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے جب آپ عرش کے قریب پہنچے۔ تو آپ پر وحشت طاری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت حضور کے کندھوں پر رکھا تو آپ پر علم اولین وآخرین منکشف ہو گئے۔

راز و نیاز:

صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یَامُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَی ذَالِکَ خَلَقْتُ لِاَجَلِکَ.

اے محمد میں ہوں اور تو ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ میں نے تیرے لیے پیدا کیا ہے۔

بیہقی میں ابوسعید خدری سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی تو نے ابراہیم کو خلیل اللہ بنایا، حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ بنایا، حضرت داؤد کے ہاتھوں میں لوہے کو نرم کیا، حضرت سلیمان کیلئے جن وشیاطین تابع کیے، حضرت عیسیٰ کو کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا۔

بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا ''ہم نے تجھے اپنا محبوب بنایا، توریت میں تیرا لقب ''حبیب الرحمٰن'' رکھا۔ تجھے تمام پیغمبروں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔ روزِ قیامت تیرے لئے سب سے پہلے حکم کیا جائیگا۔ ہم نے تجھ کو سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) عطا فرمائیں جو کسی پیغمبر کو نہ دیں۔ تجھے حوض کوثر عطا فرمایا جو کسی پیغمبر کو نہ دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روزِ قیامت تمہاری ہی شفاعت قبول کی جائیگی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے نوے ہزار کلام فرمایا اور ارشاد ہوا تیس ہزار کلام کسی کو نہ بتائیں اور تیس ہزار کے بارے میں حکم ہوا، اُمت کو بتادو اور آخری تیس ہزار کے بارے میں فرمایا اگر چاہو تو ظاہر کرو اگر نہ چاہو تو نہ ظاہر کرو۔

نماز پنجگانہ کا ثواب:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پانچ نمازوں کے تحفہ دے کر ارشاد فرمایا آپ کی اُمت میں سے جو شخص ایک دن میں پانچ نمازیں ادا کریگا اُسے پچاس نمازوں کا ثواب عطا کرونگا۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُترنے والے کلام میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی اُمت سے دو رکعت نماز فجر ادا کریگا۔

دن اور رات میں اس نے جتنے گناہ کیے ہونگے۔ سب کو معاف کردونگا اور وہ شخص میری حفاظت میں آجائیگا۔

میں آجائیگا۔

اے موسیٰ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی اُمت سے چار رکعت نماز ظہر ادا کریگا۔
پہلی رکعت پر اسکی مغفرت فرمادونگا۔ دوسری رکعت پر اسکے میزان عمل کو بھاری کردونگا۔ تیسری پر تسبیح پڑھنے والے فرشتے انکے لیے مقرر کرونگا۔ چوتھی رکعت پر ان کے آسمانوں کے دروازے کھول دونگا۔

اے موسیٰ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی اُمت سے چار رکعت نماز عصر ادا کریگا۔ تو
زمین و آسمان کے تمام فرشتے اسکے لیے استغفار کرینگے اور جس کیلئے فرشتے استغفار (مغفرت) مانگیں میں اسے عذاب نہیں کرتا۔

اے موسیٰ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی اُمت سے مغرب کی تین رکعت ادا کریگا تو وہ مجھ سے اپنی جس حاجت کا سوال کرے گا میں عطاء کرونگا۔

اے موسیٰ جو کوئی حضرت ﷺ کی اُمت سے غروب شفق یعنی عشاء کے وقت چار رکعت پڑھے یہ انکے لیے دنیا اور اسکی کُل کائنات سے بڑھ کر ہوگی اور یوں گناہوں سے پاک ہو جائیں گے جیسے وہ بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہو۔

اے موسیٰ جو کوئی اُمت محمد ﷺ میں میری تعلیم کے مطابق وضو کرے تو گرنے والے پانی کے ہر قطرہ کے عوض ایسی جنت دونگا۔ جو زمین و آسمان جتنی وسعت رکھتی ہے۔

اے موسیٰ جو کوئی اُمت محمد ﷺ میں ہر سال رمضان کے روزے رکھے گا تو ہر روزہ کے عوض جنت کا ایک شہر عطا کرونگا اور جو لیلۃ القدر میں استغفار کرے گا اگر اسی مہینے مرجائے تو اسے میں شہیدوں کا ثواب عطا کرونگا۔

اے موسیٰ اُمت محمد ﷺ میں ایسے لوگ بھی ہونگے جو ہر ٹیلہ پر چڑھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ انکے اس عمل پر انبیاء کرام والی جزا دونگا۔ میری رحمت انکے لیے لازم ہو جاتی ہے اور غضب دور ہو جاتا ہے اور جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے رہیں گے انکے لئے توبہ کا دروازہ بند نہ ہو گا۔

روایت کے مطابق پھوپھی زاد بہن حضرت ام ہانی کے گھر واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ ایک محبوب اپنے محبّ سے ایک بندہ اپنے معبود سے کس طرح ملا۔ اپنے سر کی آنکھوں سے ان دیکھی ہستی کا نظارہ کیونکر ممکن ہوا۔ بارگاہِ ایزدی سے کیا کیا خلعتیں عطا ہوئیں یہ ساری تفصیلات صیغہ راز میں ہیں۔ صبح ہوئی تو سارے مکے میں شور برپا ہوا۔ اہل ایمان خدا کو دیکھنے والی آنکھوں پر نثار ہو گئے۔

لیکن نادانوں نے کہا ایک بشر کیلئے عالم بالا کا سفر ممکن ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیماری میں صبر

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جب میں اپنے ایماندار بندے کو کسی بلا میں مبتلا کروں اور وہ اس ابتلا (آزمائش) پر بھی میری حمد کرے تو وہ اپنے بستر سے ایسا پاک ہو کر اُٹھے گا جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا اور اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور مصیبت میں ڈالا اس کے لیے ویسا ہی عمل جاری رکھو جیسا کہ صحت میں کرتا تھا۔

تیمارداری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: کوئی بھی مسلمان جب دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت (تیمارداری) کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو اس شخص کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعا کرتے رہتے ہیں۔

(ترمذی)

دل بدست آور کہ حج اکبر است   از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بُن گاہِ خلیلِ آذر است   دل گذر گاہِ جلیلِ اکبر است

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(15) حبشی غلام

صحرائے عرب میں مردوں اور عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ جارہا تھا۔ تاحدِ نظر ریگستان اور دوپہر کا وقت تھا۔ دور دور تک پانی کا نام ونشان نہیں تھا۔ پیاس کی شدت سے قافلہ والے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اب وہ چند گھڑی کے مہمان میں ایک شخص نے سرکار دو جہاں ﷺ کو پکارا۔ یارسول اللہ...... آپکے گوش مبارک میں یہ آواز پہنچ گئی۔ اس واقعہ کو مولانا روم نے مثنوی میں بیان کیا ہے۔

ناگہانے آں مغیثِ ہر دوکون　　　مُصطفی پیدا شدہ از بہرِ عُون

اچانک دو جہان کی مدد کرنے والے حضور ﷺ انکی مدد کیلئے وہاں پہنچ گئے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک حبشی نژاد غلام اپنی ناقہ (اُونٹنی) پر پانی کی ایک مشک لے کر جارہا ہے۔ اسے جا کر کہو تجھے پیغمبر آخرالزماں بلا رہے ہیں۔ فوراً قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی طرف روانہ ہوا۔ پہاڑ کی دوسری طرف اسے ایک اُونٹنی سوار ملا اس نے آواز دے کر حضور اقدس ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی سن کر وہ سواری سے نیچے اترا اور پاپیادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جیسے ہی اس کی نظر خواجہ کائنات ﷺ پر پڑی اسکے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ ایک ہی جلوے میں وہ آپ کے رُخ کا اسیر ہوگیا۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''تیرا پانی کم نہیں ہوگا، ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے۔'' اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ حکم کی تعمیل کیلئے اس کے ہاتھ اُٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی گر رہا تھا۔ قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو انہوں نے اپنے برتن بھی پانی سے بھر لیے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا اب اپنی مشک کا منہ بند کرلے۔ اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اتنا پانی بہہ جانے کے بعد اس کی مشک کا پانی ایک بوند بھی کم نہیں ہوا۔ حبشی غلام کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا ایک دریا میری مشک میں داخل ہو رہا ہے اور اہل قافلہ سیراب ہو رہے ہیں۔ یہ کھلا معجزہ دیکھ کر وہ چیخ اُٹھا کہ میں

گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ عزوجل کے سچے رسول ہیں۔ عرض کیا حضرت میرے چہرہ کی رنگت سیاہ ہے اگر آپ کرم فرمائیں تو اپنا دست کرم میرے چہرے پر پھیر دیں تا کہ سیاہ رنگت سفیدی میں بدل جائے۔

مولانا روم نے فرمایا:

مُصطفٰی دستِ مبارک بر رُخش آں زماں مالید کرد اُو فَرخش

حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس کے چہرے پر پھیرا اور وہ بہت خوش ہوا۔

شُد سپید آں زنگی زادہِ حبش ہمچو بدر رُو، روزِ روشن شُد، شَبش

حبشی غلام کا چہرہ دن کی طرح سفید ہو گیا حالانکہ پہلے یہی چہرہ رات کی طرح سیاہ تھا

حبشی غلام کا آقا بہت دیر سے اس کا منتظر تھا جوں ہی دور سے آتی ہوئی اُونٹنی پر نظر پڑی تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اُٹھا۔ جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جارہی تھی۔ اس کا استعجاب بڑھتا جارہا تھا۔ وہ حیران و پریشان تھا کہ اُونٹنی اس کی ہے، مشک بھی اس کی ہے لیکن سوار اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ جب اونٹنی بالکل قریب آ گئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اجنبی شخص سے دریافت کیا تو کون ہے اور میرا وہ حبشی غلام کہاں گیا۔ سوار نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہائے افسوس آج آپ کو کیا ہو گیا ہے اپنے قدیم غلام کو بھی نہیں پہچانتے۔ آپ کا غلام تو میں ہی ہوں اور کون ہے۔

آقا نے کہا تیرے چہرے پر یہ نور کہاں سے آیا۔ عرض کیا یہ برکت نخلستان عرب کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس کے چہرے کا عکس دل ہی کو نہیں بلکہ چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔ پہاڑ کی اس وادی میں ان کی زیارت سے سرفراز ہوا ہوں دم رخصت اُنہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیئے تھے اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی سیاہی چمکتی ہوئی سفیدی میں بدل گئی۔ آقا نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

درود شریف کی عظمت:

حضرت ابوالحسنؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر مدینہ کے دوران ایک جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ اچانک میری سواری کا قدم ایک سوراخ میں پڑ گیا۔ جس سے میری سواری کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں

بے حد پریشان ہوا۔ ایک تو جنگل (بیابان) دوسرا رات سر پر۔ نہ آگے جانے کے قابل نہ واپس پلٹنے کے قابل اور جنگل میں کوئی مدد کے لئے بھی نہیں آئے گا۔ مایوسی کے عالم میں میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور زبان پر درود و سلام جاری ہو گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک گرد و غبار کا بادل اٹھتا دکھائی دیا۔ جب گرد کا بادل چھٹا تو تین سوار دکھائی دیئے۔ جنکے چہرے چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ چمک دار تھے۔ میرے قریب آئے اور سلام کیا۔ میں نے جواب دیا ان تینوں میں سے جس کا چہرہ سب سے زیادہ روشن تھا۔ سواری سے نیچے تشریف لائے اور میری سواری کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اپنا دستِ اقدس پھیرا جس کی برکت سے سواری کی ٹانگ بالکل درست ہو گئی۔ میں نے عرض کی آپ کون ہیں جو جنگل میں میری مدد کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا کہ تو جس نبی علیہ السلام پر درود پاک پڑھ رہا تھا۔ میں وہی نبی تیری مدد کے لئے آیا ہوں۔ یاد رکھو جو شخص مجھ پر درود پاک پڑھے جہاں بھی ہو میں اسکی مدد کے لئے پہنچتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ دو نوجوان کون ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں ایک کا نام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام حسین رضی اللہ عنہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عورت

1) عورت بہن ہے، بیٹی ہے، بیوی ہے، ماں ہے اور ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ (بخاری)

2) جس عورت کا خرچ سب سے کم ہو وہ سب سے زیادہ مبارک ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

3) ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت عورت ہے۔ (حضرت عمرؓ)

4) عورت ایک تازہ پھول کی مانند ہے۔

5) شوہر کو چاہیے عورت کی بداخلاقی پر صبر کرے اسکی ضروریات مہیا کرے۔ کیونکہ یہ بہترین عبادت ہے۔ (امام غزالی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(16) اُستُنِ حنّانہ

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو ابتداء میں کوئی منبر نہ تھا۔ کھجور کا ایک تنا مسجد میں تھا۔ حضور ﷺ جمعہ کا خطبہ کھجور کے اس خشک تنا کے ساتھ تکیہ لگا کر دیا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ کے لیے منبر نہ تیار کرلیا جائے۔ فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو تیار کرلو۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے لیے تین سیڑھی کا منبر تیار کیا۔ پھر جمعہ کا دن آیا تو حضور اس پر رونق افروز ہو کر خطبہ دینے لگے اور خشک تنا حضور کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہوگیا۔

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ. (بخاری)

وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا۔

مولانا روم نے اسے مثنوی میں نقل کیا ہے۔

اُستُنِ حنّانہ اَز ہجرِ رسول — نالہ مے زد ہمچو اَربابِ عقول

استن حنانہ (لکڑی کا تنا) آپ کی جدائی میں رونے لگا

در تحیّر ماند اصحابِ رسول — کز چہ مے نالدستوں با عرض وطول

اس کے رونے سے صحابہ کرام حیران رہ گئے

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں — گفت جانم در فراقت گشت خوں

آپ نے پوچھا کیوں روتے ہو عرض کیا آپ کی جدائی سے میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔

تنے کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے یہ کیفیت دیکھ کر حضور ﷺ منبر سے اترے اور تنے کو آغوش میں لے لیا پھر اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور وہ چپ ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا چپ ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں لگا دوں اور خدا کے نیک

بندے تیرا پھل کھائیں اور اگر چاہو تو جیسے تم پہلے تھے ویسے ہی تمہیں کھجور کا سرسبز درخت بنا دیا جائے۔ اس نے عرض کیا میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔

آں ستوں را دفن کردند اندر زمیں
تا بہ مرداں حشر گردد یوم دیں

آپ کے حکم سے اس ستون کو زمین کے اندر دفن کر دیا گیا تا کہ روزِ قیامت وہ بھی حضور ﷺ کا قرب حاصل کر سکے۔ (خصائصِ کُبریٰ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿صدقہ﴾

حضور ﷺ نے فرمایا: صدقہ دیا کرو ایسا کرو گے تو جہنم سے چھٹکارا پاؤ گے۔ دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (صدقہ) دینا پڑے۔ ایک موقع پر ارشاد ہوا اپنے مریضوں کا علاج صدقے کے ذریعے کرو کیونکہ جب لوگ صدقہ دینا چھوڑ دیتے ہیں تو بیماریاں بڑھ جاتی ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا: پوشیدہ صدقہ دینا اللہ تعالیٰ کے غضب (کی آگ) کو بجھا تا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا چار چیزیں جنت کی دعوت دیتی ہیں۔

۱۔ مصیبت کو چھپانا ۲۔ پوشیدہ طور پر صدقہ دینا ۳۔ والدین سے نیکی کرنا

۴۔ لا الہ الا اللہ کی کثرت کرنا۔

تاجدارِ مدینہ ﷺ کا ارشاد ہے صدقہ بُری موت (حادثہ وغیرہ) سے بچاتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا فقیر اور قریبی رشتہ دار کو دینا سب سے افضل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(باب دوم)

﴿صحابہ اکرامؓ کی حکایات﴾

(17) حضرت ابوبکر صدیقؓ......یارِ غار

امیر المومنین، امام المتقین، حق کے قافلہ کے سالار، صحابہ کرامؓ کے امام و پیشوا، مظہر شان رسالتؐ، پیکر صدق و صفاء صاحب کردار، فاروق اعظمؓ کے غمگسار، حیدرؓ و عثمانؓ کے دلدار، دین اسلام کے افکار، یارِ غارِ مزار، جسکے دم سے ہے بہار، سالار ذی وقار، ایک آہنی حصار جس کے دم سے ہے حق و صداقت پائیدار، سب کے غمگسار، وجہ صد افتخار جسکی نگاہیں ہیں خمار، خلیفۃ الرسولؐ، خلیفہ بلا فصل بالتحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ جو سابقون الاوّلون کی فضیلت پانے والے، لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ کی بشارت سننے والے، لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے شیریں خطاب سننے والے، ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ کے لقب کا اعزاز حاصل کرنے والے، عشق رسول کی سرشاری کی وجہ سے کفار و مشرکین کی ہر تکلیف کو برداشت کرنے والے، اپنی جان، اپنا مال اور اپنی اولاد سب کچھ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدموں پر نثار کرنے والے، حضور اکرم ﷺ کی خاطر بیوی بچے، وطن، مال جائیدار قربان کرنے والے، جب سارا عرب آقائے کائنات ﷺ کو ساحر یا مجنون کہتا تھا اس وقت صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور صَدَقْتَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ کہنے والے، شب ہجرت معراج شریف کے دولہا کو اپنے کندھوں پر اُٹھانے والے، اپنے کپڑے پھاڑ کر غارِ ثور کے سوراخوں کو بند کرنے والے، کسی بھی واسطہ کے بغیر چہرہ والضحیٰ کا بغور اور ٹکٹکی باندھ کر وسیع مطالعہ کرنے والے، معلم کتاب و حکمت سے براہ راست درس لینے والے، سفر و حضر میں زندگی بھر دوستی کا حق ادا کرنے والے، حضرت بلالؓ کو خرید کر بادشاہ حقیقی سے بہت بڑے متقی کا خطاب حاصل کرنے والے، عشق رسول ﷺ میں اپنے حقیقی بیٹے کے قتل کا ارادہ کرنے والے، دنیاوی تمام رشتوں کو توڑ کر صرف حضور ﷺ سے رشتہ

جوڑنے والے، مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے، سب سے پہلے قرآنِ پاک کا نام مصحف رکھنے والے سب سے پہلے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کفار و مشرکین سے جنگ کرنے والے، سب سے پہلے دینِ الٰہی اور دعوت نبوت علیہ کے مجاہد بننے والے، سب سے پہلے خلیفہ راشد ہونے کا عظیم اعزاز حاصل کرنے والے، سب سے پہلے بیت المال قائم کرنے والے، سب سے پہلے خلافت کے لئے ولی عہد مقرر کرنے والے، سب سے پہلے اسلام میں لقب صدیق اور عتیق حاصل کرنے والے، سب سے پہلے مسجد بنانے والے، حضور اکرم علیہ کے بعد سب سے زیادہ مقام و مرتبہ حاصل کرنے والے، تمام صحابہ کرامؓ کے روکنے کے باوجود حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر رخصت کرنے والے، حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہؓ کے والد محترم، اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب، بے شمار اوصاف جلیلہ اور کمالات جمیلہ کے مالک جن کے اوصاف پر قرآن بھی گواہ ہے، جن کی خدمات پر بانی اسلام بھی نازاں ہیں، ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی طرح عاشق رسول علیہ بنائے۔ آمین۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے میری دو زیر استعمال پرانی چادروں کو دھو کر اس میں کفنا دینا، مانا کہ میں تمہارا باپ ہوں، اگر عمدہ کپڑوں میں کفنایا گیا تو کچھ بڑھ نہ جاؤں گا اور اگر پرانے کپڑے میں کفنایا گیا تو گھٹ نہ جاؤں گا۔

اس کے ساتھ یہ وصیت بھی کی کہ میرے مال میں سے پانچواں حصہ اللہ کے راستے میں خیرات کر دیا جائے اور فرمایا کہ دورانِ خلافت جس قدر میں نے رقم بیت المال سے لی ہے اس قدر جمع کروا دی جائے۔

وفات کے وقت آپؓ کے آخری الفاظ یہ تھے "اے اللہ! تو مجھ کو مسلمان اُٹھا اور صالحین سے ملا۔"

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ رسول علیہ میں اپنے محبوب حضور علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کی عمر 63 سال تھی اور آپؓ نے دو سال تین مہینے اور گیارہ دن نظام خلافت کو چلایا۔ آج بھی آپ حضور علیہ کے پہلو میں لیٹے جنت کے مزے لے رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(18) حضرت علیؓ شیر خدا

سرکار دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروزاہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر بیان فرما رہے تھے فرمایا سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص نے کہا قرآن مجید میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری پتلی داڑھی کا ذکر ہے؟

فرمایا ہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ط (الاعراف ۵۸)

"ستھری زمین سے سبزہ نکلتا ہے (اللہ کے حکم سے) اور جو خراب ہے اس سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا سا"

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں یہودی علماء کا ایک وفد مسجد نبوی میں آیا اور اپنے ساتھ چند سوالات لائے۔ کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔ دربار خلافت میں رسائی ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا حضرت علیؓ آپ کے سوالوں کا جواب دیں گے۔

س ۱) وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو خدا کے حکم سے ڈرایا اور وہ جن وانس سے نہیں۔

ج) وہ چیونٹی ہے جس نے اپنی قوم سے کہا حضرت سلیمانؑ کا لشکر آرہا ہے لہٰذا اپنے بلوں میں چلی جاؤ

س ۲) وہ کیا چیز ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ چلی۔

ج) وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس علیہ السّلام کو سات سمندروں کی سیر کرائی۔

س ۳) پانچ چیزیں کیا ہیں جو زمین پر چلیں لیکن شکم مادر میں نہ رہیں۔

ج) ۱۔ حضرت آدم علیہ السّلام ۲۔ حضرت حوا ۳۔ حضرت صالح علیہ السّلام کی اونٹنی ۴۔ گوسفند (دنبہ) ابراہیم ۵۔ عصائے کلیم اللہ

س۴) تیتر اپنی زبان میں کیا کہتا ہے۔

ج) اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ٥ (طٰہٰ ۵)

رحمان عرش پر جلوہ فرما ہے۔

س۵) مرغ اذان میں کیا کہتا ہے۔

ج) اے غافلو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

س۶) گھوڑا ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے۔

ج) اے میرے پروردگار مسلمانوں کو کفار پر فتح عطا فرما۔

س۷) مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے۔

ج) پاک ہے وہ ذات، جس کی حمد اور تسبیح سمندروں میں بھی ہوتی ہے۔

س۸) گدھا اپنے چیخنے میں کیا کہتا ہے۔

ج) تمام مذاہب میں دین محمدی غالب ہے۔

س۹) شاما پرندہ سیٹی بجاتا ہے تو کیا کہتا ہے۔

ج) اے پروردگار آل محمد ﷺ کے دشمنوں اور قاتلوں پر لعنت فرما۔

یہودی علماء نے جواب سن کر کہا واللہ ہماری کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے۔ ہم سب ایمان لاتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

چونکہ آپ نے اعلان فرمایا تھا مجھ سے جو چاہو پوچھ لو ایک شخص حاضر ہوا عرض کیا حضرت یہ بتائیں میری داڑھی کے بال کتنے ہیں؟ سوال سن کر حضرت علیؓ نے سکوت فرمایا۔ حاضرین پر سناٹا طاری ہو گیا کہ اس سوال کا جواب حضرت علیؓ نہ دے سکیں گے اور بعض کہتے کہ جواب دے دیں گے۔ سوال کرنے والا سوچنے لگا اگر اُنہوں نے کہا تین ہزار تو یہ کیسے معلوم کرونگا کہ جواب درست ہے یا غلط۔ اگر اُنہوں نے کہا سر کے بالوں کا نصف، تو میں سر کے بالوں کی تعداد دریافت کرونگا۔ حاضرین سوچ رہے تھے کہ شاید حضرت علیؓ جواب نہ دے سکیں گے۔ اچانک حضرت علیؓ حاضرین سے مخاطب ہوئے۔ اس سوال کا جواب کون دے

گا۔ مجلس پر خاموشی طاری ہو گی۔ دشمنوں نے کہا آپ کو اس سوال کا جواب معلوم نہیں۔

نادان دوست کہنے لگے: علی سے سر داڑھی اور بدن کے بال بھی دریافت کرو۔

دانا دوستوں نے کہا: جلدی نہ کرو، علی ہمیں بھی سوچنے کا وقت دینا چاہتے ہیں۔

اچانک آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام "قنبر" کو آواز دی اور فرمایا اس شخص کے سوال کا جواب "قنبر" دے گا۔ دشمنوں نے کہا علی ٹال مٹول کر رہے ہیں۔

دوستوں نے رائے دی علیؓ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کا آزاد کردہ غلام بھی اسکی داڑھی کے بالوں کی تعداد سے واقف ہے۔

قنبر نے کہا اس سوال سے تیرا مقصد کیا ہے یہ محض شیطانی وسوسہ ہے تمہاری داڑھی کے ہر بال میں شیطان چھپا بیٹھا ہے جو تیرے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور راہِ راست سے دور کرتا ہے۔ جو شخص راہ راست پر چلتا ہے وہ بھلائی کے سوال پوچھتا ہے۔ جو لوگ بے ہودہ باتوں میں وقت ضائع کرتے ہیں شیطان ان پر غلبہ پا لیتا ہے۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس میں ستاروں، فرشتوں اور پیغمبروں کی تعداد کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ پیغمبر اس لئے تشریف نہیں لائے کہ پکی ہوئی دال کے سالن کے دانے شمار کریں یا داڑھی کے بال؟ سائل بے خبر تھا اس نے کہا وعظ نصیحت نہ کرو میرے سوال کا جواب دو۔

قنبر نے پوچھا تیرا پیشہ کیا ہے۔ کہنے لگا میں ترازو بناتا ہوں۔ لیکن میرے پیشے سے اس سوال کا کیا تعلق ہے۔ فرمایا! اگر عمدہ ترازو بناؤ تو فائدہ ہے اور اگر بغیر ترازو کے تم چنے اور ماش کی دال کا اندازہ کرو۔ کہ ہم وزن ہیں یا نہیں تو یہ تضیع اوقات یعنی وقت ضائع کرنے کے برابر ہوگا اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بالوں کی گنتی تمہارے لئے فائدہ دے سکتی ہے تو میں جواب دیتا ہوں۔

سائل نے کہا فائدے کا مجھے علم نہیں میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔

قنبر: تم اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہو تو سنو۔ حساب جانتے ہو؟

سائل: ہاں

قنبر: ہزار سے دس ہزار تک گنتی کر سکتے ہو۔

سائل: ہاں

قنبر: جو عقلمند ہیں وہ مفید کام کرتے ہیں اگر تجھے کسی مفید کام کی فکر نہیں تو یہ کام بہت آسان ہے۔ چونکہ تمہاری داڑھی کافی لمبی ہے اسے قینچی سے کاٹ دو اور پھر آرام سے گنتی کرو۔

نادان دوست کہنے لگے: سوال بھی عجیب تھا، جواب بھی عجیب ہے۔

دانا دوستوں نے کہا یہ وجہ ہے کہ علیؓ نے اپنے غلام سے جواب دینے کیلئے کہا۔ سائل نے کہا میں شیطانی وسوسہ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

دانائی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے دو دوست ہمسفر ہوئے ایک کے پاس تین اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ جب دونوں مل کر کھانے بیٹھے تو ایک اور مسافر انکے ساتھ شریک ہو گیا اور چلتے وقت اپنے حصے کی روٹیوں کی قیمت آٹھ درہم ادا کر دی۔ پانچ روٹیوں والے نے اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم رکھ کر باقی تین درہم دوسرے کو دینا چاہے لیکن وہ نصف قیمت لینا چاہتا تھا۔ یہ مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش ہوا۔ تو آپ نے دوسرے سے فرمایا تم اپنے ساتھی کا فیصلہ قبول کر لو۔ تمہیں نفع مل رہا ہے۔ مگر اس نے انکار کیا اور کہا حق کے ساتھ جو مل جائے تو وہ بہتر ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا سنو تم تین آدمی تھے تمہاری تین اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ تم تینوں نے برابر برابر کھائیں اگر تمہاری روٹیوں کے تین حصے کیے جائیں۔ تو نو ہوتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین ٹکڑے کئے جائیں تو پندرہ بنتے ہیں دونوں کا مجموعہ 24 بنتا ہے۔ تم نے برابر ٹکڑے کھائے اور ہر ایک کے حصے میں آٹھ ٹکڑے آئے تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں 8 خود کھا لئے اور صرف ایک ٹکڑا تیسرے آدمی کو دیا۔ تمہارے ساتھی نے اپنے حصے کے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ باقی سات تیسرے شخص کو دیئے اس لحاظ سے تم ایک درہم اور تمہارا ساتھی سات درہم کا مستحق ہے۔

تفسیر روح البیان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر بیٹھے اور فرمایا جو چاہو مجھ سے دریافت کرو۔

سائل نے کہا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

فرمایا: جب تک اپنے رب کو نہ دیکھ لوں میں سجدہ سے سر ہی نہیں اُٹھاتا۔

عرض کیا: آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس ﷺ کو ان کے انتقال کے بعد غسل دیا۔ میں نے دیکھا کہ غسل کے بعد پانی کے چند قطرے انکی پلکوں پر موجود ہیں وہ میں نے چوس لئے اس کے بعد میرے اندر علم کا سمندر موجزن ہو گیا۔

حضرت علیؓ کا ایک اعزاز یہ بھی ہے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ گھر سے نکلے اور کعبہ کے دروازے پر آئے۔ پہلے آنحضرت ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور حضور ﷺ حضرت علیؓ کے کندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر فرمایا اے علی کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت علی کھڑے ہوئے مگر حضور ﷺ نے حضرت علی کی کمزوری کو بھانپ لیا۔ پھر حضور ﷺ بیٹھے حضرت علی سے فرمایا میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ، میں سوار ہوا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ مجھے ایسا لگا کہ اتنا بلند ہو رہا ہوں کہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاؤں گا۔ میں کعبے کی چھت پر پہنچا تو وہاں پیتل اور تانبے کا بنا ہوا بت رکھا تھا اسے میں نے وہاں سے اکھاڑ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے گرا دو تو میں نے زمین پر پٹخ دیا تو وہ شیشہ کی طرح چکنا چور ہو گیا۔

پہلے یہ مان لیں کہ ہیں مشکل کشا علی ——— پھر دیکھ تیرے واسطے کرتے ہیں کیا علی
اپنی تو ٹل جاتی ہیں ساری مصیبتیں ——— جب بھی کبھی خلوص سے کہتے ہیں یا علی
یا علی مشکل کشا مشکل میری آسان کر ——— بے سروسامان ہوں پیدا میرا سامان کر

(مولانا جمیل الرحمٰن)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(19) حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی

آپ کی ولادت 512ھ میں عراق میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب والد گرامی کی طرف 19 ویں پشت سے حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے اور والدہ کی جانب سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے۔ بہت بڑے عالم، زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید ترتیل اور قرآت کے ساتھ حفظ کیا۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ، محدّث اور مفسّر صوفی شیخ ابوالفضل واسطی سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال مہارت حاصل کی۔ بیس سال کی عمر میں آپ کو مرشد نے شریعت وطریقت کی اجازت بیعت عطا فرمائی۔ آپ کا مسلک کتاب وسنت اور صحابہ کرام کے طریقے سے وابستہ رہنا تھا۔ حضور علیہ السلام کی اتباع کرنا آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے "ہم اُمّتِ اوسط ہیں" یعنی اعتدال کی راہ پر چلنے والی امت ہیں۔ آپ نے فرمایا "جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اور حق کی اطاعت نہ کرے وہ حد درجہ گمراہ شخص ہے"۔ آپ نے کبھی دنیا کا مال ودولت جمع کر کے نہیں رکھا حالانکہ آپ کی جائیداد جاگیرداروں سے بھی زیادہ تھی۔ جس قدر آمدنی ہوتی وہ خانقاہ کے فقرا اور مسلمان مہمانوں پر خرچ کر دیتے اور آپ کی اولاد اس سے محروم رہتی بلکہ وہ خانقاہ کے فقراء ہی شمار ہوتے۔

ایک دفعہ آپ حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور کہا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا جَدِّی (اے میرے جدامجد آپ پر سلام ہو) حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا وَلَدِی (اے بیٹا تم پر بھی سلام ہو)۔

حرم نبوی میں جتنے لوگ تھے سب نے حضور علیہ السلام کا کلام سنا۔ آپ اس عظیم ترین نعمت پر فرط مسرت سے دنگ رہ گئے۔ آپ نے عرض کیا اپنا دست مبارک باہر نکالیے تاکہ میرے ہونٹ بوسہ دینے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ جناب رسول علیہ السلام نے اپنا دست مبارک باہر نکالا۔ شیخ نے بوسہ دیا اور اب لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جس وقت حضور علیہ السلام کا دست مبارک باہر نکلا اس وقت حرم میں ہزاروں لوگ موجود تھے۔ جن میں

شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ احمد زاہد انصاری، شیخ حیات بن قیس، شیخ عدی بن مسافر اور شیخ احمد کبیر زعفرانی جیسے اکابر موجود تھے۔ سب لوگوں نے آپ کے دست انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور شیخ احمد کبیر الرفاعی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ چھیاسٹھ برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا اور اپنے نانا جان حضرت شیخ یحیٰی کے مزار میں اپنے شہر "ام عبیدہ" میں دفن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سات نصیحتیں

حضرت ابوذر غفاری نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں۔

آپ نے انہیں سات نصیحتیں فرمائیں:

1) ہمیشہ تقویٰ سے رہو یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔

2) روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔

3) ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہو۔

4) اچھی اور نیک بات کہو ورنہ خاموش رہو زیادہ گفتگو سے دل کا نور جاتا رہتا ہے۔

5) قہقہہ مار کر نہ ہنسو اس سے چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔

6) ہمیشہ اپنی برائیوں پر نظر رکھو دوسروں کی کوتاہیوں پر نہیں۔

7) اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(20) دو اصحابِ رسولؐ

رات کی تنہائی میں بیٹھ کر دو نوجوان آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا طلوعِ سحر میں چند ہی گھڑیوں کا فاصلہ رہ گیا ہے آؤ کل پیش آنے والے غزوہ اُحد کے لیے اپنے رب کے حضور دعا کریں۔ ایک شخص دعا کرے اور دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں صحابیِ رسولؐ تھے ایک کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص جبکہ دوسرے کا نام حضرت عبداللہ بن جحش تھا۔

اول حضرت سعد نے دعا فرمائی: خدا وندا: کل میدان جنگ میں سب سے بڑا بہادر میرے مقابلے پر آئے میں اس پر شیر کی طرح ٹوٹ پڑوں۔ پہلی ہی ضرب میں اس کی تلوار کی دھار موڑ دوں اس کے نیزے کے ٹکڑے اُڑا دوں۔ اپنی تلوار کی نوک اس کے سینہ میں گھونپ دوں اور اسے زمین پر گرا کر تڑپتا دیکھوں اس کا سر قلم کر کے اس کے جسم کو روندے جانے کیلئے پھینک دوں۔ حضرت عبداللہ نے امین کہی۔

حضرت عبداللہ نے اپنی دعا کا آغاز یوں کیا: اے میرے پروردگار: میری آرزو یہ ہے کل پیش آنے والے معرکہ جنگ میں میرا مقابلہ دشمن کے دلیر سپاہی سے ہو وہ طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو۔ شوقِ شہادت میں مدہوش ہو کر میں اس کی طرف بڑھوں وہ میرے اوپر حملہ کرے۔ میں اس کے اوپر وار کروں لڑتے لڑتے میں گھائل ہو جاؤں۔ میرا سارا جسم زخموں سے چُور چُور ہو جائے۔ میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑوں۔ دشمن میرے سینے پر سوار ہو کر میرا سر قلم کرے۔ میری ناک کاٹ دے۔ میری آنکھیں نکال لے میرے چہرے کی بناوٹ بگاڑ دے۔ میرے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے۔ سر سے پاؤں تک خون میں نہائے۔ ایک مسکین بندے کو اس حال میں دیکھ کر تو دریافت کرے یہ تو نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔ پھر میں جواب میں عرض کروں اے رَبِّ الْعٰلَمِیْن ط تیرے اور تیرے محبوب کی خوشنودی کیلئے یہ سب کچھ میرے ساتھ پیش آیا۔ حضرت سعد نے امین کہی۔

واقعات کے راوی بیان کرتے ہیں کہ دونوں صحابہ اکرم یہ دعائیں بارگاہِ ایزدی میں قبول ہو گئیں۔

دوسرے دن میدان جنگ میں دونوں کے ساتھ وہی حالات پیش آئے جس کیلئے اُنہوں نے دعا کی تھی۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے جنگ کے دوران دیکھا کہ وہ دشمن سے نبرد آزما ہیں انکی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک ٹہنی عطا فرمائی جو انکے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔ شام کو دیکھا کہ انکے کان اور ناک ایک دھاگے میں پروے ہوئے ہیں۔ اس واقعہ میں حضرت عبداللہ نے جس جوانمردی کا مظاہر کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
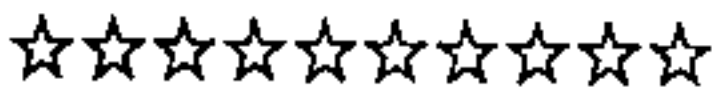
﴿مہمان نوازی﴾

حضرت براء بن مالک سے روایت ہے تاجدارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص جب اپنے بھائی کی اللہ کے لیے مہمان نوازی کرتا ہے اور اسکی کوئی جزا اور شکریہ نہیں چاہتا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں دس فرشتوں کو بھیجتا جو پورا ایک سال تک اللہ کی تسبیح و تہلیل کرتے اور اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس نے مہمان کو کھانا کھلایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
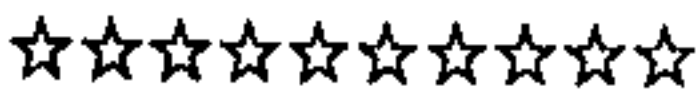
(21) شرجیل بن حسنہؓ

مسلمانوں کا لشکر شہر ''سکندریہ'' پر حملہ آور تھا۔ اسکندریہ کا بادشاہ خود بھی اس جنگ میں موجود تھا اور جنگ کے زبردست انتظامات کیے گئے تھے۔ کُفار کی فوج ایک مضبوط قلعہ کے اندر تھی جبکہ مسلمان قلعہ کے سامنے میدان میں پڑے ہوئے تھے۔ بہت دنوں تک جنگ ہوتی رہی مگر کفار بوجہ قلعہ مغلوب نہ ہوئے اور نہ ہی انہیں کچھ نقصان پہنچا۔ ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہؓ نے کُفار سے کہا ''اے کافرو ہمارے اندر اس وقت ایسے اللہ کے پیارے بندے موجود ہیں کہ اگر اس قلعہ کی دیوار سے کہیں کہ زمین میں دھنس جاؤ تو فوراً یہ قلعہ زمین میں دھنس جائے گا۔'' یہ فرماتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب اُٹھایا اور منہ سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ہاتھ سے قلعہ کی فصیل کو زمین میں دھنس جانے کا ارشارہ کیا۔ فی الفور سارا قلعہ جو بڑا مضبوط اور سنگین تھا۔ زمین میں اتر گیا اور تمام کُفار جو قلعہ کے اندر تھے۔ آن کی آن میں ایک کھلے میدان میں کھڑے رہ گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر بادشاہ کے ہوش اُڑ گئے ۔ بادشاہ اور اس کی تمام فوج شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ''سکندریہ'' شہر مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ (سیرۃ الصّالحین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿قبر میں قرآن خوانی﴾

ایک شخص کی قبر کھودی جا رہی تھی اسکے متصل دوسری قبر سے ایک اینٹ گر پڑی۔ اندر دیکھا تو ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی ہے۔ کہا نہیں۔ اُنہوں نے فرمایا یہ اینٹ دوبارہ لگا دو۔ (شرح الصدور، امام سیوطی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(22) حضرتِ حنظلہؓ

حضرت حنظلہؓ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ایک نئے عالم میں داخل ہو رہے تھے یعنی شادی کی پہلی رات تھی ارمانوں کا ہجوم تھا۔ دو دلوں کی ملاقات کا عالم تھا۔ رات گزر گئی۔ صبح کاذب کے وقت اچانک کسی منادی کی آواز فضا میں گونجی۔ دیوار سے کان لگا کر اعلان کے الفاظ کو غور سے سنا۔ دربارِ رسالت کا منادی آواز دے رہا تھا۔ کفر کی یلغار۔ اسلام کی فصیل کی طرف بڑھتی جارہی ہے۔ شمع رسالت کے پروانے بغیر کسی انتظار کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائیں۔ مجاہدین اسلام کا قافلہ تیار کھڑا ہے۔ سپیدہ سحر کی نمود سے پہلے پہلے میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو جائیگا۔ اعلان کے الفاظ سینے میں اتر گئے۔ اب حضرت حنظلہؓ اپنے آپ میں نہیں تھے۔ جذبات کے تلاطم کا عالم قابو سے باہر ہوتا جارہا تھا۔ بیخودی کی حالت میں ایک بار نظر اُٹھا کر نئی نویلی دلہن کو دیکھا۔ بڑی مشکل سے یہ الفاظ منہ سے ادا کر سکے۔ میدانِ جنگ سے اسلام نے آواز دی ہے۔ اجازت دو کہ مجاہدین کی اس قطار میں بڑھ کر شامل ہو جاؤں جو رسالت کی سرکار میں کھڑی ہے۔ زندگی نے وفا کی اور معرکہ کارزار سے بخیر و سلامت لوٹ آیا تو پھر تمہاری زلفوں کی مہکتی ہوئی رات کا خیر مقدم کرونگا اور اگر خوش بختی سے میری زندگی کام آگئی پھر قیامت کے دن تمہیں کہیں نہ کہیں ضرور ملونگا۔ اچھا اب اجازت دو وقت بڑا نازک ہے۔

رات کے پچھلے پہر جانثاروں کا لشکر دعاؤں کے ہجوم میں معرکہ کارزار کی طرف روانہ ہو گیا۔ سرورِ کونین ﷺ اُونٹنی پر سوار تھے۔ پیچھے پیچھے پروانوں کی قطار چل رہی تھی۔ میدانِ جنگ میں پہنچ کر سرفروشانِ اسلام کی صفیں آراستہ ہو گئیں۔ کفار کے لشکر نے بھی اپنا مورچہ سنبھال لیا۔ صبح کے وقت طبلِ جنگ بجتے ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت حنظلہؓ کو لوگوں نے دیکھا۔ بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے انکے ہاتھ کی تلوار بجلی کا شرارہ معلوم ہو رہی تھی۔ زہر میں بھیگا ہوا ایک تیر انکے جگر میں آکر پیوست ہو گیا۔ لہو کے اُڑتے ہوئے فوارے سے سارا پیرہن رنگین ہو گیا۔ چند ہی لمحے بعد

روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ دوپہر ڈھلتے ڈھلتے کفار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد زخمیوں کو اکٹھا کیا گیا اور شہیدوں کی لاشیں جمع کی گئیں۔ حضرت حنظلہؓ کی تلاش شروع ہوئی۔ انکی گمشدگی پر سارے لشکر کو حیرت تھی۔ جب وہ کہیں نہ ملے تو سرکار کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچائی گئی۔ حضور ﷺ نے چند لمحے توقف فرمانے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: حنظلہ کی لاش کو عالم بالا میں فرشتے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ وہاں انہیں غسل دیا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حنظلہؓ کی لاش سامنے موجود تھی۔ بال بھیگے ہوئے تھے۔ خون آلود پیراہن سے پانی ٹپک رہا تھا۔

مدینہ پہنچ کر جب انکے گھر والوں سے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ رات کو گھر سے نکلتے وقت ان پر غُسلِ جنابت فرض ہو چکا تھا۔ اضطرابِ شوق نے انہیں فرض اتارنے کی مہلت نہ دی۔ غُسلِ جنابت کا وہ فریضہ فرشتوں نے عالم بالا میں اتارا۔ اسی دن سے حضرت حنظلہؓ کا لقب بارگاہِ رسالتؐ میں "غَسِیلِ ملائکہ" قرار پایا۔ حضرت حنظلہؓ اسلام کے قابلِ رشک فرزند تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿درودِ پاک﴾

حضرت انس سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص بروز جمعۃ المبارک مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے۔ وہ مرنے سے پہلے اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا۔

(بخاری)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(23) سراقہ بن مالک

آج ہجرت کی رات تھی۔ کفارِ مکہ کاشانہ نبوت کا محاصرہ کر چکے تھے کہ آج نبوت کے مدعی کو قتل کر کے (نعوذ باللہ) ہی دم لیں گے۔ رات کا پہلا پہر تھا اچانک دروازہ کھلا اور خدا کا حبیب مسکراتا ہوا باہر نکلا اور تلواروں کے سائے سے گذر گیا۔ سحر کا اُجالا قریب تھا کفار کے خونخوار درندے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے تو یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ گئے کہ پیغمبر خدا ان کا محاصرہ توڑ کر جا چکا ہے اور انہیں خبر تک نہیں ہوئی۔ فوراً ہی دارالندوہ میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور طے پایا کہ حضرت محمد ﷺ زیادہ دور نہیں گئے ہونگے اگر تعاقب کیا جائے تو انہیں پکڑا جا سکتا ہے کچھ ہی لمحے بعد سردار مکہ ابوجہل کی طرف سے مکہ کی گلیوں میں اعلان ہو رہا تھا کہ محمد ﷺ کو جو بھی گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام میں سو اُونٹ دیئے جائیں گے۔

عرب کے مانے ہوئے شہسوار سراقہ کے کان میں اس اعلان کی خبر پہنچی تو انعام کے لالچ میں اس مہم کو سر کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوا اور دم کے دم میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ دوسری طرف کفارِ مکہ کھوجیوں کی مدد سے اپنے شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ غارِ ثور تک پہنچے۔ غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا اور فاختہ کے گھونسلے میں انڈے دیکھ کر واپس چلے گئے۔ اس تلاش کو دو دن گذر چکے تھے مگر وہ اپنے مطلوب کو نہ پا سکے۔ اس دوران کفارِ مکہ نے پوری بستی کے بہادروں کو ایک عظیم انعام کی پیشکش کی۔ قدیر نامی بستی میں چند بہادر بیٹھے تھے ایک قاصد آیا اس نے ان لوگوں کو اُونٹوں کے انعام کے بارے میں بتایا ان میں سے ایک شخص بولا" میں ابھی ابھی سفر سے واپس آرہا ہوں۔ راستے میں مجھے تین آدمی ملے۔ میرا خیال ہے کہ ان میں دو تو وہی تھے جنکی تلاش پر انعام رکھا گیا ہے اور تیسرا انکو راستہ بتانے والا ہوگا۔ مجلس میں بیٹھے سراقہ بن مالک نے کہا نہیں۔ وہ لوگ تو اپنی گمشدہ اُونٹنی تلاش کر رہے تھے۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ اچھا۔ شاید ایسا ہی ہو۔ پھر تھوڑی دیر بعد سراقہ خاموشی سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے ہتھیار لگائے، گھوڑے پر زین کسی اور خفیہ مہم پر روانہ ہو گیا۔ ابن مالک کو یقین تھا کہ محفل میں

جس شخص نے راستے میں ملنے والے تین افراد کا ذکر کیا تھا وہ وہی ہیں جن کی تلاش پر سو اونٹوں کا انعام رکھا گیا ہے۔

ابن مالک کا گھوڑا سرپٹ بھاگ رہا تھا کئی گھنٹوں کے بعد وہ دور اُونٹ پر سوار ایک مسافر کو دیکھ رہا تھا اس کا دل خوشی سے اُچھلنے لگا۔ اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی اور وہ پیچھا کرنے والوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ چند گز کے فاصلے پر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ بری طرح زمین پر آرہا۔ ابن مالک مرتے مرتے بچا وہ دوبارہ اُٹھا اور پھر شکار کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا کہ خدا کے آخری پیغمبر ﷺ اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ناقہ پر سوار مدینے کی طرف تیز تیز بڑھتے جا رہے ہیں۔

قریب جا کر اس نے اپنا نیزہ سیدھا کیا لیکن پھر وہ کچھ ہو گیا جس کا اسے تصور بھی نہ تھا۔ فرماں روائے کونین کا حکم تھا "اے زمین اسے پکڑ لے" فوراً زمین شق ہو گئی اور سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے ہزار کوشش کی مگر زمین کی گرفت سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکا۔ مجبور ہو کر تاجدار دو عالمؐ سے رحم کی درخواست کی۔ حضرت نے اسکی درخواست قبول فرمائی اور زمین سے خطاب فرمایا: "اچھا اب اسے چھوڑ دے۔"

ابھی یہ الفاظ فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ اچانک زمین کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور گھوڑے کا پاؤں باہر نکل آیا۔ سراقہ واپس لوٹا لیکن دل پر شیطان مُسلط ہو گیا اس نے خیال کیا کہ یہ واقعہ یونہی اتفاقاً پیش آ گیا تھا اس میں محمد ﷺ کا کوئی کرشمہ نہیں۔ سراقہ نے گھوڑے کی باگ موڑ دی اور پھر تعاقب کرتے ہوئے سرکارؐ کے قریب پہنچ گیا اس بار بھی لبوں کو جنبش ہوئی۔ دھرتی کا کلیجہ شق ہوا اور سراقہ اپنے گھوڑے سمیت گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے پھر رحمتِ عالمؐ کو آواز دی۔ "اے محمد ﷺ میرا سارا ساز و سامان لے لیں میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اب مصیبت سے نکل گیا تو واپس ہو جاؤں گا اور آپ کے تعاقب میں آنے والوں کو بھی ادھر نہیں آنے دوں گا۔"

تاجدار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ پھر اسے معاف کر دیا اور فرمایا "جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔ سامان کی ہمیں ضرورت نہیں البتہ لوگوں کو ہمارے تعاقب میں نہ آنے دینا۔"

آپ کے معاف کرتے ہی اس کا گھوڑا زمین کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ ابن مالک حیران تھا اور خوف زدہ بھی۔ اُس نے چند قدم واپسی کی طرف بڑھائے پھر رُکا اور بلند آواز سے بولا "اجازت ہو تو ایک بات کہوں اللہ کی قسم کوئی بُری حرکت نہیں کرونگا۔" ارشاد ہوا پوچھو کیا بات ہے عرض کیا "حضرت مجھے یقین ہے آپ کا دین پورے عرب میں غالب ہو کر رہے گا مجھ سے وعدہ کریں کہ جب میں آپ کی سلطنت میں آؤں تو آپ میری عزت کریں گے" اور یہ وعدہ مجھے لکھ کر دیں حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا تو اُنہوں نے وہاں پر دستیاب ایک ہڈی پر یہ وعدہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔ وہ پلٹا تو حضور ﷺ نے اسے آواز دی۔ "سراقہ بن مالک جب تم ،کسریٰ کے کنگن پہنو گے تو تمہیں کیسا لگے گا۔" ابن مالک حیران ہو کر بولا کسریٰ بن ہُرمز۔ شہنشاہ ایران کے کنگن! وہ دن دور نہیں جب تمہارا سینہ اسلام کی دولت کا گنجینہ بن جائیگا۔ پیغمبر صادق کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سراقہ کے دل میں اُتر گئے۔

اس واقعہ کو کئی برس بیت گئے پھر وہ دن بھی آیا جب حضور ﷺ صحابہ کے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ سراقہ آپ کے پاس آیا اس نے وہی ہڈی اُٹھا رکھی تھی جس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی طرف سے وعدہ لکھ کر دیا تھا۔ بولا اے اللہ کے رسول یہ میں ہوں سراقہ بن مالک۔ میرے پاس آپ کا لکھا ہوا وعدہ ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ سراقہ میرے پاس آؤ۔ آج وعدہ پورا کرنے کا دن ہے۔ اس نے سنا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

وقت تیزی سے گزرنے لگا حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق کا زمانہ آ گیا ایک دن لشکر اسلام کا قاصد ایران فتح کرنے کی خوشخبری لایا۔ اس کے ساتھ بہت سارا سامان بھی تھا۔ مسجد نبویؐ میں بڑے بڑے صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ قاصد نے مالِ غنیمت امیر المومنین کے سامنے رکھا۔ اس میں شاہ ایران کا تاج۔ سونے کے تاروں سے بنا ہوا شاہی لباس۔ قیمتی پٹی جس پر ہیرے جواہرات جڑے تھے اور سونے کے دو کنگن بھی موجود تھے۔ دیگر قیمتی نایاب اشیاء اس کے علاوہ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو اپنے پاس بلایا اسے شاہ ایران کا لباس پہنا کر ہیرے جواہرات کی پٹی باندھی۔ سر پر تاج رکھا اور آخر میں اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنائے۔ سراقہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس طرح کئی برسوں بعد اللہ کے رسول کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

(24) شہیدِ کربلا امام حسینؓ

تقریباً سو برس پہلے کی بات ہے۔ بھارت کے شہر جونپور میں ایک ہندو سنار سندر لال رہتا تھا۔ بے شمار دولت اور جائیداد اس کے پاس تھی۔ سونے چاندی کے زیورات کی بہت بڑی دکان تھی۔ لیکن قدرت نے اسے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا انکے ہمسایہ میں مسلمان خاندان تھا جس کے سربراہ کا نام سید شریف تھا۔ وہ ہر سال محرم کی دسویں تاریخ کو ذکر شہادت کی محفل منعقد کرتا اور تبرک حاضرین مجلس میں تقسیم کرتا۔ آج جس واقعہ کی شہر میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ وہ محرم کی روایات سے بالکل مختلف تھا۔ سید شریف کے دروازے پر شہر کے فقراء اور مساکین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی اور وہ ان پر بے دریغ پیسے لٹائے جا رہا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا صاحب خانہ نے آج اپنے تین ماہ کے شیر خوار بچے کو پیسوں کے برابر وزن کیا اور وہی پیسے تقسیم کر رہا تھا۔

سنار کی بیوی انکے گھر آئی اور معاملہ دریافت کیا جس پر مسلمان خاتون نے کہا ہم اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ علاقے میں کوئی پیر فقیر اور حکیم نہیں جس کے پاس اپنی فریاد لے کر نہ گئے ہوں لیکن ہماری مراد بر آئی ہو۔ گذشتہ سال یوم عاشور کو ہم روزے میں تھے افطار کے وقت ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اچانک بیٹھے بیٹھائے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رہ رہ کر یہ خیال نشتر کی طرح دل میں چبھنے لگا کاش آج ہمارے بچے ہوتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھتے۔ ہر چند اس خیال کو دل سے نکالنا چاہتی تھی لیکن محرومی کی آگ سارے جسم میں پھیل گئی۔ بے ساختہ میرے منہ سے چیخ نکل پڑی۔

یا حسینؓ میری ڈوبتی ہوئی کشتی کو باہر نکالو۔ یعنی میری زندگی کا ارمان پورا کرتے ہوئے میری گود ہری کر دو۔ میرا جسم نڈھال ہو چکا تھا بغیر کچھ کھائے پیے میں چارپائی پر لیٹ گئی۔ اتنا یاد ہے میں تن تنہا ایک میدان میں کھڑی ہوں رات کا وقت ہے۔ اندھیرا گہرا ہے اچانک آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا اور میری گود میں آ کر گر گیا۔ ساتھ یہ آواز آئی جا! مایوسیوں کے منجدھار سے تیری کشتی نکال دی گئی ہے جلد ہی تیرے گھر

میں چراغ روشن ہوگا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ ابھی چند دن بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ میرا خواب سچ ہونے لگا ٹھیک نو ماہ بعد خواب کی تعبیر میری گود میں مچلنے لگی۔ اسی خوشی میں آج حضرت امام حسینؓ کے نام کی خیرات لٹائی گی ہے۔

کہانی سن کر سنار کی بیوی پھوٹ پڑی اور بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈنے لگا۔ اس نے کہا کاش میں بھی انکے گھر کی لونڈیوں کی قطار میں کھڑی ہوتی۔ بی بی فاطمہؓ ایک ہندو عورت کی فریاد کیونکر سنیں گی۔ مسلم خاتون نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ایسا مت سوچو انکے نانا سارے جہانوں کیلئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ سنار کی بیوی نے عاشورہ محرم کا تبرک لے کر کربلا کی طرف منہ کیا اور دل ہی دل میں شہزادہ کونین کی سرکار میں اپنا استغاثہ پیش کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد غیر مسلم خاتون نے محسوس کیا کہ اس کے دل کی تمنا پوری ہو رہی ہے۔ دوسرے مہینے میں یقین کے آثار پوری طرح نمایاں ہوگئے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جب اس نے اپنے شوہر کو اس کی اطلاع دی تو فرط حیرت سے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ آج صبح ہی سے سنار کے گھر پر شہنائی بج رہی تھی اندر سے لے کر باہر تک سارا ماحول خوشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ شہر کے سارے فقیر دروازے پر کھڑے تھے آج سنار کے گھر بچی تولد ہوئی تھی۔

وہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ یہ سب شہید کربلا کے روحانی فیض کی برکت ہے۔ بہت سے مہمانوں کو میاں بیوی کا یہ انداز پسند نہ آیا کہ وہ ہندو دھرم رکھ کر مسلمانوں کے پیر کے گن گا رہے تھے۔ بچی شباب کی منزل تک پہنچی تو اس کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ سارے علاقے میں اس کے حسن و شباب کا ڈنکا بج رہا تھا۔ بڑے بڑے جاگیرداروں اور نوابوں کے پیغامات آئے۔ ایک جاگیردار کا بیٹا تو اس کا دیوانہ ہوگیا اس نے اپنی ماں سے کہا "جونپور کے سنار کی بیٹی سے اگر میری شادی نہ ہوئی تو میں زہر کھا کر جان دے دونگا۔"

اسکی ماں خاندانی راجپوت کی بیٹی تھی۔ اس نے کہا ایک معمولی بات کیلئے تم نے اتنی بڑی قسم کھائی ہے۔ سنار کی کیا مجال ہے کہ وہ ہمارے حکم کی سرتابی کرے اگرچہ یہ رشتہ ہماری برابری کا نہیں لیکن تمہاری خاطر سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔ پیغام بھیجا گیا تو جواب ملا بہت سے پیغامات آئے ہیں لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا وقت آنے پر فیصلہ کیا جائے گا۔ جاگیردار کی بیوی یہ جواب سن کر غصہ سے سرخ ہوگئی۔ "دیکھنا یہ

حور کی شادی کہاں کرتی ہے اگر اس کی بجی سجائی ڈولی دروازے پر نہ منگواؤں تو میں بھی راجپوت کی بیٹی نہیں۔"
سنار کی بیٹی جس کا نام "لالہ" تھا اس کے حسن و جمال کی شہرت پورے علاقے میں پھیل چکی تھی۔ آخر کار ایک سنار گھرانے کے نوجوان سے لالہ کا رشتہ طے پا گیا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ برات آئی رخصتی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کہاروں نے دلہن کی پالکی اُٹھائی اور دولہا کی سواری آگے بڑھ گئی۔ دوسری طرف جاگیردار کی بیوی غیظ و غضب اور حسد کی آگ میں جل رہی تھی۔ عین دوپہر کے وقت مخبر نے اطلاع دی کہ سورج ڈھلنے کے بعد دلہن کی رخصتی ہو چکی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا اگر تیری رگوں میں اپنے باپ راجپوت کا خون ہے تو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے سنار کی بیٹی کی پالکی ہمارے محل کے دروازے پر لگ جائے۔

بیٹا بولا "نورالدین پور" کے راستے میں جو جنگل پڑتا ہے وہاں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہمارے سپاہی پہنچ چکے ہیں۔ میں بھی وہی جارہا ہوں شام ہوتے ہی دلہن کی پالکی ہمارے محل کے دروازے پر ہو گی۔ نورالدین پور سے ایک میل کے فاصلے پر گھنا جنگل پڑتا تھا جب وہاں بارات پہنچی تو گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ پلک جھپکتے ہی ننگی تلوار چمکاتے دس، پندرہ کڑیل جوانوں نے پالکی کو گھیر لیا۔ کہار اپنی جان کے خوف سے پالکی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ دلہن پر سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جاگیردار کا بیٹا شراب میں مست تھا اس نے للکارتے ہوئے کہا دولہا، دلہن کو اُٹھا کر جنگل میں لے چلو وہاں دولہے کو قتل کر کے نئی نویلی دلہن کے ساتھ پہلی رات کی ملاقات کی جائیگی۔

دولہا کو رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور پالکی اُٹھا کر جنگل کے اندر لے گئے۔ جاگیردار کا بیٹا نشے کی حالت میں دلہن کے قریب پہنچ گیا اور کہا اس وقت میں تمہارا پتی ہوں تمہارے پتی کو ابھی خون میں نہلا دیا جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ لالہ کی طرف ہاتھ بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ اس کے منہ سے چیخ نکلی "یا حسینؓ" میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ یہ کلمہ سن کر جاگیردار کا بیٹا غصے سے تلملا اُٹھا۔ ہندو دھرم کی لڑکی ہو کر مسلمانوں کے دیوتا کو پکارتی ہے۔ دیکھتا ہوں کون تجھے میرے ہاتھ سے بچاتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساتھیوں کو للکارا تلوار سے اس کے پتی کے دو ٹکڑے کر دو اور لڑکی کو شکنجے میں کس کر گھوڑے پر باندھ دو۔ سپاہی رسیوں کا شکنجہ لے کر لالہ کے قریب پہنچ گئے۔ اچانک فضا میں بجلی کوندی۔ ایک تلوار چمکی اور کڑکتی ہوئی

آواز سے آنکھیں بند ہو گئیں تھوڑی دیر بعد آنکھوں کے پٹ کھلے تو زمین پر پندرہ لاشیں تڑپ رہی تھیں۔ رسیوں میں جکڑے شوہر کی گرہیں کھل چکی تھیں اور وہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جذبہ عقیدت سے لالہ اور اس کے شوہر کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے زمیں پر جھک گئیں۔ کربلا والے سرکار کی چمکتی تلوار سے کافر ہی قتل نہیں ہوئے بلکہ دولہا اور دلہن کا کفر بھی قتل ہو کر رہ گیا تھا۔

جان کے خوف سے بھاگے ہوئے کہاروں نے نورالدین پور پہنچ کر سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ خبر سنتے ہی گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ بجلی کی طرح سارے علاقے میں اس واقعہ کی خبر پھیل گئی۔ جس نے جہاں سنا۔ جنگل کی طرف دوڑ پڑا۔ سنار اور اس کی بیوی کو اطلاع ملی تو وہ فوراً اس مقام پر پہنچے۔ ہزاروں افراد کا جنگل میں میلہ لگ گیا۔ پالکیوں کی تلاش میں مشعل بردار جنگل میں گھس گئے۔ جھاڑیوں کے جھنڈ میں چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔ وہاں پہنچے تو سب پر سکتے کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پالکیاں خالی پڑی تھیں۔ جھلنے والی چیزوں کے ساتھ لاشوں کا انبار تھا۔ رسیوں کی کمند الگ پڑی تھی۔ تلواریں چمک رہی تھیں لیکن ان پر خون کا دھبہ نہیں تھا۔ حیرانی کے عالم میں لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ مشعل بردار آگے بڑھے تو دیکھا کہ دولہا اور دلہن سجدے کی حالت میں بے خبر پڑے ہیں۔ انکے منہ سے چیخ نکل پڑی دولہا دلہن مل گئے۔ اس آواز پر سب لوگ دوڑ پڑے۔ ان پر نیم بے ہوشی کا عالم طاری تھا۔ انکے منہ سے ایک لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ فوراً پالکی میں لاد کر جونپور لایا گیا۔ رات بھیگ چکی تھی اپنی پناہ گاہ پر پہنچ کر لالہ پوری طرح ہوش میں تھی۔ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس نے ایک ایک کر کے سارا واقعہ سنایا۔ بڑی مشکل سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل سکے۔

کربلا والی سرکار کو آواز دیتے ہی کڑک کے ساتھ بجلی چمکی اور دہشت سے آنکھیں بند ہو گئیں اس کے بعد کس طرح کیا ہوا ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں۔ کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا زمین پر لاشوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ لالہ کی ماں دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا کر چیخ پڑی یا حسین تم سچے، تمہارا دھرم سچا، تم گواہ رہنا آج ہم سب تمہارے نانا جان کا مذہب قبول کرتے ہیں۔ واقعات کے راویوں کا کہنا ہے اس خاندان کے علاوہ ہزاروں افراد کربلا والے سرکار کی برکتوں سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (زلف وزنجیر)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(25) حضرت بلالؓ

آسمان سے چنگاریاں برس رہی تھیں۔دوپہر کا وقت تھا۔حبشی نژاد غلام کو ریت کے انگاروں پر لٹا دیا گیا اُوپر سے کئی من پتھر کی چٹان سینے پر رکھ دی گئی تا کہ سلگتا ہوا جسم کروٹ بھی نہ بدل سکے۔اُمیہ ہاتھ میں تازیانہ لئے پوچھ رہا تھا۔

بتا! کیا اب بھی محمد ﷺ کا کلمہ پڑھے گا۔تیری ہڈیاں بھی جل جائیں گی اب تو جھوٹے دین (نعوذ باللہ) سے توبہ کر لے اگر تو اپنی ضد سے باز نہ آیا تو تیرے جسم کو جلا کر راکھ کر دونگا۔سارا عرب میرے ساتھ ہے کوئی تیری حمایت کیلئے کھڑا نہ ہوگا۔

لرزتی ہوئی آواز فضا میں گونجی۔رسول عربی کا کلمہ زندگی کی آخری سانس تک پڑھتا رہوں گا۔ایک حبشی غلام کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا معراج ہوگی کہ اس کے جسم کی راکھ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کو چھوئے۔عشق رسالت کی موت ہلاکت نہیں حیات جاوید ہے۔

دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اُمیہ سے کہہ رہے تھے میں تمہارے حبشی غلام کیلئے منہ مانگی قیمت دینے کیلئے تیار ہوں جیسے ہی اس نے زبان کھولی۔آپ نے منہ مانگی قیمت ادا کر کے حضرت بلالؓ کو خرید لیا۔اب حضرت بلالؓ نہ صرف آزاد تھے بلکہ عالم اسلام کے ایک فرد تھے۔

شب معراج جنت کی سیر کرتے ہوئے سرکار دو عالمؐ نے ایک حور کو روتے دیکھا حضرت جبریل آپ کے ہم رکاب تھے۔اُنہوں نے گریہ رزاری کی وجہ پوچھی۔سرکار دو عالمؐ جاننا چاہتے ہیں۔عرض کیا! ایک مدت سے میرے سینے میں یہ آرزو مچل رہی تھی کہ بارگاہِ ایزدی میں دریافت کروں روز قیامت میرا ساتھی کون ہوگا حکم ہوا سامنے جو آئینہ رکھا ہے اس میں دیکھ لو تیرے جوڑ کی جھلک نظر آئیگی۔یارسول اللہ ﷺ میں خوشی خوشی آئینہ کی طرف بڑھی کیا دیکھا سیاہ چہرہ، چھوٹی آنکھیں، موٹے ہونٹ، چپٹی ناک، بھدا چہرہ، تنگ و تاریک پیشانی اور وحشت کا پیکر ایسے شخص کے ساتھ میرا تعلق کیسے جوڑا جا سکتا ہے۔ارشاد فرمایا جو تو

نے سراپاء بیان کیا ہے وہ میرے بلال کا ہے وہ سچا عاشق ہے ایسے گوہر نایاب کو پا کر تو اپنی بدنصیبی کا شکوہ کر رہی ہے۔

سرکار کا ارشاد سن کر وہ بے خود ہو گئی۔ حضرت میری معذرت قبول فرمایئے میرے غم کا بوجھ اتر گیا ہے۔ مجھے وہی سیاہ فام بلال پسند ہے۔ میں اپنی خوش نصیبی پہ نازاں ہوں کہ سلطان کونین کا پروردہ میرے حصہ میں آیا۔ اسکی معذرت قبول فرمائی گئی اور سرکار دوجہاں دعائیں دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسم محمد ﷺ کا احترام

شہنشاہ ہند اورنگزیب عالم گیر نے بھارت پر تقریباً پچاس سال حکومت کی۔ ایک دفعہ ایرانی شہزادہ ان سے ملنے آیا۔ بادشاہ نے اپنی خوابگاہ کے ساتھ ہی شہزادے کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دے دی۔ نصف شب کے بعد بادشاہ نے خدمتگار کو آواز دی ''حسن'' نوکر نے لبیک کہا اور ایک لوٹا پانی کا بھر کر بادشاہ کے پاس رکھا اور خود واپس چلا گیا۔ ایرانی شہزادہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ صبح کو شہزادے نے رات کے واقعہ کی وضاحت چاہی نوکر نے کہا جناب ہمارے بادشاہ حضور ﷺ کا اسم گرامی بغیر وضو نہیں لیتے۔ جب انہوں نے مجھے حسن کہہ کر پکارا تو میں سمجھ گیا انکا وضو نہیں ہے ورنہ وہ مجھے ''محمد حسن'' کہہ کر پکارتے اس لئے میں ان کیلئے پانی کا لوٹا رکھ کر واپس آ گیا تا کہ وضو فرمالیں۔ شہزادہ یہ سن کر حیران رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(26) شوقِ شہادت

تین بھائی تھے تینوں کے دل میں شہادت کی تمنا تھی۔خوشنودی حق کیلئے خون کا آخری قطرہ دے کر بھی اگر سرکارِ بطحٰی راضی ہو جائیں تو سودا مہنگا نہیں۔ساری متاع ہستی لٹا کر بھی اگر نجات کا پروانہ مل جائے تو زندگی کی سب سے بڑی منفعت ہے۔اس جذبہ سے تینوں بھائی گھر سے نکلے۔شبانہ روز چلتے رہے پہاڑی کے دامن سے گذرتے ہوئے کسی ہموار زمین کی جستجو میں تھے تاکہ تھکن دور کر لی جائے۔کچھ بلندی پر ایک ہموار چٹان نظر آئی۔نہایت تیزی سے تینوں بھائی اس پر چڑھ گئے۔اذان کے بعد نماز ادا کی گئی۔قریب ہی لشکر اسلامی کے آثار نظر آرہے تھے۔پہاڑ کے کنارے کنارے لشکر کی تلاش میں نکلے۔قریب ہی دو عربی سوار نظر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔قریب پہنچ کر انہوں نے کہا آپ کون ہیں اور کہاں سے آرہے ہیں۔انہوں نے جواب دیا ہم ملک شام سے آرہے ہیں۔خدا کی راہ گھائل ہو کر جان دینے کی آرزو ہمیں یہاں تک لے آئی ہے۔عربی سوار گھوڑے سے اتر پڑے اور اسلامی تہذیب کے مطابق مصافحہ اور معانقہ کرنے کے بعد کہا کہ پہاڑ کے عقب میں اسلامی لشکر ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔

تین نئے مجاہدین کی آمد پر سارے لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔سپہ سالار نے انہیں خوش آمدید کہا اور دینی جذبہ معلوم کر کے مبارکباد دی۔نماز تہجد سے فارغ ہوتے ہی کوچ کا اعلان ہوا۔روم کی سرحد کے قریب پہنچ کر سپہ سالار نے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔

پہاڑوں اور جنگلوں کے محفوظ مقامات سے گذرتا ہوا لشکر آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک رومیوں کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔دونوں نے تلواریں نکالیں اور حرکت میں آگئے۔تینوں بھائی دشمن کی صفوں میں گھس کر قلب لشکر تک جا پہنچے۔رومی سپہ سالار کا حلقہ توڑنا ہی چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے کمند پھینک کر انہیں گرفتار کر لیا۔لڑائی ختم ہونے کے بعد انہیں جنگی قیدی بنا کر رومی اپنے ساتھ لے گئے۔اسلامی لشکر کی ایسی دھاک بیٹھی کہ رومی راہ فرار اختیار کر گئے اس طرح اسلامی لشکر کو واپس حجاز کی طرف لوٹ آنا پڑا۔

تینوں بھائی روم کے بادشاہ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا تم ہمارے ملک پر حملہ کرنے آئے تھے۔ اس جرم کی سزا موت ہے لیکن مجھے تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے۔ ایک شرط پر معافی ہو سکتی ہے۔ بڑے بھائی نے پوچھا شرط کیا ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا بڑی معمولی شرط ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب قبول کر لو۔ نوجوان نے جذبات کے تلاطم میں شرابور ہو کر کہا۔ عالمِ قدس کی طرف جانے والے مسافر تیار کھڑے ہیں۔ یہاں سے جنت کا فاصلہ صرف ایک قدم ہے۔

عیسائی بادشاہ نے غضب سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا گستاخ اپنی زبان کھول کر تو نے موت کا آواز دی ہے۔ بادشاہ نے جلادوں کو حکم دیا۔ دہکتی ہوئی آگ پر تیل سے بھرا ہوا کڑاہ چڑھاؤ جب اُبلتے ہوئے چشمے کی طرح کھولنے لگے تو مجھے فوراً خبر کرو۔ تیل پھوٹ پھوٹ کر اُبلنے لگا۔ جلادوں نے پہلے بڑے بھائی کی گردن میں پھندا ڈالا۔ دین کا ایک مجاہد اُوپر اُٹھ رہا تھا۔ کڑاہ کے بالمقابل پہنچ کر جلادنے رسی ڈھیلی کر دی۔ اچانک فضا میں کلمہ شہادت کی آواز گونجی اور وہ واصلِ بحق ہو گیا۔ دوسرے بھائی کے ساتھ بھی اسی طرح کیا گیا۔ تیسرے بھائی کو جب کڑاہ میں پھینکنے لگے تو وزیر مملکت چیخ اُٹھا۔ حضرت یہ کمسن نوجوان تنہا رہ گیا ہے۔ اسے مذہب اسلام سے منحرف کیا جا سکتا ہے۔ اسے میرے حوالے کر دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں چالیس دن کے اندر اندر اسے عیسائی مذہب قبول کرنے کیلئے اسے تیار کر لوں گا۔

وزیر نے اپنے محل میں پہنچ کر یہ کام اپنی بیٹی کے سپرد کر دیا۔ آدھی رات کے وقت شہزادی اس کے کمرہ میں داخل ہوئی تو دیکھا نوجوان پیشانی زمین پر رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ صبح ہو گی۔ تیسرے دن سرِ شام ہی شہزادی نوجوان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ نوجوان نماز کی حالت میں نہیں تھا۔ اب اسے اپنے حسن کے جادو جگانے کا موقع مل گیا۔ جونہی وہ آگے بڑھی نوجوان نے نماز کی نیت باندھ لی۔ چالیس دن اسی طرح گذر گئے۔ نوجوان نے آنکھ بھر کر شہزادی کی طرف نہ دیکھا۔ نوجوان کی زندگی کا تقدس شہزادی کے دل پر اثر انداز ہو گیا۔ پہلی آواز جو شہزادی کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی۔ اے نوجوان میں ایسے مذہب پر لعنت بھیجتی ہوں جو اپنی بیٹیوں کی عصمت بیچ کر اپنے لئے جگہ حاصل کرتا ہے۔ خلوصِ دل کے ساتھ میری درخواست ہے مجھے بھی مذہب اسلام میں داخل کر لیجئے۔ نوجوان نے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔

توحید ورسالت کا اقرار کرانے کے بعد اسے حلقہ اسلام میں داخل کرلیا۔

مسلمان ہونے کے بعد شہزادی نے مشورہ دیا۔ ہمیں جلد ہی یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ نوجوان نے اس شرط پر چلنا منظور کردیا۔ کہ تمہیں نقاب میں رہ کر میرے پیچھے چلنا ہوگا۔ اگلی رات سارا محل نیند کی آغوش میں تھا۔ دو تیز رفتار گھوڑے محل کے عقبی دروازے پر کھڑے تھے۔ آگے آگے نوجوان، پیچھے پیچھے شہزادی چل رہی تھی۔ پہاڑوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز کانوں میں پڑی۔ دونوں سنبھل کر کھڑے ہوگئے۔ شہزادی نے کہا معلوم ہوتا ہے دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔ نوجوان نے تسلی دیتے ہوئے جواب دیا۔ اگر کوئی بُری نیت سے آرہا ہے تو میری تلوار اسکا کام تمام کردے گی اور اگر مسافر ہے تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔

دو پہاڑوں کے دَرّے سے نکلنے کے بعد نوجوان نے عجیب تماشا دیکھا کہ اس کے بھائی گھوڑوں پر سوار اُس کے سامنے موجود ہیں۔ بے ساختگی سے اس کے منہ سے چیخ نکل پڑی۔ بھائی جان! آپ یہاں کیسے۔ بڑے بھائی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ شہیدوں کا حال عام مردوں سے مختلف ہے۔ عالم برزخ میں وہ جہاں جانا چاہئیں جاسکتے ہیں۔ عالم بالا میں تمہاری پاکدامنی کے دھوم مچی ہوئی ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تمہارا عقد نکاح نومسلمہ شہزادی سے کردیں۔ شہیدوں کی روحیں تمہاری بزم نکاح میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوئی ہیں۔ ارواح طیبہ کی موجودگی میں ایجاب وقبول کی رسم ادا کی گئی۔ تمام روحوں نے نئے جوڑے کو مبارکباد دی۔ بھائیوں نے دولہا، دلہن پر جنت کے پھول نچھاور کیے اور روحوں کا مجمع نگاہوں سے اُوجھل ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(27) اَسْوَدْ رَاعِی

"اَسْوَدْ رَاعِی" نام کا ایک شخص حبشی غلام تھا جو یہودیوں کے مویشی چرایا کرتا تھا۔ اپنے وقت کا اکثر حصہ صحرا میں ہی گذارتا تھا ایک دن شام کو آبادی میں پلٹ کر آیا تو دیکھا کہ سارے یہودی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ تلواروں پر پانی چڑھایا جا رہا ہے۔ تیروں اور نیزوں کی نوکیں صاف کی جا رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا یہ کس سے جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ یہود نے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عرب کے نخلستان میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوّت کا مدعی ہے۔ اپنے ساتھ دیوانوں کی ایک فوج لے کر فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے اسی کے ساتھ ہم مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

یہ جواب سن کر چرواہے کے لاشعور میں اچانک جستجوئے شوق کا چراغ جل اُٹھا اور وہ حقیقت کے قریب ہو کر سوچنے لگا بلاوجہ کوئی دیوانہ نہیں ہوتا ایک فوج جو جان دینے کیلئے ساتھ آئی ہے۔ یہ کشش صرف جمالِ حق کی ہے۔ سوچتے سوچتے اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ یقیناً وہ ایک سچا پیغمبر ہے۔ یہ کہتے ہوئے اُٹھا اور بکریوں کو ساتھ لیتے ہوئے بے خودی کے عالم میں ایک طرف چل پڑا۔ بالآخر وہ سراغ لگاتے لگاتے مدنی سرکارؐ کے لشکر میں پہنچ گیا۔ حضور علیہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے پہلا سوال یہ کیا۔

"آپ کس بات کی دعوت دیتے ہیں"۔

اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ "وحدہ لاشریک" ہے اور میں اس کا آخری رسول ہوں۔

اس نے پھر دریافت کیا اگر میں اللہ پر ایمان لاؤں اور آپ کی نبوت کا اقرار کر لوں تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا۔ فرمایا! آخرت کی دائمی آسائش، جذبہ شوق میں بے قابو ہو کر اس نے تیسرا سوال کیا۔

یارسول اللہ ﷺ میں حبشی نژاد ہوں۔ میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے۔ میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے۔ میں ایک صحرا نورد چرواہا ہوں۔ میرے بدن سے پسینے کی بدبو نکلتی ہے۔ اگر میں بھی آپ کے دیوانوں کی فوج میں شامل ہو

جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت میں داخلے کی اجازت مل سکے گی؟

ارشاد فرمایا! ضرور ملے گی۔ یہ سنتے ہی وہ بے خود ہو گیا اور اسی عالم میں کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسکے بعد اس نے سرکار دو جہاں ﷺ سے بکریوں کی بابت دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا! دوسرے کی چیز ہمارے لیے حلال نہیں۔ انہیں قلعہ کی طرف لے جاؤ اور کنکر مار کر ہنکا دو یہ سب اپنے اپنے مالک کے پاس چلی جائیں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن ولولہ شہادت سے اسے ایک لمحہ قرار نہیں تھا۔ فوراً اُلٹے پاؤں واپس لوٹ آیا۔ اور مجاہدین اسلام کی صفوں میں شامل ہو گیا۔ دوسرے دن میدانِ جنگ میں سپاہیوں کی قطار کھڑی ہوئی تو جذبہ شوق کا اضطراب اِسکے چہرے سے عیاں تھا۔ طبلِ جنگ بجتے ہی اس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور وہ دیوانوں کی طرح دشمنوں کی یلغار میں کود پڑا۔ بے جگری کے ساتھ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ زخموں سے سارا جسم لہولہان ہو گیا لیکن شوق شہادت کے نشے میں وہ دشمن کی طرف بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ چاروں طرف اس پر تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ اب وہ نیم جان ہو کر زمین پر تڑپ رہا تھا اور گھائل جسم میں اسکی روح تڑپ رہی تھی۔ جنت کا فاصلہ اس سے بہت قریب رہ گیا تھا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب اسکی نعش حضور ﷺ کے سامنے لائی گئی تو اس کے فیروز بخت انجام پر سرکار کی پلکیں بھیگ گئیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اسے جنت کی ''نہر حیات'' میں غوطہ دیا گیا ہے اب اسکے چہرے کی چاندنی سے فردوس کے بام و در جگمگا اُٹھے ہیں۔ اسکے پسینے کی خوشبو میں حُورانِ بہشتی اپنا آنچل بسا رہی ہیں۔ جنت کی دو حوریں اسے اپنے جھرمٹ میں لئے باغِ خُلد کی سیر کرا رہی ہیں۔ سُبحان اللہ!

حضرت رسالت پناہ ﷺ کے اسی بیان سے صحابہ کے قلوب رشک سے مچل گئے اور اس کی سعادتمندی اور خوش بختی پر سب محوِ حیرت تھے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے اور کوئی عمل خیر نہیں کیا تھا۔ اس کے نامہ عمل میں نہ ایک وقت کی نماز تھی، نہ ایک سجدہ تھا اسکے باوجود وہ بڑے بڑے زاہدان شب زندہ دار کو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ سچ ہے کہ:

عشق و اخلاص کی ایک جنوں انگیز ادا ہزار برس کی عبادتوں پر بھاری ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(28) حضرت سعید بن جبیر

سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے۔ "بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے"۔
عبدالملک بن مروان کی طرف سے حجاج کو حاکم مقرر کیا گیا۔ وہ ایک ظالم حکمران تھا اہل کوفہ و بصرہ اُس کی خونریزی سے لرزاں تھے۔ کیونکہ وہ ستر ہزار بے گناہ لوگوں کے خون کا مرتکب ہو چکا تھا۔ حضرت سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں حکومت اور حجاج کو ان سے عداوت تھی۔ کیونکہ اُنہوں نے حجاج کا مقابلہ کیا تھا۔ حکومت نے اپنے خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا جس نے سعید بن جبیر کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حضرت کو دیکھتے ہی حجاج کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا۔

حجاج: تیرا نام کیا ہے۔

سعید: سعید بن جبیر (سعید کا معنی خوش بخت اور جبیر کا معنی اصلاح کی ہوئی چیز ہے)

حجاج: نہیں تیرا نام شقی بن کسیر ہے۔ (شقی کا معنی بد بخت اور کسیر کا معنی ٹوٹی ہوئی چیز ہے)

سعید: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھی۔

حجاج: تو بھی بد بخت ہے اور تیری والدہ بھی بد بخت ہے۔

سعید: غیب جاننے والا ہے جو علام الغیوب ہے۔

حجاج: میں تجھے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔

سعید: اگر یہ تیرے اختیار میں ہوتا تو میں تجھے معبود مان لیتا۔

حجاج: حضور ﷺ کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے۔

سعید: وہ نبی رحمت ہیں۔

حجاج: خلفاء کے بارے میں تیری رائے کیا ہے۔

سعید: ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔

حجاج: بتا تجھے میں کس طرح قتل کروں۔

سعید: جس طرح سے قتل ہونا تجھے پسند ہو۔

حجاج: آگ بگولہ ہوکر کہنے لگا اسے لے جاؤ اور قتل کرو۔

جلاد: حضرت سعید بن جبیرؓ کو دربارِ حجاج سے قتل گاہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ آپ مسکراتے رہے۔

حجاج نے واپس لانے کا حکم دیا۔ جب آپ واپس لائے گئے تو حجاج نے کڑک کر کہا۔

حجاج: اس بے موقع تبسم کا کیا مطلب ہے۔

سعید: اللہ تعالیٰ کی عنایت و احسان پر ہنس رہا ہوں کہ دنیا سے مظلوم ہوکر جا رہا ہوں، ظالم نہیں۔

حجاج: آخر کونسی چیز ہے جو تجھے ہنسا رہی ہے۔

سعید: تجھ جیسے متکبر کی جرأت اور پھر اللہ تعالیٰ کا حلم۔ اس تعجب اور تحیر نے مجھے ہنسایا ہے۔

حجاج: (جلادوں سے) اسے میرے سامنے لٹا کر قتل کرو۔ حضرت ابن جبیر کو بے رحمی سے لٹایا گیا۔

سعید: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ٥

(الانعام ۷۹)

میں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہوکر اور میں مشرک نہیں ہوں۔

حجاج: اسکو جکڑ لو تا کہ منہ قبلہ کی طرف نہ کر سکے۔ آپ جکڑے گئے اور قبلہ سے منہ پھرائے گئے۔

سعید: (پیچھے آتے ہی) فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ ۱۱۵)

تم جدھر منہ کرو۔ اُدھر وجہُ اللہ۔ (اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے)

حجاج: اسے اُوندھا کر کے خنجر چلانا۔

سعید: (منہ کے بل ہوتے ہوئے) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی ٥ (طٰهٰ ۵۵)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں لے جائیں گے اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔

آپ نے فرمایا: میری بات کا گواہ رہ بروز قیامت انشاء اللہ تجھے ملونگا۔ آپکی گردن پر خنجر رکھ دیا گیا۔

آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلٰی اَحَدٍ یَقْتُلُہٗ بَعْدِیْ ۝

اے اللہ میرے قتل کے بعد ظالم حجاج کو اور کسی پر قتل کی طاقت نہ دینا۔

یہ دعا زیر لب تھی کہ خنجر چلایا گیا آپ کی روح قصرِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ قتل کے بعد حضرت سعید بن جبیر کے جسم سے اتنا خون نکلا کہ درباری دیکھ کر حیران ہو گئے۔ حجاج نے ماہرین سے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اس مردِ حق کو کسی قسم کا خوف یا موت کا ڈر نہیں تھا۔ جسکی وجہ سے اتنا خون نکلا۔

آپ کی شہادت کے ٹھیک دو ہفتے بعد حجاج کے پیٹ میں درد ہوا تو مخبوط الحواس ہو کر چلانے لگا۔ طبیب کو بلایا گیا اس نے حجاج کے جسم کو ٹٹولا مگر مرض کا پتہ نہ چلا۔ آخر اس نے ایک غلیظ اور بدبودار گوشت کا ٹکڑا بذریعہ دھاگہ اس ظالم کے پیٹ میں لٹکایا تاکہ مرض کا پتہ چل سکے۔ کچھ دیر بعد وہ ٹکڑا باہر نکالا تو خون آلود تھا طبیب نے کہا یہ دنیاوی مرض نہیں۔ یہ آسمانی بلاؤں میں مبتلا ہے۔ لہٰذا شفا ناممکن ہے۔ اسی مرض (دردِ شکم) میں حجاج بن یوسف عالم کس مپرسی میں موت کے گھاٹ اُتر گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کی مسکراہٹ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا اور مجھے "حرہ" کی طرف لے گئے پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا "اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا" پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے۔ (اور کہتا ہے) اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ (حیاۃ الصحابہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(29). زندگی میں جنت کی سیر

جامع مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے بڑے دروازے کے بائیں جانب ایک کنواں ہے، اس کا نام بسر ورقہ ہے۔ اس کنویں کے بارے میں کئی احادیث ملتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوبکر بن ابی مریمؓ نے حضرت عطیہ بن قیسؓ سے نقل کی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے: ''میری امت میں سے ایک شخص زندگی میں اپنے پاؤں سے چل کر جنت میں داخل ہوگا'' حضرت فاروق اعظمؓ کا دورِ خلافت تھا کچھ لوگ بیت المقدس میں نماز پڑھنے آئے، ان میں بنو تمیم کے ایک شخص شریک بن حباشتہ تھے۔ وہ پانی لینے اس کنویں میں آئے۔ پانی نکالتے ہوئے ان کا برتن کنویں میں جا گرا اس برتن کو نکالنے کیلئے وہ کنویں میں اترے تو انہوں نے کنویں کی دیوار میں ایک دروازہ دیکھا، اس دروازے کے دوسری جانب انہیں بڑے شاداب باغات نظر آئے، یہ اس دروازے کو عبور کر کے باغ میں چلے گئے۔ وہاں گھومتے پھرتے رہے، واپس آنے لگے تو انجیر کے درخت کا ایک پتا توڑا اور اسے اپنے کان سے لگا لیا۔ کنویں سے باہر آ کر انہوں نے وہاں کے نگران کو یہ بات بتائی۔ نگران نے حضرت شریک بن حباشتہ کے ساتھ کچھ لوگ کنویں میں اتارے تا کہ اس بات کی تصدیق کریں، جب یہ لوگ نیچے آئے تو انہیں کوئی دروازہ نظر نہ آیا اور نہ ہی کوئی باغ۔ نگران نے حضرت شریک بن حباشتہ سے ان کی غلط بیانی کی وضاحت چاہی۔ انہوں نے درخت کا وہ پتا انہیں دکھایا، پتے کو دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی، پھر یہ واقعہ خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کو لکھا کر بھیجا گیا۔ آپؓ نے جواباً تحریر فرمایا کہ دیکھو یہ پتا خشک ہو جائے یا رنگ تبدیل کرے تو جنت کا نہیں، اگر جوں کا توں رہے تو جنت کا ہے کیونکہ جنت کی چیزوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ وہ پتا اسی حالت میں رہا، یہ ایک عجیب و غریب پتا تھا۔ ایک طرف تو پورے آدمی کو اپنے اندر چھپا لیتا تھا دوسری طرف اگر کوئی چاہتا تو اسے اپنی ہتھیلی میں بند کر سکتا تھا۔ اس واقعہ کو مورخ مجیر الدین عبدالرحمٰن بن محمد العمری الحنبلی نے اپنی کتاب الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل کے باب ذکر صفتہ المسجد میں ذکر کیا ہے۔

(باب سوم)

﴿اولیائے عظام کی حکایات﴾

(30) حضرت امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ حضورﷺ کی زیارت کے لیے جب مدینہ منورہ پہنچے اور روضہ انور پر حاضر ہوکر عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن روضہ انور سے جواب آیا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْن. آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور جس جگہ وفات پائی وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضا (چیف جسٹس) بننے کی پیشکش کی جسے آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے آپ سے پوچھا آپ کا فتویٰ ایسے شخص کے بارے میں کیا ہے جو

۱۔ جنت کا امیدوار نہ ہو اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہو نہ خدا سے۔

۲۔ وہ مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجود کے نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ بن دیکھے گواہی دیتا ہے اور سچی بات کو ناپسند کرتا ہے۔

۴۔ فتنہ کو دوست رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے۔

۵۔ یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

امام اعظم نے اپنے شاگردوں سے فرمایا ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو انہوں نے کہا ایسا شخص بہت بُرا ہے۔ یہ صفات تو کافروں کی ہیں آپ نے تبسم فرمایا اور کہا نہیں۔ بلکہ ایسا شخص تو اللہ کا دوست ہے اور کامل مومن ہے۔ پھر آپ نے اس شخص سے کہا کہ اگر میں اس کا جواب بتادوں تو کیا میری بد گوئی سے باز رہے گا اس نے وعدہ کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا۔

۱۔ وہ رَبِّ جنت (جنت بنانے والے رب کی) امید رکھتا ہے اور رَبِّ دوزخ (دوزخ بنانے والے رب) سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ وہ اس پر ظلم کرے گا۔

۲۔ مُردہ مچھلی کھاتا ہے۔ جنازے کی نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ اللہ کو بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے اور موت کو ناپسند کرتا ہے۔

۴۔ مال اور اولاد (فتنہ) کو دوست رکھتا ہے اور رحمت (بارش) سے بھاگتا ہے۔

۵۔ یہود کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ. یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں۔ نصاریٰ کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ. نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں۔

(البقرہ ۱۱۳)

اس شخص نے جب یہ پُر مغز جوابات سنے تو امام صاحب کے سر پر بوسہ دیا اور کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں آپ حق پر ہیں۔

دلہنوں کی تبدیلی:

ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کا نکاح دوسرے شخص کی دو بیٹیوں سے کیا اور دوسرے روز دعوت ولیمہ میں علماء کو بھی مدعو کیا حضرت امام بھی تشریف لے گئے۔ بیٹیوں کا باپ بڑی پریشانی کے عالم میں مکان سے باہر نکلا اور عرض کرنے لگا۔ ہم لوگ بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ گذشتہ رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں بڑے کی دلہن چھوٹے کے کمرے میں اور چھوٹے کی بڑے کے کمرے میں چلی گئی۔ صبح ہوئی تو اس غلطی کا علم ہوا فرمایئے اب کیا ہونا چاہیے۔

ایک عالم دین نے کہا ایسا غلطی سے ہوا ہے کوئی مضائقہ نہیں آج دونوں بہنیں اپنے اپنے شوہروں کے پاس چلی جائیں۔ امام صاحب خاموش تھے لڑکیوں کے والد نے حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے آپ نے فرمایا دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ دونوں لڑکے حاضر ہوئے آپ نے ہر ایک سے پوچھا رات تم جس عورت کے پاس رہے ہو وہ تم کو پسند ہے دونوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور جس کے پاس جو عورت سوئی ہے وہ اسی کے

ساتھ شادی کر لے۔ چنانچہ اسی جگہ ان دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور چونکہ اپنی بیوی سے کسی نے بھی صحبت نہ کی تھی اس لئے عدت تو ان پر واجب ہی نہ تھی اس لئے وہیں ان کا نکاح بھی پڑھا دیا گیا۔

تحمل وبُردباری:

ایک روز امام ابوحنیفہ ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ بالا خانے پر آپ کا گھر تھا جا کر آرام کرنے کے لیے بستر پر لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہوا اور سارا دن مصروف رہا ہو، اس وقت اسکی کیا کیفیت ہوگی۔ ایسے وقت کوئی آ جائے تو انسان کو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا۔۔۔ لیکن امام صاحب اٹھے، زینے سے نیچے اترے، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں، امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ دیکھئے اوّل تو امام صاحب جب مسائل بتانے کیلئے بیٹھے تھے وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں، اب بے وقت پریشان کرنے یہاں آ گئے۔ لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا کہا اچھا بھائی، کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیا بتاؤں؟ جب میں آ رہا تھا تو اس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے لیکن اب میں بھول گیا، یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آئے تو پھر پوچھ لینا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آئے تو پھر پوچھ لینا۔ آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا بلکہ خاموشی سے واپس اُوپر چلے گئے۔ ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضرت! وہ مسئلہ مجھے یاد آ گیا آپ نے فرمایا پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت تک اسکے اشتعال کا کیا عالم ہوتا مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بھائی جب یاد آ جائے تو پھر پوچھ لینا یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ پھر نیچے تشریف لائے۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت! وہ مسئلہ یاد آ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا

کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے)۔

اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اگر کوئی شخص دوسرا آدمی ہوتا اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جاتا لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ اگر انسان کی نجاست تازہ ہوتو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے حاصل کیا جاتا ہے اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی۔ اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

اپنے وقت کا حلیم انسان:

جب امام صاحبؒ نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا۔ امام صاحبؒ! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے معاف کیجئے گا میں نے آپ کو بہت ستایا لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے کیسے ہرا دیا؟ اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی میرا کہنا یہ تھا کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے اندر سب سے زیادہ بُردباری ہے اور وہ غصہ نہ کرنیوالے بزرگ ہیں اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے زیادہ بُردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی اور اب ہم نے جانچنے کیلئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر پر آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اُوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا بیہودہ سوال کروں اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ اگر غصہ ہو گئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(31) حضرت امام احمد بن حنبل

ریاضت وتقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ کسی نوجوان کی ماں کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ اس نے اپنے بیٹے کو دعا کیلئے آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے حال سن کر وضو کیا اور دو رکعت نفل نماز پڑھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ جب وہ نوجوان گھر پہنچا تو ماں صحت یاب ہو چکی تھی اور خود اس نے آ کر دروازہ کھولا۔

ایک دفعہ آپ دریا کے کنارے وضو فرما رہے تھے۔ وئیں ایک شخص بلندی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا لیکن آپ کو دیکھ کر تعظیماً نیچے کی طرف آ گیا۔ اس شخص کے انتقال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کس حال میں ہو۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے محض اس تعظیم کی وجہ سے جو میں نے امام احمد بن حنبل کی (وضو کرتے وقت کی تھی) میری مغفرت فرما دی۔

آپ سماعت حدیث کیلئے مکہ معظمہ میں حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں روزانہ حاضری دیتے تھے ایک دن اتفاق سے آپ نہیں پہنچے تو حضرت سفیان ثوری نے خادم بھیج کر خیریت معلوم کی۔ جب خادم پہنچا تو دیکھا کہ کپڑے دھونے کیلئے دھوبی کو دیئے ہیں اور خود برہنہ کمرے میں بیٹھے ہیں۔ خادم نے رقم پیش کی تا کہ دوسرا لباس خرید لیں آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بغداد کے معتزلہ نے ہنگامہ کھڑا کر کے یہ چاہا کہ آپ کسی طرح یہ تسلیم کر لیں کہ قرآن مخلوق ہے اس سلسلہ میں خلیفہ معتصم باللہ نے آپ کو ایک ہزار کوڑے لگانے کا حکم دیا اسکے دوران آپ کا کمر بند کھل گیا غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور کمر بند باندھ کر غائب ہو گئے آپ کا تمام جسم لہولہان ہو گیا مگر آپ نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔ خلیفہ نے ان علما کی طرف اشارہ کیا جو اسکے عقیدہ کو تسلیم کر چکے تھے اور دربار کی آراستہ کرسیوں پر براجمان تھے۔ جب یہ علماء قرآن کو علی الاعلان مخلوق کہتے ہیں تو پھر تمہارے علم کا کس دنیا سے تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا میں دنیا میں سب سے کم علم انسان ہوں مگر قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کر سکتا۔ وہ

''حی وقیوم'' کا کلام ہے۔اسے کسی حال میں بھی موت نہیں چھو سکتی۔آپ کا تمام جسم کوڑوں سے لہولہان ہو چکا تھا۔آپ بے ہوش ہو کر گر گئے جب ہوش سنبھالا تو نماز ظہر ادا کرنے کی اجازت چاہی۔آپ نے نماز ادا کی بعد میں جلادوں سے کہا میں نے اپنا فرض ادا کر لیا ہے اب آپ اپنا فرض ادا کریں۔جب آپ چھوٹ گئے تو لوگوں نے پوچھا جن فتنہ پردازوں نے آپ کو اس قدر اذیتیں پہنچائیں۔انکے لئے آپ کی کیا رائے ہے۔فرمایا وہ مجھے اپنے خیال کے مطابق گمراہ تصور کرتے ہیں اس لئے تمام تکلیفیں صرف خدا کے لئے دی گئی ہیں۔اس لئے روزِ قیامت میں ان سے کوئی مواخذہ نہیں کرونگا۔

محمد بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انتقال کے بعد میں نے خواب میں امام صاحب کو دیکھا کہ وہ لنگڑا کر چل رہے ہیں عرض کیا کہاں جارہے ہیں فرمایا دارلسلام (جنت) میں۔اور جب میں نے سوال کیا کہ خدا تعالٰی نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا آپ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا میں بہت سی اذیتیں جھیلیں لیکن قرآن کو مخلوق کبھی نہیں کہا بس اسی کے صلہ میں میری مغفرت ہوگئی اور مجھے بڑے بڑے مراتب عطا کئے گئے پھر فرمایا اللہ تعالٰی نے مجھ سے پوچھا کہ جو دعا سفیان ثوری نے تجھے سکھائی تھی وہ سناؤ۔چنانچہ میں نے وہ دعا سنادی یَارَبِّ کُلُّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِکَ وَاَنْتَ قَادِرٌ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَسْئَلْنِی عَنْ شَيْءٍ.

''اے اللہ ہر شے تیرے قبضہ قدرت میں ہے اور تو ہر شے پر قادر ہے مجھ کو عطا فرمادے
اور مجھ سے مت پوچھ کہ کیا طلب کرتا ہے''

پھر اللہ تعالٰی نے فرمایا اے احمد یہ بہشت ہے اس میں داخل ہو جا اور میں داخل ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(32) حضرت مالک بن دینار

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار کے ساتھ بصرہ میں چل پھر رہا تھا۔ ایک عالی شان محل پر گزر ہوا جسکی تعمیر جاری تھی۔ وہاں ایک نوجوان بیٹھا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ یہاں یہ بنے گا وہاں اس طرح بنے گا۔ حضرت نے فرمایا کیا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے اسکو تعمیر میں ایسا انہماک ہے کہ اسے کسی چیز کی خبر ہی نہیں۔ میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کرونگا کہ اسے اپنا مخلص بندہ بنالے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں سے بن جائے۔ جعفر نے کہا چلو اس نوجوان کے پاس چلیں۔ ہم دونوں نوجوان کے پاس پہنچے اُس کو سلام کیا تو اس نے پہچان لیا کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی۔ حضرت نے فرمایا تم نے اس مکان پر کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا ایک لاکھ درہم۔ حضرت نے فرمایا تم اگر ایک لاکھ روپیہ مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک ایسے مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہ بہتر ہوگا۔ اور گارا مُشک کا ہوگا۔ جسکی خوشبوئیں مہکتی ہونگی، کبھی پرانا نہ ہوگا نہ ہی کبھی ٹوٹے گا۔ اسے معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ کے امر ''کُن'' سے تیار ہو جائیگا۔

نوجوان نے کہا آج رات مجھے سوچنے کی مہلت دیں۔ آپ کل صبح تشریف لائیں تو میں اپنی رائے عرض کرونگا۔ حضرت مالک واپس چلے آئے اور رات بھر نوجوان کی فکر اور سوچ میں رہے۔ سحری کے وقت بارگاہِ ایزدی میں بہت عاجزی سے دُعا کی۔ صبح ہوئی تو ہم اسکے مکان پر پہنچے وہ باہر بیٹھا ہوا ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہنے لگا آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ فرمایا ضرور۔ اس نے ایک لاکھ درہم حضرت کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ قلم دوات لاکر سامنے رکھ دی۔

حضرت مالک نے ایک پرچہ پر لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط یہ ''اقرار نامہ'' ہے مالک بن دینار نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اُس کے محل کے بدلے حق تعالیٰ کے یہاں ایسا محل (جسکی صفات اوپر بیان کی گئی ہیں) جنت میں دلوائے۔''

یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالے کیا اور چلے آئے۔ جعفر کہتے ہیں شام تک حضرت کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا۔ سب کچھ خیرات کر دیا۔ اس واقعہ کے چالیس دن بعد جب حضرت فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ دیکھا یہ وہی پرچہ تھا جو "مالک" نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا۔ اسکی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا تھا۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالک بن دینار کے ذمہ کی برات ہے۔ جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا اور اس سے ستر گنا زیادہ دیا ہے۔"

حضرت مالک اس پرچہ کو پڑھ کر بہت متحیر ہوئے۔ نوجوان کے مکان پر گئے تو فاتحہ خوانی کیلئے لوگ جمع تھے۔ رونے کی آوازیں آرہی تھیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان ایک دن قبل فوت ہو گیا تھا۔ ہم نے پوچھا غُسلِ مَیّت کس نے دیا۔ اسے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی اس نے کہا نوجوان نے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا کہ نہلانے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا۔ میں نے اسے نہلایا، کفنایا اور پرچہ اس کے کفن اور بدن کے درمیان رکھ دیا۔ حضرت مالک نے وہ پرچہ نکال کر دکھایا کہنے لگا قسم ہے اس ذات کی جس نے اسے موت دی ہے میں نے یہی پرچہ خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک نوجوان اُٹھا اور کہا "مالک" آپ مجھ سے دو لاکھ درہم لے لیں اور مجھے بھی ایسا پرچہ لکھ دیں۔ فرمایا وہ وقت گذر چکا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے حضرت مالک اس نوجوان کا ذکر کرتے تو رونے لگتے اور ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت داتا گنج بخش" لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا ہے کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کا نام، شریعت۔۔۔ اور شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت۔۔۔ حُبِ جاہ کا نام عزت۔۔ تکبر کا نام علم اور ریاکاری کا نام تقویٰ رکھ لیا ہے۔

مولانا حالی نے فرمایا تھا:

حقیقت روایات میں کھو گئی   یہ اُمت خرافات میں کھو گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(33) محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اخبارالاخیار'' میں لکھتے ہیں۔غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ ابتداء میں آنحضرت ﷺ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں مشرف ہوا۔آپ دونوں نے مجھے وعظ کہنے کا حکم دیا اور اپنا اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا۔اُس کے بعد مجھ میں گویائی کی طاقت بڑھ گی اور کلام کا دروازہ کھل گیا۔

حافظ ابوالخیر بیان کرتے ہیں ایک دفعہ شیخ عبدالقادر وعظ فرمارہے تھے۔''آفتاب مجھے سلام کہتا ہوا طلوع ہوتا ہے۔سال اور مہینہ میرے پاس آتا ہے۔مجھے سلام کہتا ہے اور مجھے ان باتوں کی خبر دیتا ہے جو اُن کے درمیان میں رونما ہونگی۔دن مجھے سلام کہتا ہے اور جو واقعہ اس دن ہوگا اس کی خبر دیتا ہے۔خدا کی عزت کی قسم نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے لوحِ محفوظ میں پیش کیے جاتے ہیں اور خدا کے علوم اور مشاہدے میں غوطہ لگانے والا ہوں میں تم سب پر خدا کی محبت ہوں اور زمین پر اللہ کے رسول کا نائب اور وارث ہوں میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

مقامِ غوث:

شیخ ابوالحسن بغدادی غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو آپ یکا یک اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔شیخ نے لوٹا پانی کا بھرا اور آپ کے پیچھے ہو لیے لیکن اُنہوں نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔چلتے چلتے فصیل شہر کے دروازے پر پہنچے دروازہ خود بخود کھل گیا اور وہ شہر سے باہر نکل گئے۔چند قدم چلے تھے کہ ایک عظیم الشان شہر نظر آیا۔آپ اس میں داخل ہو کر ایک مکان میں چلے گئے وہاں چھ شخص بیٹھے تھے وہ ازراہ تعظیم کھڑے ہو گئے اور آپ کو سلام کیا۔مکان کے ایک کونے سے کسی کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔تھوڑی دیر میں وہ آواز بلند ہو گئی اتنے میں ایک شخص آیا اور اس کونے سے ایک میت اُٹھا کر چلا گیا پھر ایک نصرانی وضع کا شخص آپ کے سامنے حاضر ہوا اس کا سر برہنہ تھا اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔غوث پاک نے اس شخص کے

سر اور لبوں کے بال تراشے پھر اسے کلمہ شہادت پڑھایا اور ان چھ اشخاص سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں بحکم الٰہی اس شخص کو متوفی کا قائم مقام کرتا ہوں ان اشخاص نے بیک زبان کہا "ہمارے سر آنکھوں پر" پھر آپ اس شہر سے باہر تشریف لے آئے چند ہی قدم چلے تھے کہ بغداد کی شہر پناہ آ گئی پہلے کی طرح اس کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے آئے۔

صبح ہوئی شیخ ابوالحسن درس لینے بیٹھے اور غوث پاک کو قسم دے کر رات کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا پہلے عہد کرو جب تک میں زندہ ہوں اس واقعہ کا کسی سے اظہار نہ کرو گے۔ اُنہوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا جس پر حضرت نے فرمایا رات کو ہم جس شہر میں گئے تھے اس کا نام "نہاوند" تھا جو بغداد سے دور دراز فاصلے پر واقع ہے۔ مکان میں جو چھ اشخاص تھے وہ ابدال وقت ہیں جس شخص کے کراہنے کی آواز تم نے سنی وہ ساتواں ابدال تھا اس وقت اس کا عالم نزع تھا جب وہ واصل بحق ہو گیا تو اس کی میت خضر علیہ السلام اُٹھا کر لے گئے۔ جس آدمی کو میں نے کلمہ شہادت پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک عیسائی تھا میں نے اللہ کے حکم سے مرحوم ابدال کی جگہ اسے ساتواں ابدال مقرر کیا۔

ایک بار لوگوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے کہا ہم آپ کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور آپ ہی کی طرح ریاضت کرتے ہیں لیکن آپ جیسا مرتبہ ہمیں نہیں ملتا اس پر شیخ نے جواب دیا۔ "تم لوگوں نے اعمال میں مزاحمت کی ہے تو کیا خدا کی نعمتوں میں مزاحمت کر سکتے ہو۔ واللہ میں کبھی نہیں کھاتا یہاں تک کہ مجھے کہا جاتا ہے، تجھے میرے حق کی قسم کھا اور میں کبھی پانی نہیں پیتا، یہاں تک کہ مجھ سے کہا جاتا ہے، تجھے میرے حق کی قسم ہے پی۔ میں کوئی کام نہیں کرتا، یہاں تک کہ مجھے کہا جاتا ہے، تجھے میرے حق کی قسم یہ کام کر۔"

آپ کا چہرہ دیکھنا باعث نجات ہے:

آپ نے فرمایا جس نے میرا چہرہ دیکھا یا میرے مدرسے کے پاس سے گذرا اسے نہ قبر کا عذاب ہو گا نہ قیامت کا۔ ھمدان سے ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرا والد فوت ہو چکا ہے۔ اس نے مجھے خواب میں کہا کہ مجھے عذاب قبر دیا جاتا ہے میرے واسطے شیخ عبدالقادر جیلانی سے دعا کراؤ۔ آپ نے فرمایا کسی وقت وہ میرے مدرسے کے پاس سے گذرا ہے اس نے کہا ہاں۔ آپ خاموش ہو گئے اور وہ

اُٹھ کر چلا گیا۔ پھر دوسرے دن اس نے حاضر ہو کر بیان کیا میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا ہے وہ بڑا خوش ہے اور اس نے سبز رنگ کی خلعت پہنی ہوئی ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر کی برکت سے عذاب اُٹھالیا ہے اور یہ خلعت عطا فرمائی ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

آپ کی کھڑاویں: شیخ ابو عمر صدیقی بیان کرتے ہیں۔ صفر کا مہینہ تھا۔ پیر کے روز ہم غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ اُٹھے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی۔ ایک نعرہ پُر ہیبت وجلال مارا اور اپنی کھڑاویں ہوا میں اُچھال دیں۔ وہ غائب ہو گئیں۔ کسی کو طاقت نہ تھی کہ پوچھے کیا بات ہے اکیس روز بعد ایک قافلہ عجم کے شہروں سے آیا۔ اُنہوں نے غوث پاک کی خدمت میں نذر پیش کی آپ نے قبول فرمائی۔ ایک من ریشم، ریشمی کپڑے اور کچھ مقدار میں سونا پیش کیا گیا اور آپ کی نعلین مبارک بھی آپ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ غوث پاک نے فرمایا یہ نعلین آپ کو کہاں سے ملیں اُنہوں نے کہا ماہِ صفر میں پیر کے دن ہمارا قافلہ منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا ہمارے کچھ آدمی قتل کر دیئے گئے اور مال و اسباب لوٹ کر ایک وادی میں چلے گئے وہاں پہنچ کر اُنہوں نے آپس میں، مال بھی تقسیم کر لیا۔

اس وقت ہم نے منت مانی اور آپ کو پکارا یا غوث مدد فرمایئے ہم نے ایک نعرہ کی آواز سنی۔ جس سے وادی کانپنے لگی اتنے میں وہ ڈاکو پریشان ہو کر ہمارے پاس آئے اور کہا اپنا مال لے لو۔ دیکھو ہمارے اُوپر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے ہم وادی میں گئے تو دیکھا ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ نعلین انکے پاس پڑی تھیں۔

حضرت کبیر الدین دریائی المعروف دولہے شاہ جن کا مزار گجرات پنجاب (پاکستان) میں ہے ان کی ڈوبی کشتی حضور غوث پاک نے بارہ برس بعد مع برأت نکالی اور ایک نگاہ سے ولی بنا دیا۔ جب برأت لڑکی والوں کے پاس پہنچی تو کھانا پک رہا تھا اور برأت کا انتظار تھا۔ بلکہ اُنہوں نے کہا آپ بڑے بروقت تشریف لائے ہیں گویا زماں و مکاں ساقط ہو گئے۔ آپ کی عمر بونے چھ سو برس ہوئی۔ (روح البیان)

غوث اعظم کی نگاہِ لطف سے
نکلے بارہ سال کے ڈوبے ہوئے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(34) حضرت یزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ جو گروہ اولیاء کے سرخیل ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ سمعان کے بُت خانہ میں چلے جاؤ اور بُت خانہ میں تشریف لے گئے۔ راہب کی زبان بند ہوگئی اس نے کہا تم میں کوئی شخص حضرت محمد ﷺ کا امتی موجود ہے۔ اسے اپنے پیغمبر کی قسم وہ کھڑا ہو جائے۔ حضرت تسبیح وتقدیس پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ پادری نے کہا ہم تجھ سے چند سوالات کریں گے اگر تم نے جوابات دے دیئے۔ تو ہم تمہارے تابع ہو جائیں گے اور اگر تم جواب دینے میں ناکام رہے تو تمہیں قتل کر دیا جائیگا۔

پادری: وہ ایک چیز کیا ہے جس کا دوسرا نہیں۔

حضرت بایزید: اللہ تعالیٰ۔

پادری: دو کیا ہیں جن کا تیسرا نہیں۔

حضرت بایزید: دن اور رات

پادری: تین کیا ہیں جن کا چوتھا نہیں۔

حضرت بایزید: عرش، کرسی، قلم

پادری: چار کیا ہیں جن کا پانچواں نہیں۔

حضرت بایزید: توریت، انجیل، زبور، قرآن مجید

پادری: پانچ کیا ہیں جن کا چھٹا نہیں۔

حضرت بایزید: پانچ نمازیں سب پر فرض ہیں۔

پادری: چھ کیا ہیں جن کا ساتواں نہیں۔

حضرت بایزید: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ. (السجدہ ۴)

پادری: سات کیا ہیں جن کا آٹھواں نہیں ہے۔

حضرت بایزید: سات آسمان

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط (سورہ ملک ۳)

جس نے سات آسمان بنائے، ایک کے اوپر دوسرا۔

پادری: آٹھ کیا ہیں جن کا نواں نہیں۔

بایزید: آٹھ فرشتے

وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ط (الحاقہ ۱۷)

اور اس دن تمہارے رب کا عرش، آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے۔

پادری: نو کیا ہیں جن کا دسواں نہیں۔

حضرت بایزید: نو آدمیوں کا گروہ جنہوں نے زمیں میں فساد کیا۔

وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ O (النمل ۴۸)

اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور صلح نہ چاہتے۔

پادری: دس کیا ہیں جن کا گیارھواں نہیں۔

حضرت بایزید: دس فرائض حاجیوں پر واجب ہیں جبکہ وہ حرم میں موجود ہوں۔

پادری: گیارہ کیا ہیں جنکا بارھواں نہیں۔

حضرت بایزید: حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔

پادری: بارہ کیا ہے جنکا تیرھواں نہیں۔

حضرت بایزید: بارہ مہینے ہیں۔

پادری: تیرہ کیا ہیں جن کا چودھواں نہیں۔

حضرت بایزید: حضرت یوسف کا خواب جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ. (یوسف ۴)

بے شک میں نے گیارہ ستارے، سورج اور چاند دیکھے۔ گیارہ+ دو= تیرا

پادری: وہ قوم جس نے جھوٹ بولا اور جنت میں داخل ہوئی۔

حضرت بایزید: وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ط (یوسف ۱۸)

اور اسکے کرتے پر جھوٹا خون لگالائے۔

پادری: وہ قوم جنہوں نے سچ بولا اور دوزخ میں داخل ہونگے۔

حضرت بایزید: یہود ونصاریٰ ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ.

وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ (بقرہ ۱۱۳)

یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں۔

پادری: ذَارِیَاتِ ذَرْوًا کیا ہے۔

حضرت بایزید: چار ہوائیں ہیں۔

پادری: حاملاتِ وِقْرًا کیا ہے۔

حضرت بایزید: بادل ہیں۔

پادری: جاریات یُسْرًا کیا ہے۔

حضرت بایزید: دریا میں چلنے والی کشتیاں ہیں۔

پادری: مُقَسِّمَاتِ امرًا کیا ہے۔

حضرت بایزید: وہ فرشتے جو نصف شعبان کو رزق تقسیم کرتے ہیں۔

پادری: چودہ چیزیں جو خدا سے کلام کرتی ہیں وہ کیا ہیں۔

حضرت بایزید: وہ سات زمینیں اور سات آسمان ہیں۔

پادری: وہ قبر کیا جو قبر والے کو لئے پھرتی ہے۔

حضرت بایزید: حضرت یونس علیہ السّلام کی مچھلی ہے جس نے اللہ کے حکم سے انکو نگل لیا تھا۔

پادری: وہ کیا چیز ہے۔ جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے۔

حضرت بایزید: وہ صبح ہے

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝لا (التکویر ۱۸)

وہ صبح کی قسم جب سانس لے۔

پادری: وہ پانی کیا ہے۔نہ آسماں سے ہے نہ زمیں سے نکلا ہے۔

حضرت بایزید: وہ شیشہ ہے۔جس میں حضرت بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی طرف گھوڑے کا پسینہ بھیجا تھا۔

پادری: وہ چار چیزیں کیا ہیں جو نہ شکم مادر میں رہیں اور نہ پشت پدر میں۔

حضرت بایزید: ا۔حضرت آدم علیہ السلام ۲۔حضرت حوا

۳۔حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی ۴۔دُنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

پادری: وہ کیا چیز ہے جسے اللہ نے پیدا کیا اور اس سے کراہت کی۔

حضرت بایزید: گدھے کو پیدا کیا اور اسکی آواز سے کراہت کی۔

اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَ صۡوَاتِ لَصَوۡ تُ الۡحَمِیۡرِ ۝ (لقمان ۱۹)

بیشک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہے۔

پادری: دنیا میں سب سے پہلا خون کس نے کیا۔

حضرت بایزید: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

پادری: وہ کیا چیز ہے جسے اللہ نے پیدا کیا اور اس کو عظیم کہا۔

حضرت بایزید: وہ عورتوں کا مکر ہے۔

اِنَّ کَیۡدَ کُنَّ عَظِیۡمٌ ۝ بیشک عورتوں کا فریب بڑا ہے۔ (یوسف ۲۸)

پادری: وہ کونسا درخت ہے جس کی بارہ ٹہنیاں اور تیس پتے ہیں اور پانچ شگوفے ہیں۔

حضرت بایزید: ایک سال میں بارہ مہینے،ایک مہینہ میں تیس دن اور ایک دن میں پانچ نمازیں ہیں۔جن میں دو دن کے وقت ہیں اور تین رات کے وقت ہیں۔

پادری: وہ کیا چیز ہے جس نے مکہ معظمہ کا طواف کیا مگر اس میں روح نہیں ہے۔

حضرت بایزید: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔

پادری: وہ چار چیزیں کیا ہیں جنکی اصل ایک ہے لیکن مزہ اور رنگ جدا ہے۔

حضرت بایزید: دماغ، آنکھیں، ناک، کان اور منہ ہیں۔

ان کا مرکز دماغ ہے لیکن آنکھوں کا پانی نمکین ہے، ناک کا پانی ترش ہے،

منہ کا پانی شیریں اور کانوں کا کڑوا ہے۔

پادری: نقیر کیا ہے۔ حضرت بایزید: کھجور کی گٹھلی ہے۔

پادری: فتیل کسے کہتے ہیں۔ حضرت بایزید: گٹھلی کا شگاف ہے۔

پادری: طم اور رَم کسے کہتے ہیں۔

حضرت بایزید: حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے دو امتیں گذری ہیں۔

پادری کے سوالات ختم ہو گئے تو حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا اب میں آپ سے صرف ایک سوال کرونگا

اس کا جواب آپکو دینا ہوگا۔ آپ نے فرمایا بتاؤ۔

حضرت بایزید: مِفْتَاحُ الْجَنۃ اور مَفْتَاحُ السَّمٰوٰت کسے کہتے ہیں۔ یعنی بہشت اور آسمان

کی کنجیاں کیا ہیں۔

آپکا سوال سن کر حاضرین مجلس پر سناٹا طاری ہو گیا۔ پادری نے کہا مجھے اس کا جواب معلوم ہے

لیکن تم میری موافقت نہ کرو گے، تمام نے کہا ہم سب موافقت کریں گے پادری نے کہا جنت کی کنجی لَآ اِلٰـہَ

اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سب کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزید بسطامی سے فرمایا تو نے ہماری خاطر زُنار پہنا۔ ہم نے تیری خاطر

پانچ سو اشخاص کو ایمان نصیب فرمادیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(35) حضرت سفیان ثوریؒ

1) آپ شریعت وطریقت میں کامل علوم ظاہری و باطنی پر مکمل دسترس رکھتے تھے جسکی وجہ سے عوام نے آپکو امیرالمومنین کا خطاب دیا تھا ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوتے وقت آپ نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ دیا جس کے بعد ہاتف غیبی سے آواز آئی "اے ثور (بیل) مسجد کے حق میں گستاخی اچھی نہیں"۔ اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا۔ یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش میں آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے کہنے لگے کہ بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا۔

2) خلیفہ وقت: ایک دفعہ حالت نماز میں خلیفہ وقت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر لیا تو آپ نے فرمایا ایسی نماز قطعی بے حقیقت ہے اور روز قیامت تیری نماز گیند کی طرح منہ پر ماری جائیگی۔ خلیفہ نے جھڑک کر کہا خاموش رہو۔ آپ نے فرمایا حق گوئی میں خاموشی کیسی یہ سنتے ہی خلیفہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اس شخص کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ دوسرے دن آپ آرام فرما رہے تھے لوگوں نے عرض کیا حضرت آپ کی پھانسی کا وقت ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں لیکن حق گوئی سے کبھی باز نہیں آؤنگا۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی خلیفہ مجھے بے قصور سزا دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے بدلہ ملنا چاہیے۔ دعا کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے زمین شق ہوئی اور خلیفہ وقت اپنے وزراء سمیت اس میں دھنستا چلا گیا۔

3) پھر جب دوسرا خلیفہ بنا تو وہ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل رہا۔ جب آپ بیمار ہوئے تو اس نے بغرض علاج ایک طبیب حاذق کو بھیجا لیکن وہ آتش پرست تھا۔ طبیب نے آپ کے قارورہ (پیشاب) کی جانچ کرنے کے بعد بتایا کہ انکا جگر خوف الٰہی سے پاش پاش ہو چکا ہے اور اسکے ریزے پیشاب میں آ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا جس مذہب میں ایسے افراد ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ جب خلیفہ نے یہ واقعہ سنا تو کہا کہ میں نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا لیکن اب محسوس ہوا ہے کہ مریض طبیب کے پاس پہنچ گیا ہے۔

4)ایک نوجوان نے حج سے محروم رہ جانے پر سرد آہ کھینچی تو آپ نے فرمایا میں نے چار حج کیے ہیں اور انکا اجر میں اس شرط پر تجھے دینے کے لیے تیار ہوں کہ تو اپنی آہ کا اجر مجھے دیدے۔ اس نے شرط منظور کر لی تو آپ نے خندہ پیشانی سے اپنے تمام حجوں کا ثواب اس کو منتقل کر دیا پھر آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم نے ایک آہ خرید کر وہ نفع حاصل کیا ہے کہ اگر اس نفع کو اہل عرفات پر تقسیم کیا جائے تو سب مالا مال ہو جائیں۔

5)حقائق: آپ نے فرمایا:

1) عارفین کو معرفت عابدین کو قربت اور حکماء کو حکمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ پھر فرمایا

2) گریہ وزاری کی دس قسمیں ہیں جن میں 9 حصے ریا سے بھرپور ہوتے ہیں اور ایک حصہ خشیت سے لبریز ہوتا ہے۔

3) پھر فرمایا اگر خدا کے ڈر سے ایک آنسو ہی نکل پڑے تو وہ عمر بھر کے اس رونے سے بہتر ہے جس میں خوف الٰہی شامل نہ ہو۔

4) نیک اعمال کرنے والوں کے اعمال کو ملائکہ نیکیوں کے رجسٹر میں لکھ لیتے ہیں۔ اور جب کوئی ان اعمال پر فخر کرنے لگتا ہے تو پھر اُن اعمال کو ریاکاری کے رجسٹر میں منتقل کر دیتے ہیں۔

5) سلاطین وامراء سے منسلک رہنے والا عابد بھی ریاکار ہوتا ہے۔

6) زاہد کی شناخت یہ ہے کہ نیک کام انجام دے کر نہ تو اس پر فخر کرتا ہے اور نہ ہی اپنے زہد کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

7) زہد کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ موٹا اناج اور بوسیدہ لباس استعمال کرتا رہے۔ دنیا سے دل نہ لگائے اور نہ اُمیدوں میں اضافہ کرے۔

8) گوشہ نشین کو آخرت میں نجات مل جاتی ہے۔ خدا سے خوفزدہ رہنے والوں کو گذر بسر کا غم نہیں رہتا۔

9) اسلاف کا طریقہ یہی ہے کہ عظمت کی بجائے ذلت کو پسند کرتے ہیں۔

10) اہل دنیا کا سونا، بیداری سے اس لئے بہتر ہے کہ وہ نیند کی حالت میں دنیا سے دور رہتے ہیں۔

11) مخلوق میں پانچ قسم کے لوگ زیادہ ہر دلعزیز ہوتے ہیں:

۱)زاہد ۲)صوفی ۳)متواضع دولت مند ۴)شاکر درویش ۵)مرد مومن۔

12) اہل یقین تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور کبھی ناشکری نہیں کرتے۔

13) کسی نے یقین کا مفہوم پوچھا تو فرمایا قلبی آواز کا نام یقین ہے اور اہل یقین معرفت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

14) اور یقین کا مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر مصیبت کو منجانب اللہ تصور کیا جائے۔

15) لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ زیادہ گوشت خوروں کو دشمن تصور کرتا ہے۔ اس کا مفہوم ہے فرمایا یہاں گوشت سے مراد غیبت ہے کیونکہ مسلمان کو غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے مردار کا گوشت کھالیا اور اہل غیبت کو خدا تعالیٰ دشمن خیال کرتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا دس باتیں بے وفائی کی ہیں:

1) کوئی مرد یا عورت اپنے لئے دعا کرے لیکن اپنے والدین اور عام مومنین کیلئے دعا نہ کرے۔

2) کوئی شخص قرآن تو پڑھے لیکن ہر روز سو آیات نہ پڑھے۔

3) کوئی شخص مسجد میں جائے اور دو رکعت پڑھے بغیر واپس آجائے۔

4) کوئی شخص قبرستان سے گذرے لیکن قبر والوں کو نہ سلام کرے نہ انکے لئے دعا کرے۔

5) کوئی شخص جمعہ کے دن شہر جائے اور جمعہ پڑھے بغیر واپس آجائے۔

6) کسی محلے میں کوئی عالم دین آئے اور اسکے پاس کوئی بھی دین سیکھنے نہ جائے۔

7) دو شخص ایک دوسرے کے رفیق بنیں لیکن ایک دوسرے کا نام بھی نہ پوچھیں۔

8) کوئی شخص کسی کی دعوت کرے اور وہ اس کی دعوت میں نہ جائے۔

9) کوئی شخص فراغت کے باوجود اپنی جوانی ضائع کردے اور علم وادب نہ سیکھے۔

10) ایک شخص خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے لیکن بھوکے ہمسائے کو کچھ بھی نہ کھلائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(36) حضرت رابعہ بصریؒ

آپ پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختہ عشق خداوندی اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ صورت کی بجائے قلب کو دیکھتا ہے۔ اس لئے روز محشر تمام محاسبہ صورت کی بجائے نیت پر ہوگا۔ لہٰذا جو عورت ریاضت وعبادت میں مردوں کے مماثل ہو اس کو بھی مردوں ہی کی صفت میں شمار کرنا چاہیے۔ چونکہ آپ باعتبار ریاضت ومعرفت مختار زمانہ تھیں۔ اس لئے تمام اہل اللہ کی نظر میں ذی عزت تصور کی جاتی تھیں۔ آپ کے احوال اہل دل کیلئے برہان قاطعہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم ادھم بلخیؒ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے دیکھا کہ خانہ کعبہ غائب ہے۔ آپ اس تصور سے آبدیدہ ہو گئے کہ شاید میری بصارت زائل ہو چکی ہے۔ ہاتف غیبی سے ندا ہوئی بصارت زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کیلئے جا چکا ہے۔ یہ سن کر آپ کو احساس ندامت ہوا عرض کیا یا اللہ وہ کون ہستی ہے ندا آئی وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے نگاہ اُٹھائی تو دیکھا سامنے حضرت رابعہ بصری لاٹھی کے سہارے چلی آرہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔

آپ نے رابعہ بصری سے سوال کیا تم نے نظام عالم کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے جواب ملا میں نے نہیں البتہ تم نے ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے جو چودہ برس میں یہاں تک پہنچے۔ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا ہوا آیا ہوں۔ جسکی وجہ سے اتنی تاخیر سے پہنچا حضرت رابعہ بصری نے فرمایا تم نے تو نماز پڑھ پڑھ کر یہ فاصلہ طے کیا ہے اور میں عجز وانکسار سے یہاں تک پہنچی ہوں۔ دوسرے سال حج کا زمانہ آیا تو فرمایا گذشتہ سال تو کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا اس سال میں اس کا استقبال کرونگی۔ ایام حج کے موقع پر جنگل میں جا کر آپ نے کروٹ کے بل لڑھکنا شروع کر دیا اور مکمل سات سال میں عرفات کے میدان میں پہنچیں اور وہاں یہ غیبی آواز سنی اس طلب میں کیا رکھا ہے اگر تو چاہے تو ہم اپنی تجلی سے بھی نواز

سکتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک خواجہ حسن بصریؒ بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلی بچھا کر فرمایا آیئے ہم دونوں نماز ادا کریں لیکن رابعہ نے جواب دیا اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کیلئے ہے تو بہت اچھا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ کر رابعہ نے اپنا مصلیٰ ہوا کے دوش پر بچھا کر فرمایا آیئے ہم دونوں یہاں نماز ادا کریں تاکہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل رہیں پھر فرمایا جو فعل آپ نے سرانجام دیا وہ پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی کر سکتی ہیں اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیر سی مکھی بھی کر سکتی ہے۔ لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت رابعہ بصری نے فرمایا اے اللہ اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں ڈال دے اور اگر جنت کی خواہش کی وجہ سے ہو تو مجھے جنت سے محروم کر دے اور اگر میری پرستش صرف تیرے دیدار کیلئے ہے تو پھر مجھے اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرما دے۔

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری کے گھر پانچ درویش حاضر ہوئے۔ اتفاق سے وہ کھانے کا وقت تھا آپ نے خادمہ سے پوچھا گھر میں کھانے کو کچھ ہے اس نے کہا صرف ایک روٹی موجود ہے۔ آپ نے کہا ایک روٹی سے کیا ہوگا مہمانوں کے حصے میں ایک ایک ٹکڑا ہی آئے گا۔ اتنے میں ایک فقیر نے دروازے پر صدا دی آپ نے وہ روٹی ضرورت مند کو دے دی اور آپ مہمانوں کے ساتھ محو گفتگو ہو گئیں۔ کچھ دیر کے بعد خادمہ حاضر ہوئی عرض کیا ایک شخص کھانا لے کر حاضر ہوا ہے۔ آپ نے خادمہ سے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں اس نے کہا پانچ۔ فرمایا اسے واپس کر دو وہ شخص غلطی سے ہمارے گھر آ گیا ہے یہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے کھانا واپس کر دیا۔

دوسری مرتبہ ایک اور شخص کھانا لے کر حاضر ہوا آپ نے خادمہ سے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں اس نے کہا گیارہ روٹیاں ہیں رابعہ بصری نے مسرت کے لہجے میں کہا ہاں یہ کھانا ہمارا ہے اسے قبول کر لو۔ مہمانوں نے کھانا کھایا اور بعد میں پوچھا کہ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو آپ نے اس کو واپس کر دیا یہ کیا راز ہے۔

آپ نے فرمایا حق تعالیٰ کا فرمان ہے دنیا میں ایک کے بدلے دس اور آخرت میں ستر دونگا۔ بس اسی حساب کی بنیاد پر میں نے پہلے آدمی کو واپس لوٹا دیا۔ میں نے اللہ کی راہ میں ایک سوالی کو ایک روٹی دی تھی رزاق عالم سے سودا کیا تھا۔ پھر جب ایک شخص پانچ روٹیاں لے کر آیا تو میں نے جان لیا کہ یہ حساب درست نہیں۔ دوسرا شخص گیارہ روٹیاں لے کر آیا تو میں نے کسی تردد کے بغیر قبول کر لیا کہ یہ حساب کے عین مطابق تھیں اور دینے والے کی شان ظاہر کر رہی تھیں کہ دس روٹیاں ایک روٹی کے بدلے میں تھیں اور جو روٹی میں نے سوالی کو دی اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کر دی تھی۔ حضرت رابعہ بصری کا صبر وقناعت اور شانِ توکل دیکھ کر تمام درویش حیرت زدہ رہ گئے۔

آپ نے فرمایا زبانی توبہ کرنا جھوٹوں کا کام ہے اگر صدق دل سے توبہ کی جائے تو دوبارہ توبہ کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

وفات کے وقت آپ نے حاضر مشائخین سے فرمایا ملائکہ کے لئے جگہ چھوڑ دیں چنانچہ سب باہر نکل گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد اندر سے ندا آئی۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ (الفجر ۲۸)

"اے نفسِ مطمئن اپنے رب کی جانب لوٹ چل یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی"

جب آواز آنا بند ہوئی تو بزرگوں نے دیکھا آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(37) حضرت بہلول دانا

زبیدہ خاتون خلیفہ ہارون رشید کی پاک طینت اوروفا سرشت بیوی تھی۔ اگرچہ عظیم الشان سلطنت کی ملکہ تھی مگر اس کے پہلو میں ایک دردمند دل تھا۔ اہل اللہ اور خدارسیدہ بزرگوں سے وہ بے پناہ عقیدت رکھتی تھی۔ مقدس مقامات کی زیارت اور مزارات کی حاضری اسکی زندگی کے معمولات سے تھے۔ مکہ معظمہ میں ''نہر زبیدہ'' نام کا صاف اور شریں چشمہ اس کے جذبہ عقیدت کی یادگار ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے۔ جبکہ بغداد میں ہر طرف حضرت بہلول داناؒ کے عشق ومستی اور جذب واستغفراق کا ڈنکا بج رہا تھا۔

زبیدہ خاتون بھی ان کے کشف وکرامت اور جذب ومستی سے بے حد متاثر تھی۔ ملکہ تفریح کیلئے شاہی باغ جایا کرتی تھی۔ ایک دن ایک کنیز نے آکر اطلاع دی۔ ملکہ معظمہ...... سیر کیلئے سواری تیار ہے۔ ملکہ کنیزوں کے جھرمٹ میں اُٹھی اور سواری میں آکر بیٹھ گئی۔ سواری محل کے دروازے سے نکل کر بغداد کی شاہراہوں سے ہوتی ہوئی ایک شاداب صحرا کی طرف بڑھنے لگی تھوڑی دور چلنے کے بعد درخت اور جھاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک وادی کے نشیب سے گذرتے ہوئے اچانک ایک کنیز کے منہ سے چیخ بلند ہوئی۔ ملکہ وہ دیکھئے حضرت بہلول دانا جھاڑیوں کے درمیان کچھ چن رہے ہیں ملکہ چونک گئی۔ خوشی سے دل اُچھلنے لگا پردہ اُٹھا کر ملکہ نے دیکھا تو بکھرے ہوئے بال، پراگندہ پیراہن اور حیرت زدہ چہرے کے ساتھ ایک شخص پتھر کے ٹکڑوں کو جمع کر کے کچھ بنا رہا تھا۔ سواری روک دی گئی۔ اضطراب شوق کے عالم میں زبیدہ اتر پڑی اور کانپتے ڈرتے ہوئے قدم آگے بڑھایا۔ ہمت کر کے سامنے پہنچی اور مؤدب کھڑی ہوگئی۔ حضرت بہلول دانا پتھر کے ٹکڑے جمع کر کے گھروندے بنا رہے تھے۔ بادشاہ وقت کی ملکہ جس کے سامنے کھڑی تھی وہ خود ہفت اقلیم کا بادشاہ تھا۔ نہایت ادب سے عرض کیا السلام علیکم۔ آنکھیں اُوپر اُٹھیں اور جواب دیا وعلیکم السلام عرض کیا حضرت یہ کیا بنا رہے ہیں۔ حضرت بہلول دانا نے حقیقت کے چہرے سے نقاب اُلٹتے ہوئے فرمایا کیا بنا رہا ہوں۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہے تو یقین کے کان سے سن لے میں زمین کے فرش پر

جنت کا محل بنا رہا ہوں۔

ملکہ نے سوال کیا: حضرت جنت کا یہ محل میرے ہاتھ پر فروخت کریں گے۔

جواب ملا: ضرور فروخت کرونگا۔

ملکہ: کتنی قیمت پر فروخت کریں گے۔

فرمایا: ایک درہم پر۔

جواب سنتے ہی زبیدہ نے فوراً قیمت پیش کر دی۔ قیمت ادا ہو جانے کے بعد حضرت نے ایک لکڑی اُٹھائی اور گھروندے کے گرد خط کھینچتے ہوئے فرمایا ''میں نے جنت کا یہ محل ایک درہم کے عوض زبیدہ خاتون کے ہاتھ بیچ دیا۔'' یہ سنتے ہی ملکہ اس یقین کی خوشی میں سرشار ہوگئی کہ اسے جیتے جی جنت مل گئی ہے۔

نماز تہجد سے فارغ ہو کر ملکہ اپنے حرم سرا میں محوخواب تھی۔ دروازے کے باہر کنیزوں کا پہرہ تھا اچانک قدموں کی آہٹ سے ایک کنیز چونک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو بادشاہِ وقت ہارون رشید دبے پاؤں چلے آ رہے تھے۔ ہارون رشید نے آگے بڑھ کر زبیدہ کی خوابگاہ کے دروازے پر دستک دی۔ ملکہ کی آنکھ کھل گئی۔ گھبرائی ہوئی اُٹھی اور دروازہ کھولا۔ بڑی مشکل سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل سکے۔ اتنی رات گئے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ کوئی تشویش ناک حادثہ تو نہیں۔ ہارون رشید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کوئی ایسی بات نہیں۔ ابھی ابھی میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا کہ میں جنت الفردوس کی سیر کر رہا ہوں۔ لعل وزُمرد اور یاقوت وزبرجد کے بنے ہوئے محل نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے جونہی آگے بڑھا بلند قامت دروازے کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا ''زبیدہ خاتون'' یہ تحریر پڑھ کر میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔

ملکہ نے بادشاہ کو سارا واقعہ سنا دیا۔ ہارون رشید نے کہا اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو ایک دن مجھے بھی ان کی سرکار میں لے چلو۔ کئی دن کی ناکامیوں کے بعد ایک دن پہاڑ کے دامن میں حضرت مل گئے۔ ادب سے سلام کیا پھر دریافت کیا جنت کے محل کو فروخت کیجئے گا۔ جواب ملا ضرور۔ قیمت دریافت کی تو یہ سن کر پاؤں سے زمین نکل گئی۔ ''تیری پوری سلطنت جنت کی قیمت ہے'' دیر تک سکتے کا عالم طاری رہا کچھ وقفے کے بعد عرض کیا چند دن پہلے آپ کی کنیز زبیدہ خاتون حاضر ہوئی تھی آپ نے ایک درہم پر اس کے ہاتھ پر جنت

فروخت کی تھی۔حضرت نے جواب دیا زبیدہ خاتون پر اپنا قیاس مت کرو وہ جنت دیکھ کر نہیں آئی تھی۔

یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لو کہ دراصل جنت کی قیمت درہم و دینار نہیں دل کا اَن دیکھا اور روح کا نادیدہ اعتماد ہے۔عالم آخرت کی ساری خوش بختی ایمان بالغیب ہی کی ہے۔بے خودی کے عالم میں عرض کیا حضرت میں اپنی سلطنت دے کر قیمت چکانے کیلئے تیار ہوں۔

"جنت کا پروانہ عطا فرما دیجئے۔"

عجز و درماندگی کی اس التجاء پر حضرت بہلول دانا کا دل بھر آیا آپ نے فرمایا تیری سلطنت لے کر میں کیا کرونگا جا اپنی سلطنت بھی لے جا اور جنت کا پروانہ بھی رکھ لے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بکھرے موتی

حضرت سفیان ثوری اپنے زمانے کے مشہور محدث،فقیہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

آپ کو حضرت امام ابوحنیفہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔آپ نے فرمایا دس باتیں بے وفائی کی ہیں۔

1) کوئی مرد اور عورت اپنے لئے تو دعا کرے لیکن اپنے والدین اور عام مومنین کیلئے دعا نہ کرے۔

2) کوئی شخص قرآن پڑھے لیکن ہر روز سو آیتیں نہ پڑھے۔

3) کوئی شخص مسجد میں جائے اور دو رکعتیں پڑھے بغیر مسجد سے واپس چلا جائے۔

4) کوئی شخص جمعہ کے دن شہر جائے اور وہاں سے نماز جمعہ پڑھے بغیر واپس آ جائے۔

5) کوئی شخص قبرستان سے گزرے لیکن قبر والوں کو نہ سلام کرے نہ انکے لئے دعا (فاتحہ خوانی) کرے۔

6) کسی محلے میں کوئی عالم دین آئے اور اسکے پاس کوئی شخص بھی دین سیکھنے نہ جائے۔

7) دو شخص ایک دوسرے کے رفیق بنیں اور ایک دوسرے کا نام بھی نہ پوچھیں۔

8) کوئی شخص کسی کی دعوت کرے اور وہ اسکی دعوت میں نہ جائے۔

9) کوئی شخص فراغت کے باوجود اپنی جوانی ضائع کر دے اور علم و ادب نہ سیکھے۔

10) ایک شخص خود تو پیٹ بھر کر کھائے لیکن اپنے بھوکے ہمسائے کو کچھ نہ دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(38) خواجہ گیسودرازؒ

امیر تیمور کے زمانہ میں حضرت خواجہ گیسودراز دہلی چھوڑ کر دکن کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کا نام سید محمد حسینی اور والد کا نام سید یوسف حسینی تھا۔ انکا تعلق حضرت محبوب الٰہی سے تھا۔ حضرت گیسو درازؒ، حضرت زین العابدین کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بائیسویں واسطہ سے سرکار دو عالم ﷺ سے جاملتا ہے۔ کمسنی میں ہی قرآن حفظ کرلیا بعد میں اس وقت کے جید علماء سے عربی، فارسی، صرف ونحو اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کو دیکھا تو ان پر وارفتہ ہو گئے۔ حضرت چراغ دہلوی نے آپ کو اپنی نگرانی میں ریاضیت ومجاہدات میں مشغول رکھا اور خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین بنایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے بہت زیادہ نفل پڑھنے سے مراقبہ بہتر ہے۔ صوفیاء کے نزدیک وضو میں حضوری اور شگفتگی ہے۔ وضو کے بغیر انسان کو ہرگز نہیں سونا چاہیے اور حالت بیداری کے بعد فوراً وضو کرلینا چاہیے۔

علامہ سلیمان ندوی رقمطراز ہیں۔ سلاطین چشتیہ میں حضرت خواجہ گیسودراز، سُلطانِ قلم ہیں آپ کے سخن اور قلم کی سلطانی کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

"پھر میں نے سوال کیا۔ اے میرے پروردگار تیرا کوئی مکان بھی ہے فرمایا اے غوث الاعظم میں مکانوں کا پیدا کرنے والا ہوں۔ میرا کوئی مکان نہیں بجز انسان کے۔ انسان میرا کھلا اور چھپا ہوا راز ہے۔ میں انسان کے ساتھ اسی صفت کے ساتھ ہوں اور میری صفت یہ ہے کہ میں کہیں نہیں ہوں اور ہر جگہ موجود اور حاضر ہوں۔ یعنی میرا کوئی مکان نہیں، انسان میرا آئینہ ہے اور میں انسان کا آئینہ ہوں۔ (جواہر العشاق)

دوسری جگہ حضرت گیسودراز فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے غوث الاعظم میں نے فقر وفاقہ کو انسان کیلئے بہترین سواری بنایا ہے جو کوئی اس پر سوار ہو گیا۔ وہ منزلیں طے کرنے سے پہلے ہی منزل تک پہنچ گیا۔

فقر سے مراد "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" اور فاقہ سے مراد مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰیO ہے۔ (النجم ۱۷)

مرشد کی سواری:

ایک دن سراہ بیٹھے تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی سواری آ رہی تھی۔ اُٹھ کر زانوے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا:

"سید (فروتر) اے سیدزادے اور نیچے بوسہ دو۔

دوسری مرتبہ اُنہوں نے پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ فرمایا:

اے سید (فروتر) اور نیچے بوسہ دو۔ آپ نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔

پھر فرمایا فروتر، اے سیدزادے اور نیچے بوسہ دو۔

اُنہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ لوگوں نے تعجب کیا اتنے بڑے عالم اور جلیل سید نے زانوں پر بوسہ دیا۔ حضرت راضی نہ ہوئے پھر پاؤں پر بوسہ دیا۔ حضرت راضی نہ ہوئے بلکہ اور نیچے کا حکم دیتے گئے۔ حضرت خواجہ گیسودراز نے فرمایا لوگ نہیں جانتے ان چار بوسوں میں شیخ نے مجھے کیا عطا فرمایا۔

جب میں نے زانو مبارک پر بوسہ دیا: تو مجھ پر عالمِ ناسوت منکشف ہو گیا۔

پائے اقدس پر بوسہ دیا: تو عالمِ مَلکوت منکشف تھا۔

گھوڑے کے سُم پر بوسہ دیا: تو عالمِ جبروت منکشف تھا۔

زمین پر بوسہ دیا: تو عالمِ لاہوت کا انکشاف ہو گیا۔

خلافت: آپ کی مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا پیر جو اپنے مرید کو خلیفہ بنا کر صاحب خلافت کرتا ہے۔ یہ خلافت کیا چیز ہے۔ فرمایا خلافت کی تین قسمیں ہیں۔

۱) خلافت رحمانی: یہ وہ الہام ہے جو پیر کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں مرید کو درجہ خلافت سے سرفراز فرمائے یہ خلیفہ اپنی خلافت کے ذریعے آئندہ کے لوگوں کو افعال بد سے توبہ کرا کے صراط مستقیم پر گامزن کر سکے۔

۲) خلافتِ ذاتی: یہ وہ صفت ہے جو مرید کی ذات میں نکوکاری دیکھ کر بغیر کسی اشارہ غیبی کے اپنے مرید کو خلافت عطا فرماتا ہے۔

۳) خلافت عرضی: بغیر کسی الہام یا مرید میں نکو کاری کو کوئی علامت دیکھے کسی شیخ یا عزیز و اقارب کی سفارش کے سبب کسی کو خلافت بطور تبرک دے دی جائے۔

ان میں سب سے عمدہ قسم خلافت الہامی و رحمانی ہے۔

مراقبہ:

ایک دفعہ ایک مرید نے مراقبہ کی تعریف دریافت کی۔ فرمایا: اس کی تعریف یہ ہے کہ طالب اپنے طلب مقصود میں اتنا مستغرق و محو ہو جائے کہ اسے دنیا و مافیہا کی مطلق خبر نہ رہے۔ ذکر کے وقت باوضو، قبلہ رو، دوزانو بیٹھ کر (دونوں ہاتھ، دونوں زانو پر سیدھے رکھے)۔ پھر اپنے "سلسلہ" کے طریقہ کے موافق ذکر و شغل میں مشغول ہو جائے اور یہ تصور کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہے اور میں اسکی بارگاہ میں حاضر ہو کر التجا کر رہا ہوں۔

کم خوری کے فوائد:

حضرت محبوب سبحانی کا قول ہے۔ جس فقیر نے رات کو بھوکے رہنے کی عادت ڈال لی۔ اس کیلئے وہ رات "شب معراج" بن جاتی ہے اور جو فقیر صبح اُٹھتے ہی پاخانہ کا منہ تکتا ہے وہ گویا دروازۂ دوزخ سے مُنہ پھیر کر تا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے: "شکم سیر ہو کر شب بیداری کرنے سے کچھ نہ کھا کر سو رہنا بہتر ہے"۔ بعض بزرگوں کا دستور رہا کہ وہ صوم داؤدی رکھتے تھے یعنی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ تاکہ زیادہ کھانے کی معصیت سے بچ سکیں۔

سماع و قوالی:۔

سماع کے بارے میں ارشاد فرمایا اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱) حلال ۲) مباح ۳) مکروہ ۴) حرام ۔

حلال: اگر سننے والوں کی حقیقی توجہ پوری طرح حق طلبی اور حق جوئی کی طرف ہو تو حلال ہے۔

مباح: اگر قوالی سننے والوں کی توجہ زیادہ تر حقیقت کی جانب ہو تو مباح ہے۔

مکروہ: اگر سننے والوں کی توجہ متوسط ہو۔ یعنی حقیقت و مجاز کے درمیان تو مکروہ ہے۔

حرام: اگر سننے والوں کی توجہ صرف مجاز کی جانب مبذول ہو تو قوالی سننا حرام ہے۔

تقرب الٰہی:

ایک دفعہ حضرت نے حدیث قدسی بیان فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:

"جب میرا بندہ میری محبت کی خاطر نوافل پڑھتا ہے تو میں اسکے قریب ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اسے دوست رکھنے لگتا ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اس کی طلب پوری کرتا ہوں۔

تجلیات:

ایک دن ہم ذکر و شغل میں تھے کہ شیخ منور کے ایک نوکر نے ہمارا سر، دھڑ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کٹے ہوئے الگ الگ پڑے دیکھے اور یہ منظر دیکھ کر وہ چلانے لگا، دوڑ و قل ہو گیا اس پر دوسرے لوگوں نے بھی ہمارے اعضاء الگ الگ پڑے دیکھے اور شور مچا دیا۔ اتنے میں شیخ منور بھی آئے اور انہوں نے ہمیں صحیح و سالم قبلہ رو بیٹھے دیکھا پھر سب لوگ بالکل چپکے سے ہو گئے۔ دوسرے دن شیخ منور نے ہمارے روانہ ہوتے وقت امر واقعہ دریافت کیا۔ ہم نے انکے اصرار پر کہا۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط (النساء ۱۵۷)

لوگوں نے انہیں قتل کیا نہ پھانسی دی بلکہ وہ سب لوگ شبہ میں پڑ گئے۔

احکام الٰہی کی عجیب عجیب تجلیات ہیں اور اسی شان کو تجلی کہتے ہیں جس میں صرف آنکھیں اور دل و دماغ ہی نورانی نہیں ہوتے بلکہ جسم کا ہر جوڑ شان تجلیات الٰہی کی تاب نہ لا کر الگ الگ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ روز محشر تمام مسلمانوں کو تجلی ہو گی لیکن دنیا میں بھی بندہ اپنے مالک اور آقائے کل کو بچشم خود دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی جب اثر کرتی ہے تو بڑے بڑے پہاڑ ریت کے ذرے بن جاتے ہیں۔ جمال پروردگار کے

اثر سے انسان ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ یہ صورت آتش کی کیفیت رکھتی ہے۔ جسے صرف مردِ مومن دیکھتا ہے۔

کشف: کشف کے بارے میں فرمایا: کشف کسی چیز کا معلوم کرنا اللہ کی بخشش واحسان ہے۔ میں ماں کے پیٹ میں تھا، والدہ کی بڑی بہن فوت ہوئی۔ میری والدہ روتی پیٹتی تھی اور اپنے آپ کو کوستی تھی تو مجھے تکلیف ہوتی تھی۔ میرے جی میں آتا کہ زور سے کہہ دوں اے امان جان: کیا اللہ کو بھول گئیں، لیکن کسی فتنہ کے ڈر سے خاموش رہا۔ والدہ کے پیٹ پر مارنے کے نشان مجھ پر نمایاں ہوئے اور اب بھی میرے جسم پر موجود ہیں اور بعض لوگوں نے بھی دیکھے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بہترین علاج

1) حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نہار منہ کھجوریں کھایا کرو کیونکہ اس سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ (مسند فردوس)

2) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے تاجدارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انجیر کھایا کرو اگر مجھ سے کہا جائے کہ کیا کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا ہے۔ تو میں کہوں گا ہاں یہی ہے۔ یہ بلاشبہ جنت کا پھل ہے۔ اسے کھایا کرو کیونکہ یہ بواسیر کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور گنٹھیا (جوڑوں کا درد) میں مفید ہے۔

3) ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چند منقے پیش کیے گئے تو آپ نے اس کا ایک دانہ ہاتھوں میں لے کر صحابہ کرام سے فرمایا اسے کھاؤ۔ یہ تھکن کو دور کرتا ہے۔ غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ اعصاب کو مضبوط کرتا ہے۔ چہرے کو نکھارتا ہے اور بلغم کو نکالتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

4) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلو کے درد کا سبب گردے کی نس ہے جب وہ حرکت کرتی ہے تو انسان کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کا علاج گرم پانی اور شہد سے کرو۔ (مستدرک حاکم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(39) کافر شاہ مجذوب

حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی روایت کرتے ہیں۔ ایکدفعہ ہم پیرانِ کلیر شریف گئے۔ تمام خادمانِ درگاہ، حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس پر چلے گئے تھے وہاں سوائے ہمارے اور کافر شاہ مجذوب کے اور کوئی نہ تھا۔ وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے ایک دن ہم سے کہا میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میرا بدن اور کپڑے ناپاک ہیں کپڑے تالاب پر دھولاؤ اور مجھ کو نہلا دو ہم نے انکے کپڑے دھوئے اور انکو نہلا دیا۔ بعد نمازِ مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام علیکم کہہ کہ جاں بحق ہوئے۔

اس زمانہ میں مزار کے آس پاس جنگل تھا ہم انکی لاش کی نگہبانی کرتے رہے جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ لاش کو تنہا چھوڑنے سے خطرہ ہے۔ کوئی جانور نہ کھا جائے اور اگر نہیں جاتے تو نماز قضا ہوتی ہے۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ فقیر اِلاّ اللہ کہہ کر اُٹھ بیٹھے ہم نے لاحول پڑھی اور اپنا ڈنڈا سنبھالا کہ شاید کوئی بھوت لاش کے اندر حلول کر گیا ہے۔ مارنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے۔ میاں غوث علی شاہ، خبردار میں کوئی جن بھوت نہیں ہوں میں تو وہی کافر شاہ مجذوب ہوں تم متردّد تھے۔ اس لیے میں سرکار سے دوپہر تک رخصت لے آیا ہوں اب تم جاؤ نماز پڑھو میں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا۔

ہم نے لٹھ رکھ دیا اور اُن سے باتیں شروع کر دیں۔ اوّل ہم نے پوچھا آپ ہیں کون، فرمایا میں تیموریہ خاندان کا شہزادہ ہوں۔ پھر پوچھا آپ کو فیض کہاں سے حاصل ہوا۔ کہنے لگے فیض باطنی حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روح پر فتوح سے ہوا۔

پھر پوچھا مرنے کے بعد آپ پر کیا گذری۔ فرمانے لگے وہاں کا حال مختلف ہے۔ مجھ پر خیر گذری زیادہ حال گفتنی نہیں۔

اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہو رہی ہے۔ مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا۔ ہم ٹھیک وقت پر پہنچے تو بولے لو اب ہم جاتے ہیں۔ تم کفن دفن کی فکر نہ کرنا۔

مولوی قلندر صاحب جلال آبادی آئیں گے دو طالب علم بھی انکے ساتھ ہونگے وہ تمہارے شریک حال ہوجائیں گے۔ دو چادریں انکے پاس ہونگی ایک ہماری پڑی ہے اس میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پاؤں میں بنانا۔

پھر فرمایا اب میرے پاؤں کے انگوٹھوں سے جان نکل گئی ہے، اب ٹخنوں میں آئی ہے، اب گھٹنوں میں، اب کمر میں، اب سینہ میں، اب حلق میں السلام علیکم اتنا کہہ کر رخصت ہوئے۔

تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ انکی وصیت کے مطابق دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا وہ سن کر بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے درحقیقت یہ فقیر اپنے فن کا پورا تھا۔ (تذکرہ غوثیہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ باتیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میری پانچ باتیں یاد رکھو۔

1) اپنے رب کے سوا کسی سے کوئی اُمید نہ رکھیں۔

2) جو چیز انسان نہ جانتا ہو اسے سیکھنے میں شرم نہ کریں۔

3) جب کوئی عالم دین مسئلہ نہ جانتا ہو تو اسے کہہ دینا چاہیے اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مجھے نہیں معلوم)

4) صبر اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے سر اور جسم کی۔

5) جب صبر جاتا رہا تو سمجھو ایمان جاتا رہا کیونکہ جب سر ہی جاتا رہا تو پھر جسم کہاں بچے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(40) حضرت جنید اور پہلوان

حضرت جنید خلیفہ بغداد کے درباری پہلوان تھے۔ دربار لگا ہوا تھا اراکین سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے۔ حضرت جنید بھی اپنے مخصوص لباس میں زینت دربار تھے۔ ایک چوبدار نے آکر اطلاع دی۔ ایک لاغر اور نیم جان شخص صحن کے دروازے پر کھڑا ہے۔ شکل وصورت سے فقیر معلوم ہوتا ہے آج صبح سے وہ اصرار کر رہا ہے کہ میرا چیلنج جنید تک پہنچا دو۔ میں اس سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ قلعہ کے پاسباں ہر چند اسے سمجھاتے ہیں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات مت کرو۔ جسکی ایک پھونک سے تم اُڑ سکتے ہو۔ اس سے کشتی لڑنا پاگل پن ہے۔ لیکن وہ بضد ہے کہ اس کا پیغام دربار شاہی تک پہنچایا جائے۔ خلیفہ نے حکم دیا اسے حاضر کیا جائے۔ بڑی مشکل سے وہ دربار میں آ کھڑا ہوا۔ وزیر نے دریافت کیا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ جنید سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ اجنبی نے جواب دیا۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جنید کا نام سن کر بڑے بڑے زور آوروں کے ماتھے پر پسینہ آجاتا ہے۔ ساری ریاست میں اب انکا کوئی مد مقابل نہیں۔

اجنبی نے کہا جنید کی شہرت ہی مجھے یہاں تک کھینچ لائی ہے اور اسی اعتقاد کو ختم کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں کہ جنید کا کوئی مد مقابل نہیں رہ گیا۔

خلیفہ نے اہل دربار کی رائے دریافت کی۔ حاضرین نے رائے دی اگر یہ بضد ہے تو اس کا چیلنج منظور کر لیا جائے۔ انجام کا یہ خود ذمہ دار ہے۔ مقابلے میں شکست کھا گیا تو یہ ہماری توقع کے عین مطابق ہوگا اور اگر فتح یاب ہو گیا تو ایک پراسرار شخصیت کے جوہر کمال سے پہلی بار دنیا کو روشناس کرانے کا فخر ہمیں حاصل ہوگا۔

ساری مملکت میں ہونے والے دنگل کا تہلکہ مچا ہوا تھا۔ شاہراہوں پر بازاروں میں ہر جگہ یہی تذکرہ موضوع سخن بن گیا تھا۔ ہر شخص اس اجنبی شخص کو دیکھنے کیلئے بے تاب تھا اس کے متعلق طرح طرح کی

افوائیں لوگوں میں گشت کر رہی تھیں۔ کوئی کہتا کہ وہ ہرگز پلٹ کر نہیں آسکتا۔ وہ اپنی ہلاکت کو کبھی دعوت نہیں دے گا۔ اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ وہ ضرور آئیگا اسے شاعر یا پاگل سمجھنا غلط ہے وہ فنی مہارت میں ایک پر اسرار شخصیت کا مالک ہے۔

اب مقابلے کی تاریخ قریب آ گئی تھی دو دراز ملکوں سے سیاحوں اور تماشائیوں کے قافلے بغداد میں اترنا شروع ہو گئے۔ جدھر نگاہ اُٹھتی انسانوں کا انبوہ کثیر، سیلاب کی طرح اُمنڈتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اب وہ شام آ گئی تھی جسکی صبح تاریخ کا ایک اہم فیصلہ ہونے والا تھا۔

حضرت جنید نے ساری رات کروٹیں بدلتے گذاردی۔ جس نے بڑے بڑے پہلوانوں کا غرور خاک میں ملا دیا تھا آج ایک نحیف ونزار انسان کے مقابلے میں وہ ہزار اندیشوں کا شکار ہو گیا تھا۔ دربار شاہی کے ناموس کے علاوہ اپنی عالمگیر شہرت کا سوال بار بار سامنے آ رہا تھا۔ اُس اجنبی شخص کے متعلق رہ رہ کر دل میں خلش پیدا ہو رہی تھی کہ اس کے فاتحانہ تیور کے پیچھے کوئی نہ کوئی طاقت ضرور ہے۔ صبح ہوتے ہی شہر کے سب سے وسیع میدان میں نمایاں جگہوں پر قبضہ کرنے کیلئے تماشائیوں کا ہجوم آہستہ آہستہ جمع ہونے لگا۔ بغداد کا سب سے وسیع میدان لاکھوں تماشائیوں کے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ اکھاڑے میں چاروں طرف کرسیاں بچھا دی گئی تھیں یہ شاہی خاندان درباری معززین اور مملکت کے عمائدین کی نشست گاہ تھیں۔ تمام آنے والے اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے حضرت جنید بھی بادشاہ کے ہمراہ تشریف لائے۔

اب اجنبی شخص کا انتظار تھا جس نے چیلنج دے کر سارے علاقے میں دھوم مچا دی تھی۔ چند ہی لمحے بعد ایک لاغر انسان پسینے میں شرابور موقع پر پہنچ گیا۔ دنگل کا وقت ہو چکا تھا۔ اعلان ہوتے ہی حضرت جنید تیار ہو کر اکھاڑے میں اتر گئے۔ وہ اجنبی شخص بھی کمر کس کر ایک کنارے کھڑا ہو گیا۔ لاکھوں تماشائیوں کیلئے بڑا ہی حیرت انگیز منظر تھا۔ حضرت جنید خم ٹھونک کر میدان میں آئے اجنبی شخص نے دبی زبان میں کہا کان قریب لائیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

نہ جانے اس آواز میں کیا سحر تھا کہ سنتے ہی حضرت جنید پر ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ اچانک پھیلے ہوئے ہاتھ سمٹ گئے۔ کان قریب کرتے ہوئے کہا فرمایئے، بڑی مشکل سے اتنی بات منہ سے نکل سکی۔ جنید!

میں کوئی پہلوان نہیں ہوں زمانے کا ستایا ہوا ایک آلِ رسول ہوں۔ سیدہ فاطمہؓ کا ایک چھوٹا سا کنبہ کئی ہفتے سے جنگل میں پڑا ہے۔ انکے بدن پر کپڑے بھی سلامت نہیں۔ بچے بھوک کی شدت سے بے حال ہو گئے ہیں۔ شرم سے بھیک مانگنے کیلئے ہاتھ نہیں اُٹھتے۔ صرف اس امید پر چیلنج دیا تھا کہ آلِ رسول کی جو عقیدت تمہارے دل میں ہے آج اس کی آبرو رکھ لو۔ وعدہ کرتا ہوں کل میدانِ قیامت میں نانا جان سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھواؤں گا۔

اجنبی شخص کے یہ جملے نشتر کی طرح حضرت جنید کے جگر میں پیوست ہو گئے۔ پلکیں آنسوؤں کے طوفان سے بوجھل ہو گئیں۔ سچ مچ کشتی لڑنے کے انداز میں تھوڑی دیر پینترا بدلتے رہے۔ سارا مجمع نتیجے کے انتظار میں ساکت و خاموش تھا۔ چند ہی لمحے بعد حضرت جنید نے بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک داؤ چلایا، ہیبت سے دیکھنے والوں کی پلکیں جھپک گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے حضرت جنید چاروں شانے چیت تھے اور سینے پر سیدہ کا ایک ناتواں شہزادہ فتح کا پرچم لہرا رہا تھا۔

ایک لمحے کیلئے مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ لوگوں نے سید کو گود میں اُٹھا لیا۔ میدان کا فاتح اب سروں سے گذر رہا تھا اور ہر طرف سے انعام و اکرام کی بارش ہو رہی تھی۔ تحسین و آفرین کے نعروں سے کان پڑی آوازیں سنائی نہیں دیتی تھیں۔ شام ہونے سے پہلے ایک گمنام سید انعامات کا بیش بہا ذخیرہ لے کر جنگل میں اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ گیا۔

نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد حضرت جنید اپنے بستر پر لیٹے تو بار بار کان میں یہ الفاظ گونج رہے تھے ''وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدان قیامت میں نانا جان سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھواؤں گا۔'' کیا سچ مچ ایسا ہو سکتا ہے۔ کیا اب مجھے قیامت تک انتظار کرنا پڑے گا اتنی طویل مدت کیسے کٹے گی سوچتے سوچتے نیند کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا تو اس دنیا سے دور ایک دوسری دنیا میں پہنچ گئے۔

حضرت جنید نے دیکھا کہ انکے صحن کا چپہ چپہ نورانی کرنوں سے معمور ہو گیا ہے۔ طلعتِ جمال سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ دل کیف و سرور میں ڈوب گیا۔ در و دیوار اور شجر و حجر کو زبان مل گئی اور فضا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ کے نغموں سے گونج اُٹھی۔

جناب رسالت پناہ سلطان کونین ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا جنید سر اُٹھاؤ۔ تمہارے لئے فتح وکرامت کی دستار لے کر آیا ہوں۔ آج سے تمہیں عرفان وتقرب کی سب سے اُونچی بساط پر فائز کیا گیا ہے۔ بارگارہ یزدانی سے گروہ اولیاء کی سرداری کا اعزاز تجھ کو مبارک ہو۔ ان کلمات سے سرفراز فرمانے کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت جنید کو سینے سے لگا لیا اور آنکھ کھلی تو پیشانی کی موجوں میں نور کی کرن لہرا رہی تھی۔ دل کی انجمن تجلّیات کا گہوارہ بن چکی تھی۔

طلوع سحر سے پہلے ہی حضرت جنید کے دروازے پر درویشوں کی بھیڑ جمع ہو گئی جونہی باہر تشریف لائے۔ خراجِ عقیدت کیلئے ہزاروں گردنیں جھک گئیں۔ خلیفہ بغداد نے اپنے سر کا تاج اُتار کر قدموں میں ڈال دیا۔ پاس ہی کسی گوشے سے آواز آئی۔ گروہ اولیاء کی سرداری کا اعزاز مبارک ہو۔ منہ پھیر کر دیکھا تو وہی نحیف ونزار آلِ رسول فرطِ خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کے نام پر مانگنا

حضرت جابر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے نام پر مانگے اسے دو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو تمہاری دعوت کرے اسے قبول کرو اور جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے اسکا بدلہ دو اور اُسے بدلہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو اس کیلئے دعا کرو۔ یہاں تک کہ تمہیں ایسا لگنے لگے کہ اب اس کا بدلہ پورا ہو گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(41) حضرت ابوالحسن خرقانی اور سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود غزنوی، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کیلئے خرقان پہنچا۔ پہلے پیغام بھیجا کہ میں آپ کی زیارت کیلئے غزنی سے یہاں تک آیا ہوں اب خانقاہ سے خیمہ تک قدم رنجا فرمایئے۔ اور قاصد کو سکھا دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو انہیں قرآن سنانا۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ. ج (النساء ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور جو تم میں حاکم ہو۔

فرمایا! اللہ کی اطاعت میں اتنا مستغرق ہوں کہ رسول کی اطاعت کیلئے شرمندہ ہوں۔ پس حاکم کی اطاعت تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ قاصد نے محمود کو یہ جواب سنا دیا۔ سلطان محمود نے اپنی پوشاک ایاز کو پہنا کر سلطان بنایا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر غلام بنایا اور خود ہتھیار باندھ کر اس کا اردلی بن گیا۔ حضرت کے حجرے پر پہنچا۔ حضرت نے تعظیم نہ دی۔ محمود نے کہا آپ نے سلطان کی کچھ توقیر نہ کی۔ فرمایا! تم نے جال لگایا ہے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا ان مجرموں کو باہر کر دو۔ پھر محمود نے دعا کی درخواست کی اور تھیلی اشرفیوں کی پیش کی۔ آپ نے ایک سوکھی روٹی جو کی نکال کر سامنے رکھ دی۔ محمود نے کھائی مگر نوالہ گلے سے اٹکتا گیا۔

فرمایا! ایسی ہی تمہاری اشرفیاں ہمارے حلق سے نہیں اُتریں گی۔ بس اُٹھا لو ہم دنیا کو طلاق دے چکے ہیں۔ عرض کیا، اپنی کوئی یادگار یا تبرک عنایت فرمایئے۔ شیخ نے اپنا ایک خرقہ دے کر فرمایا اگر تم کو کہیں بڑی مشکل پیش آئے۔ جس کی عقدہ کشائی دشوار ہو تو اس کے ذریعے دعا کرنا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

جب محمود رخصت ہونے لگا تو اس وقت شیخ تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اس نے پوچھا آتے وقت کچھ نہ تھا۔ تو اب جاتے وقت تعظیم کیسی۔ جواب دیا اے محمود تو بادشاہی کے گھمنڈ میں امتحان کیلئے آیا تھا۔ مگر اب تو فقیری اور انکساری کی دولت لے کر چلا ہے۔ پس میں تیری شاہی کی تعظیم کیلئے نہیں اُٹھا بلکہ فقیری کی

تکریم کے واسطے کھڑا ہوا ہوں۔ محمود واپس ہوا اور سومنات پر آخری حملہ کیا۔ جب معرکہ سخت پیش آیا اور تردّد پیدا ہوا تو شیخ کے لباس کو لے کر فتح کا دعا مانگی اور منّت مانی جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ درویشوں کی نذر کرونگا۔ چنانچہ اسی روز محمود کا لشکر فتح یاب ہو گیا۔

رات کو محمود نے خواب میں دیکھا حضرت ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں کہ تو نے ہمارے خرقہ کی بھی آبرو کھودی۔ اگر تم یہ دعا کرتے کہ دنیا کے تمام کُفّار کو ایمان نصیب ہو۔ تو اللہ تعالیٰ سب کو مشرف بہ اسلام کر دیتا۔ اس فتح میں سلطان کو مال کثیر ہاتھ آیا۔ علماء سے دریافت کیا۔ یہ مالِ غنیمت کس کو دینا چاہیے۔ کہا: علماء کو تاکہ دین کی ترقی ہو۔ پھر نمازیوں اور فوجیوں سے یہی سوال کیا ہر ایک نے اپنے مطلب کی کہی۔ سب کے بعد ایک مجذوب جو لشکر میں رہتا تھا اس سے پوچھا اس نے جواب دیا۔ محمود اگر خدا سے آئندہ کچھ طلب ہے تو حسب وعدہ فقرا پر تقسیم کرو۔ ورنہ جو مقصد آپ کا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے، آئندہ خدا سے کچھ توقع مت رکھنا۔ بادشاہ نے یہ جواب سن کر تمام مال غربا کو لٹا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تلبیہ

حضرت سہیل بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مومن بندہ جب حج اور عمرہ کی دعا تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) کہتا ہے۔ تو اس کے دائیں اور بائیں طرف اللہ کی تمام مخلوقات خواہ وہ بے جان پتھر، درخت یا ڈھیلے ہی ہوں وہ بھی اس بندے کے ساتھ دعا پڑھتے ہیں یہاں تک کہ زمین اُس طرف اور اِس طرف سے ختم ہو جاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(42) خواجہ باقی باللہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کی خدمت میں مہمان حاضر ہوا کرتے۔ باورچی نے عرض کیا۔ حضرت بعض دفعہ مہمان زیادہ آ جاتے ہیں اور کھانا کم ہو جاتا ہے۔ آپ مجھے فرما دیا کریں تاکہ جتنے مہمان ہوں اتنا ہی کھانا تیار کیا کروں۔

خواجہ صاحب کے پاس ایک بلی بیٹھی ہوئی تھی فرمایا اس بلی سے پوچھ لیا کرو۔ باورچی بلی سے پوچھ لیا کرتا۔ جتنے مہمان آنے والے ہوتے اتنی دفعہ میاؤں میاؤں کہتی۔ باورچی اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کر لیتا۔ ایک دفعہ بلی نے تین دفعہ آوازیں دیں اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین مہمان آئیں گے۔ جب دستر خوان بچھایا گیا تو مہمان چار بیٹھ گئے۔ باروچی نے عرض کیا۔ حضرت آج بلی نے غلطی کی اس نے تین آدمی کہے تھے مہمان چار آ گئے۔ خواجہ صاحب نے بلی سے کہا باروچی تمہاری شکایت کرتا ہے۔ تو نے اتنی غلطی کیوں کی پاس ہی مسافر کھانا کھا رہے تھے۔ بلی دوڑ کر گئی ایک مسافر کے کپڑوں کو ہاتھ کے پنجے سے کھینچنا شروع کر دیا۔ پھر کپڑے کو منہ میں ڈال کر کھینچا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

مسافر نے کہا بلی سچی ہے میں مہمان نہ تھا۔ میں کافر ہوں یہاں آ گیا تھا۔ میں کسی بندہ خدا کی تلاش میں تھا۔ یہاں آ کر میں نے دیکھا بلیوں کو بھی علم غیب ہے۔ سچے دل سے کلمہ پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(43) خواجہ اجمیری کی کرامت

پنڈت رام لال کی عمر پچاس سال تھی وہ سٹیشن ماسٹر تھے ''کتیال'' گاؤں سے سٹیشن دو کلو میٹر دور تھا اور یہ راولپنڈی سے کوہاٹ جانیوالی لائن پر گولڑہ شریف کے بعد آتا ہے۔ الٰہی بخش ڈاک کے تھیلے لے کر مغرب کے بعد سٹیشن پر چلے جاتا۔ ڈاک کے تھیلے پہنچانے کیلئے رات وہی گذارنا پڑتی تھی۔ الٰہی بخش مری کے قریب ایک گدی موہڑہ شریف کا بیعت تھا۔ پیر صاحب کی ہدایت کے مطابق وہ ''اللہ ھو'' کا ذکر بکثرت کرتا تھا۔ پنڈت جی کو اپنے مذہب سے بڑا لگاؤ تھا وہ رام رام کی مالا جپتے رہتے تھے۔ ایک دن پنڈت نے الٰہی بخش سے کہا میں رام رام کرتا رہتا ہوں لیکن میرے دل کو سکون نہیں ملتا۔ الٰہی بخش نے کہا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بے شک دلوں کا سکون تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے''۔ الٰہی بخش جب نماز مغرب کے بعد بلند آواز سے ''اللہ ھو'' کا ذکر کرتا تو پنڈت اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ الٰہی بخش نے انہیں کلمہ طیبہ کے معنی بتائے اور اسلام کی خاطر صحابہ کرام کو دی جانے والی تکلیفوں کا ذکر کیا کہ کس طرح مسلمان اپنے بیوی، بچے گھر اور مال و دولت چھوڑ کر مکہ سے مدینے ہجرت کر گئے۔ پنڈت نے کہا مجھے بھی کوئی بڑا فیصلہ کرنا پڑے گا۔ میں کوشش کرونگا میری بیوی اور بچے میرے ساتھ اسلام قبول کر لیں۔

آخر ایک دن انہوں نے دل کی بات بیوی کو بتا دی اور کہا کہ وہ اور بیٹی دونوں اسلام قبول کر لیں لیکن بیوی نے انکی بات سن کر رونا دھونا شروع کر دیا اور کہا کہ اپنا مذہب چھوڑنے کی غلطی نہ کرنا اگلے روز انکی بیوی نے اپنے بیٹے کو جو لاہور میں زیر تعلیم تھا بذریعہ ٹیلی گرام بلوایا اور اسے بتایا وہ گوجر خاں سے اپنے ماموں کو لے آیا۔ اُس نے کہا اگر آپ نے فیصلہ نہ بدلا تو میں اپنی بہن اور بھانجے، بھانجی کو ساتھ لے جاؤنگا۔ پنڈت نے کہا اگر یہ اسلام قبول نہیں کرتے تو میرا انکا رشتہ ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔ تم انہیں لے جانا چاہتے ہو تو لے جاؤ۔ وہ سب پنڈت سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ پنڈت نے صرف اپنی بیٹی کے سر پر آخری دفعہ ہاتھ پھیرا اور نمناک آنکھوں سے انہیں رخصت کر دیا۔

اس دن سے پنڈت نے نماز یاد کرنا شروع کر دی اور الٰہی بخش نے انہیں نماز کا طریقہ سکھا دیا۔

تین دن بعد جمعہ مبارک تھا۔ چنانچہ قبول اسلام کیلئے یہ دن مقرر کیا گیا۔ یہ بات گاؤں سے نکل کر اردگرد کے دیہات میں پھیل گئی "کتیال" کی جامع مسجد بازار کے درمیان تھی اور تمام بازار ہندوؤں کے قبضہ میں تھا۔ اس لئے مسلمان اپنے ساتھ چھوٹے موٹے ہتھیار بھی لے آئے چند ایک گھوڑیاں بھی آ گئیں۔ قریبی تھانے میں بھی اطلاع کر دی گئی۔ چنانچہ دوپہر کو پولیس گارد بھی پہنچ گئی۔ پنڈت جی نے ایک بجے سٹیشن سے روانہ ہونا تھا باہر لوگوں کا ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ جب وہ سفید کپڑے پہنے سٹیشن سے نکلے تو فضا نعرہ تکبیر سے گونج اُٹھی۔ ایک صاحب نے گھوڑی پیش کی دوسرے نے پگڑی (دستار) سر پر رکھی۔ تقریباً دو سو کے قریب لوگوں کا جلوس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔

جلوس کے استقبال کیلئے کچھ لوگ گاؤں سے باہر آئے ہوئے تھے کچھ مسجد میں انتظار کر رہے تھے۔

جلوس آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا جامع مسجد تک پہنچ گیا۔ پنڈت جی کو پہلی صف میں جگہ دی گئی۔ خطیب نے اپنی تقریر روک کر پنڈت جی کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور انکا اسلامی نام "شیخ غلام مصطفیٰ" تجویز کیا جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔

نماز جمعہ کے بعد سب نمازی شیخ غلام مصطفیٰ کو گلے لگاتے اور مبارک باد دیتے رہے کچھ نوجوانوں نے شیخ صاحب کی حفاظت کیلئے انکے گھر پر پہرہ دینے کی پیشکش کی لیکن اُنہوں نے یہ کہہ کر انکی تجویز مسترد کر دی کہ جس اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہے وہی میری حفاظت کریگا۔

ایک دن انہوں نے الٰہی بخش کو اپنا قصہ سنایا کہ میرے والدین کے کوئی اولاد نہ تھی وہ ہر مندر اور پجاری کے پاس جا کر پرارتھنا کر چکے تھے لیکن ان کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ آخر کار ایک دوست کے کہنے پر خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر حاضری دینے گئے اور دعا کر کے واپس آ گئے۔ رات خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی اُنہوں نے والد صاحب کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی اور ساتھ ہی کہا کہ "ہونے والا بچہ ہمارا ہوگا"۔

والد صاحب اس خواب کو کبھی نہ بھولے۔ جب میں ذرا بڑا ہوا تو مجھے اپنے دھرم کی طرف راغب

کرنے کی کوشش کی گی۔ لیکن شروع ہی سے مذہبی مطالعہ میرا دلچسپ مشغلہ بن گیا۔ کچھ عرصہ بعد میرے والد صاحب فوت ہو گئے۔ میرے دل میں بار بار خواہش ہوتی کہ اجمیر شریف جاؤں اور اس بزرگ کے مزار پر حاضری دوں جسکی برکت سے میں دنیا میں آیا۔ میں اجمیر شریف پہنچا تو وہاں کی دنیا ہی نرالی تھی ہندو، سکھ، مسلمان سب خواجہ جی کے دربار پر حاضری دے رہے تھے اور اپنے اپنے عقیدے کے مطابق دعا مانگ رہے تھے۔ میں جب بھی اجمیر شریف حاضری دیتا ہر دفعہ مجھے اپنے اندر ایک تبدیلی کا احساس ہوتا۔ جیسے خواجہ جی مسلسل مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ میں کتیال سٹیشن پر آ گیا اور ایک سال کے اندر ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

اس کے بعد شیخ غلام مصطفیٰ نے سروس سے ریٹائر ہو کر کتیال گاؤں میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ مسجد میں آپ نے قرآن مجید پڑھ لیا۔ پنشن کی جو رقم ملی وہ دینی طالب علموں پر خرچ کر دیتے۔ تین سال بعد کچھ دن بیمار رہ کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ ایک صاحب دل نے آپ کی قبر پختہ کرا کے انکا نام بھی لکھوا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

احرام اور پاکیزگی

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص نے ایک دن حالت احرام میں تلبیہ کہتے ہوئے گذارا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو وہ سورج اسکے گناہ لے کر غروب ہو گا اور محرم (حج کرنے والا) گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے اس وقت تھا جب اسکی ماں نے اسے جنم دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(44) نہ جانے کیا ہے

احمد آباد (بھارت) میں حضرت قطب عالم کی کرامت کا حال بہت ہی دلچسپ ہے۔ ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت قطب عالم رات میں تہجد کیلئے اُٹھے تو لکڑی سے آپ کو ٹھوکر لگی بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ لوہا ہے؟ لکڑی ہے؟ کنکر ہے یا پتھر ہے۔ نہ جانے کیا ہے؟ لوگوں نے صبح کو دیکھا تو اس میں لوہا، لکڑی، کنکر، پتھر سبھی کچھ تھا اور اسکے علاوہ ایک ایسی چیز بھی نمودار ہوگئی کہ کسی شخص نے اسکو نہیں پہنچانا اور سب نے یہی کہا نہ جانے کیا ہے؟

آج بھی لکڑی کا یہ ٹکڑا احمد آباد سے چند میل دور حضرت قطب عالم کے مزار پر شیشہ میں رکھا ہوا ہے اور ہر دیکھنے والا اس میں لوہے، لکڑی، کنکر اور پتھر کو تو پہنچان لیتا ہے مگر خاص چیز کو دیکھنے والا یہی کہتا ہے کہ وہ نہ جانے کیا ہے؟

انگریز اس کو کاٹ کر لندن لے گئے اور اسکی لیبارٹری میں مکمل جانچ پڑتال کی اور آخر کار مجبور ہو کر ان لوگوں نے بھی یہی کہہ دیا۔ نہ جانے کیا ہے؟

حضرت قطب عالم کی زبان سے جو کچھ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ لکڑی کے ٹکڑے میں پیدا فرما دیا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا ''نہ جانے کیا ہے'' تو خداوند عالم نے اس میں ایک ایسی چیز پیدا فرما دی جس کے لیے قیامت تک سب لوگ یہی کہتے رہیں گے ''نہ جانے کیا ہے''۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
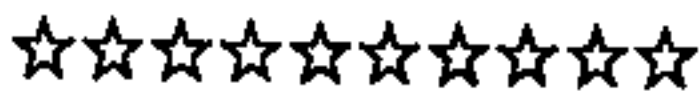
(45) پاکپتن کے درویش

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اشاعت اسلام کا وہ فریضہ انجام دیا جسکی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی خانقاہ عالیہ سے ایسی نابغہ روزگار شخصیات تیار ہو کر نکلیں۔ جن کا فیضان چاردانگ عالم تک پہنچا۔ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ بختیار کاکی اور انکے خلیفہ حضرت بابا فرید الدین مسعود ہیں بابا فرید کو دونوں عظیم المرتبت ہستیوں سے فیضان حاصل ہوا۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ کے نوے سالوں میں دس بادشاہوں کا دور دیکھا۔ جن میں شہاب الدین غوری، قطب الدین ایبک، اکرام شاہ، سلطان شمس الدین التمش، رکن الدین فیروز شاہ، رضیہ سلطانہ، معزالدین بہرام، علاؤالدین مسعود شاہ، سلطان ناصرالدین محمود اور غیاث الدین بلبن شامل ہیں۔

چور اندھا ہو گیا:

آپ کی والدہ ماجدہ تہجد گزار خاتون تھیں۔ ایک رات وہ نماز تہجد ادا فرمارہی تھیں۔ کہ اسی اثناء میں گھر میں چور داخل ہوا۔ اندر آتے ہی اسکی بنیائی چلی گئی۔ وہ سخت پریشان ہوا اور دیواروں سے ٹکراتا رہا۔ اس نے گھبراہٹ میں آواز دی اس گھر میں کوئی ایسی برگزیدہ ہستی ہے جسکی ہیبت میں میری بینائی ختم ہو گئی ہے میں اس ہستی سے وعدہ کرتا ہوں کہ بینائی ملنے پر چوری سے تائب ہو جاؤنگا۔ آپ کی والدہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اگلی صبح وہ چور اپنے اہل خانہ سمیت ان کے در پر حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔

عورت کی واپسی:

نظام الدین اولیاء (خلیفہ بابا فرید) بیان کرتے ہیں۔ حضرت شیخ العالم بابا فرید گنج شکر کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی کہ اس کی بیوی کو ڈاکو چھین کر لئے گئے۔ میں نے اس وقت سے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے اس شخص سے فرمایا میں دعا کرونگا کہ تمہاری بیوی تمہیں مل جائے تم کھانا نہ

چھوڑ دو۔ چنانچہ اس نے کھانا کھالیا اور چند روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ چند دن بعد ایک شخص بیڑیاں پہنے (پولیس کی حراست) میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے دہلی کے بادشاہ کے پاس لے جارہے ہیں۔ معلوم نہیں میرا کیا حشر ہوگا اس واسطے ان سپاہیوں کو راضی کر کے یہاں تک پہنچا ہوں میری رہائی کیلئے دعا فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا ہم آپ کے لیے دعا کریں گے۔ ہمارے اس مہمان کو اپنے ساتھ دہلی لے جاؤ۔ دہلی جا کر اگر تم کو رہائی مل گئی تو ہمارے اس مہمان کو ایک لونڈی دلوا دینا۔ عرض کیا تعمیل ہوگی۔ دہلی پہنچے پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد اس نے بازار سے ایک لونڈی خریدی اور بابا فرید کے مہمان کو دیدی۔ مہمان نے دیکھا کہ یہ لونڈی اس کی وہی لونڈی بیوی تھی جسے ڈاکو چھین کر لے گئے تھے۔

ٹھیکری کا نقش:

حضرت بابا فرید جنگل میں جارہے تھے۔ سواری میں ایک گدھا تھا۔ بارش ہونے لگی قریب ہی کمہاروں کا مکان دکھائی دیا۔ وہاں تشریف لے گئے اور گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی اُنہوں نے کہا ایک عورت کے بچہ ہونے والا ہے۔ کئی دن سے درد ہے۔ بچہ نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تم کو جگہ کہاں سے دیں۔ فرمایا مجھے جگہ دے دو۔ بچہ بھی پیدا ہو جائیگا۔ کمہاروں نے جگہ دیدی فرمایا میرے گدھے کو بھی جگہ دو۔ عرض کیا یہاں آدمیوں کیلئے جگہ نہیں گدھے کو کہاں سے جگہ دیں۔ فرمایا جب تک میرے گدھے کو جگہ نہ دو گے میں بھی اندر نہیں آؤنگا۔ مجبوراً انہوں نے گدھے کو بھی جگہ دے دی۔ تب حضرت نے کمہاروں کے آوے سے ایک ٹھیکرا اُٹھایا اور اس پر کوئلے سے یہ شعر لکھا:

مرا جائے شُد۔ خرمرا جائے شُد۔ تو خواہی بزائی۔ نہ خواہی مبر

مجھے جگہ مل گئی ہے اور میرے گدھے کو بھی جگہ مل گئی ہے اب تو بچہ جن یا نہ جن

وہ ٹھیکری آپ نے کمہاروں کو دی کہ عورت کے پیٹ پر رکھ دو۔ ٹھیکری پیٹ پر رکھتے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔ اس شعر میں نہ خدا نہ رسول کا نام ہے۔ نہ ہی تلاوت قرآن ہے۔ لیکن لاکھوں آدمیوں نے ٹھیکری کا یہ تعویز آزمایا ہے اور اس کی تاثیر کا تماشا دیکھا ہے۔

عصا اور کھڑاویں:

آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مُرشد نے ان کو اپنا عصا عطا فرمایا تھا اور اس لکڑی کو حضرت رات کے وقت تکیے کی جگہ سر کے نیچے رکھ کر سویا کرتے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے سب سلسلوں کے بزرگ اپنے خلفاء کو عصا اور کھڑاویں، خرقہ اور کُلاہ تبرکات میں دیا کرتے تھے۔ غور کرنے پر معلوم ہوا عصا ہر وقت ہاتھ میں رہنے کے سبب ان روحانی طاقتوں کو ضائع ہونے سے روکنا ہے جو بزرگوں کے ہاتھوں اور انگلیوں سے مقناطیسی لہروں کی طرح ہر وقت باہر نکلتی رہتی تھیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کوہ طور پر معجزے کا عصا عطا فرمایا تھا۔

نئی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ برقی لہریں لکڑی کے جسم میں داخل نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے بجلی کا کام کرنے والے لکڑی پر کھڑے ہو کر کام کرتے ہیں۔ تاکہ کرنٹ انکو صدمہ نہ پہنچا سکے۔ فقرا اور درویش کھڑاویں اسی لیے پہنتے ہیں کہ وہ آسمانی تجلیات (برقی لہریں) جو اُن کے سر کے بالوں کے ذریعے انکے جسم میں جذب ہوتی رہتی ہیں وہ انکے پیروں سے نکل کر زمین میں ضائع نہ ہوں بلکہ کھڑاؤں کی وجہ سے جسم کے اندر ہی رہیں۔ حضرت بابا صاحب بھی کھڑاویں استعمال کرتے تھے اور عصا ہاتھ میں رکھتے تھے جو قدیمی بزرگوں کا ایک روایتی شان بھی ہے۔ (مصور فطرت خواجہ حسن نظامی)

شکر گنج:

بچپن میں اُن کو نماز کا عادی بنانے کیلئے والدہ جائے نماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ جو بچہ نماز پڑتا ہے اسے شکر ملا کرتی ہے۔ ایک روز انکی والدہ شکر رکھنا بھول گئیں اور بعد میں یاد آیا تو اُنہوں نے گھبرا کر پوچھا مسعود تو نے نماز پڑھ لی ہے یا نہیں۔ بابا جی نے جواب دیا ہاں نماز بھی پڑھ لی ہے اور شکر کی پُڑیا بھی مل گئی ہے یعنی اس روز انکو غیب سے شکر کی پُڑیا ملی۔ دوسری روایت کے مطابق بنجاروں کے قافلہ شکر لادے کہیں جا رہا تھا بابا صاحب نے پوچھا کیا لے جا رہے ہوں۔ وہ سمجھے فقیر ہے، مانگے گا اس لئے کہہ دیا نمک ہے۔ حالانکہ انکے پاس شکر تھی فرمایا اچھا بھائی نمک ہی ہوگا۔ بنجارے منزل پر پہنچے اور سامان اتارا تو دیکھا ساری شکر نمک بن گئی ہے۔ بہت پچھتائے واپس آ کر معافی مانگی۔ بابا صاحب نے فرمایا

شکر تھی تو شکر ہی ہوگئی۔ چنانچہ نمک پھر شکر بن گیا اس وجہ سے آپ شکر گنج کہلانے لگے۔

نذرانہ:

سیستان کے رئیس نے بابا فرید کے ایک مرید عارف کے ہاتھ سو دینار انکی خدمت میں نذر بھیجے۔ مرید نے یہ سوچتے ہوئے کہ بابا کو کیا خبر ہوگی اس میں سے پچاس دینار اپنے لئے رکھ لئے اور پچاس آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت بابا فرید نے اسکی طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا "خوب برادرانہ تقسیم کی ہے" مرید سخت شرمندہ ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے معاف فرمادیا اُسے اپنے پاس رکھا اور پیر کامل بنا کر بیعت کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

تین باتیں:

بابا فرید نے اپنے مریدین کو ایک بزرگ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا جب ایک آدمی تین باتوں سے اجتناب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے تین چیزیں اُٹھالیتا ہے۔

۱۔ جو زکوۃ ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے برکت اُٹھالیتا ہے۔

۲۔ جو قربانی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دولت چھین لیتا ہے۔

۳۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ مرتے وقت اس کا ایمان سلب کر لیتا ہے۔

مٹی سونا بن گئی:

آپ کے در سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔ آپ ہر ایک کی حاجت پوری کرتے۔ ایک دفعہ ایک خاتون حاضر ہوئی عرض کیا حضرت میری تین جوان بیٹیاں ہیں۔ انکی شادی کرنی ہے کچھ مدد فرمائیں۔ آپ نے خدام سے کہا جو کچھ بھی درگاہ پہ موجود ہے وہ خاتون کو دے دو وہ کہنے لگے۔ آج کچھ بھی باقی نہیں بچا یہ سن کر خاتون رونے لگی۔ کہ میں بہت مجبور ہوں اور آس لے کر آئی ہوں آپ نے فرمایا جاؤ باہر سے مٹی کا ڈھیلا اُٹھالاؤ۔ وہ لے آئی تو آپ نے بلند آواز سے سورۃ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کیا تو وہ مٹی کا ڈھیلا سونا بن گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین بہت حیران ہوئے۔ خاتون سونا گھر لے گی اور گھر میں جا کر اس نے بھی پاک صاف ہو کر سورۃ اخلاص پڑھ کر مٹی کے ڈھیلے پر دم کیا مگر وہ سونا نہ بن سکا۔ ناچار وہ آپکے در پر

حاضر ہوئی اور کہنے لگی، حضرت آخر کون سی کمی تھی جو مٹی سونا نہ بن سکی۔ آپ نے فرمایا تو نے عمل تو وہی کچھ کیا مگر تیرے منہ میں فرید کی زبان نہ تھی۔

بہشتی دروازہ:

آپ کے روضہ مبارک کا مشرقی راستہ، نوری دروازہ کہلاتا ہے۔ دوسرا دروازہ جنوب کی سمت ہے جو بہشتی دروازہ کہلاتا ہے۔ یہ دروازہ صدیوں سے اسی نام سے منسوب ہے۔ اس کی پیشانی پر باب جنت کے حروف کندہ ہیں۔ آپ کے عقیدت منداس دروازے سے گذرنا باعث سعادت سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ ان پر جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ یہ عقیدت ومحبت ایک قدیم روایت پر مبنی ہے۔ جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے۔ اس کے روای حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دہلوی ہیں۔ جب آپ دہلی سے پاکپتن تشریفِ لائے تو باباجی کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپکے جَسدِ اقدس کو خواجہ شہاب الدین گنج علم کی جگہ امانتاً رکھا گیا تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء نے بذریعہ کشف باباجی سے روضہ تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کی۔ ہزاروں حفاظِ کرام، خلفاء اور مریدین جمع ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا میرے شیخ کے روضہ پر لگنے والی ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم کیا جائے۔ چنانچہ محبوب الٰہی کے حکم پر ایسا ہی کیا گیا اور باباصاحب کے روضے پر لگنے والی ہر اینٹ پر قرآن پڑھا گیا۔ جب روضہ تیار ہو گیا۔ آپ کی لحد مبارک کیلئے چند اینٹوں کی ضرورت پڑی تو باباجی نے بذریعہ کشف خواجہ نظام الدین اولیا سے فرمایا جنوب کی جانب جو جالیاں چھوڑی ہیں۔ ان کو توڑ کر کچھ اینٹیں نکال لیں۔ ان اینٹوں کو نکالنے سے ایک دروازہ بن گیا۔ خواجہ نظام الدین اولیا نے بچشم باطن دیکھا کہ حضور ﷺ بمعہ اصحاب مشرقی دروازہ سے نکل کر جنوب مشرقی گوشہ میں تشریف فرما ہیں۔ یہ جگہ قدم رسول ﷺ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نشانات موجود تھے یہاں بے ادبی سے بچانے کیلئے حجرہ تعمیر کر دیا گیا ہے جو اب بھی موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے نظام الدین تو باآواز بلند یہ کہہ دے اور بشارت ومغفرت جن وانس کو سنا دے کہ ہمیں رب العزت سے فرمان ہوا ہے "جو کوئی اس دروازے سے گذرے گا امان پائے گا۔" چنانچہ بہشتی دروازے پر آپ کا فرمان ان الفاظ میں درج ہے:

مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ اٰمَنَ ۔

جو اس دروازے سے داخل ہو کر گذرا اس نے امان پائی۔

آپ کے حکم کی تعمیل میں حضرت نظام الدین نے مسجد کے مینار پر چڑھ کر توجہ کیلئے تین دفعہ تالی بجائی اور حضور ﷺ کا ارشاد عالی پڑھ کر سنایا۔ اعلان کی دیر تھی کہ موجودہ اولیاء صالحین و دیگر عقیدت مند فرید، فرید کے نعرے لگاتے ہوئے دوڑتے آئے اور بہشتی دروازہ سے داخل ہو کر نوری دروازہ سے باہر آتے گئے۔ آپ کی پیروی میں بہشتی دروازہ کھلتے وقت اب بھی تین مرتبہ تالی بجائی جاتی ہے اور آج تک اسی طرح رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ حضرت امیر خسرو کا مشہور نعرہ:

اللہ، محمد، چار یار　　حاجی، خواجہ، قطب، فرید

لگاتے ہوئے بہشتی دروازہ سے گذرتے ہیں۔ پچھلے سات سو سال سے یہی معمول ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کے مہمان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ سے دعا کریں تو اللہ انکی دعائیں قبول فرمائے گا اور اگر وہ اللہ سے مغفرت طلب کریں تو وہ انکی مغفرت فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ)

حرم میں نیکی

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: حرم کے ایک روزے کا ثواب ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور حرم میں ایک درہم صدقہ کرنے کا ثواب ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کے برابر ہے اور حرم میں ایک نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(46) حضرت بُوعلی قلندر

ایک روز شاہ شرف الدین دہلی کی مسجد "قوت الاسلام" میں طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ اچانک ایک خستہ حال فقیر ان کی محفل میں آیا۔ اس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر کے بلند آواز میں کہا "شرف الدین قیل وقال میں کب تک پڑا رہے گا۔ خود کو بھول گیا۔ عشق کو بھول گیا؟

شاہ شرف الدین کو یک بارگی ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ایک طویل اور گہرے خواب سے چونکے ہیں۔ انکی حالت غیر ہوگئی۔ انہوں نے گریبان پھاڑا اور طلبہ کا حلقہ توڑ کے مسجد سے باہر نکل گئے۔ پھر انہیں دنیا کا کوئی ہوش نہ رہا وہ صبح وشام، شب وروز اور ماہ وسال کی گردشوں سے بے نیاز ہو گئے۔ اسی سرمستی و سرشاری کے عالم میں ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقرب حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ نے اُن سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی اور انہیں بوعلی کی کنیت سے نوازا۔ اس طرح شاہ شرف الدین بوعلی قلندر ہو گئے۔ ان پر اسرار ورموز کی ایک نئی کائنات روشن ہوگئی اور دنیا سے انکار ہر قسم کا تعلق بھی ٹوٹ گیا۔

ایک دفعہ دہی بیچنے والی ایک عورت سر پر دہی کی ٹھلیا رکھے ہوئے بوعلی کے قریب سے گذری۔ بوعلی نے اسے روک کر پوچھا دہی بیچو گی۔ عورت نے ٹھنک کر جواب دیا کیوں نہیں۔ دہی بیچنے ہی کیلئے ہے۔ یہ بوجھ سر پر اُٹھائے پھر رہی ہوں مگر میاں جی دہی قیمتی ہے کیا تم اسے خرید سکو گے؟ حضرت بوعلی نے پوچھا کیا قیمت ہے۔ عورت نے مسکرا کر کہا سونے کا سکہ۔ بوعلی نے اپنے مصلّی کے نیچے سے سونے کا سکہ نکال کر عورت کی طرف اُچھال دیا اور بے نیازی سے کہا جاؤ سکہ بھی تمہارا اور دہی بھی تمہارا۔ فقیر کو کچھ نہیں چاہیے۔

عورت نے انہیں حیرت وتذبذب سے دیکھا۔ سکہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ جاتے وقت وہ مُڑ مُڑ کر ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چند روز بعد وہ جھجکتے جھجکتے انکے پاس پہنچی۔ حضرت نے دوبارہ اسے سونے کا سکہ دیا۔ اس کے بعد یہ اس کا معمول ہو گیا جب کبھی آتی وہ سکہ لے جاتی۔ ایک دن اسکے شوہر نے کہا تو میاں جی کی بہت تعریف کرتی ہے۔ ان سے بیٹا بھی مانگ لے۔ دوسرے روز اس نے حضرت سے بیٹے کی تمنا ظاہر کی اور دعا کی طالب ہوئی۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اپنے محلے میں منادی کرا دو۔ جس کے اولاد نہ ہوتی ہو وہ

یہاں آئے۔عورت واپس چلی گئی۔کئی دن بعد دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت نے پان کی ایک گلوری کے ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا تمام عورتوں کو کھلا دیا۔ایک عورت کو چھوڑ کر سب عورتوں نے پان کھالیا اور مقررہ مدت گذرنے کے بعد سب کی مرادیں بر آئیں۔مگر جس عورت نے پان کا ٹکڑا نہیں کھایا تھا وہ بدستور اولاد سے محروم رہی۔اولاد حاصل کرنے والی عورتوں نے عقیدت کے طور پر دہی کی ایک ایک ٹھلیا اپنے سر پر رکھی اور حضرت کے پاس پہنچ گئیں۔سب نے انہیں دہی نذر کیا۔آپ نے سب کے نذرانے قبول کر لیے۔ان عورتوں میں وہ عورت بھی شامل تھی۔جس نے پان نہیں کھایا تھا اور اولاد سے محروم رہ گئی تھی وہ بہت غمگین اور افسردہ کھڑی تھی۔حضرت نے پوچھا غمگین کیوں ہے اس نے سارا ماجرہ سنا دیا۔کہنے لگی میں آپ کا دیا ہوا پان منہ میں رکھنے کی بجائے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا۔

حضرت نے فرمایا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے جا وہ پتھر اُٹھا کے دیکھ۔عورت انکے کہنے پر وہاں پہنچی وہ پتھر اُٹھایا جس کے نیچے پان دبایا تھا۔پتھر اپنی جگہ سے ہٹا تو تمام عورتیں دنگ رہ گئیں۔پتھر کے نیچے ایک نوزائدہ بچہ کھیل رہا تھا۔عورت نے جوش و مسرت سے فوراً بچہ ہاتھوں پر اُٹھا لیا اور حضرت کو دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہو گئی۔

کبھی کبھی حضرت پر استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ انہیں کسی چڑیا کا چہکنا بھی ناگوار گذرتا تھا۔ایسے موقع پر انکی نظر جس چیز پر بھی پڑ جاتی وہ خاک ہو جاتی۔ایسے ہی استغراق کے عالم میں ایک برأت انکے قریب سے گذری۔برأت کا جلوس شان و شوکت سے رواں دواں تھا۔ڈھول، باجے کا شور آپ کو سخت ناگوار گذرا انہوں نے نظر بھر کے برأت کی طرف دیکھا۔انکا دیکھنا تھا کہ دفعتاً پوری برأت غائب ہو گئی۔

دلہن کے گھر برأت کا انتظار ہو رہا تھا۔برأت مقررہ وقت نہ پہنچی۔تو برأت کی تلاش شروع ہوئی۔ہرکارے ہر طرف دوڑائے گئے۔گلی گلی، کوچہ کوچہ تلاش کیا گیا مگر برأت کیا ایک براتی بھی تلاش کرنے والوں کو نہ ملا۔لوگ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا کیوں آئے ہو۔عرض کیا ہماری برأت غائب ہو گئی ہے۔دستگیری کیجیے فرمایا: اللہ کی نذر اور اس فقیر کی نیاز قبول کرو یعنی تین من کھانے کا نذرانہ دو۔ہر ممکن عجلت سے تین من کھانا پکوا کر تقسیم کر دیا گیا اس کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا اب برأت واپس کر دیجیے۔آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا آنکھیں کھول کر دیکھو لوگوں نے

اضطراب سے دیکھا کہ تمام برأت انکے سامنے موجود ہے۔ دولہا گھوڑے پر سوار ہے اور براتیوں کے چہرے مسرت سے کھلے جا رہے تھے۔ کسی کو یہ احساس ہی نہیں کہ انہیں دیر ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا اگرچہ میں نے ظاہری بیعت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ہاتھ پر کی ہے لیکن مجھے روحانی فیض حضرت علی ابن ابی طالب سے حاصل ہوا ہے۔ جس طرح سورج کی کرنوں سے زمین منور ہوتی ہے۔ اسی طرح علی کی تجلیات سے بوعلی نے روشنی حاصل کی ہے اور میں نے حضور ﷺ سے بھی براہ راست فیض حاصل کیا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے انہیں بخشی بند کا خطاب دیا تھا۔ حضرت علی کے متعلق انکا ایک فارسی شعر ہے۔

بو علی لا مائم و مولا علی
بو علی باشد علی مولائے ما

اے بوعلی ہم لاشے ہیں بلکہ لاشے بھی نہیں ہیں (یعنی ہم کچھ بھی نہیں ہیں) ہمارے آقا مولا علی سب کچھ ہیں۔ وہی ہم غلاموں کے مولا ہیں۔

حضرت کا ایک مرید کسی بازار سے گذر رہا تھا اسے گردوپیش کی خبر نہ تھی۔ اتفاقاً شہر کے حاکم کی سواری گذری۔ سواری کے ساتھ غلاموں اور چوب داروں کا گروہ بھی تھا انہوں نے اس کو راستے سے ہٹ جانے کا حکم دیا مرید کو اتنا ہوش نہ تھا کہ سنتا۔ غلام نے طیش میں آ کر اسے طمانچہ رسید کیا۔ مرید نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام قصہ سنایا۔ حضرت صاحب سن کر رنجیدہ ہوئے اور علاؤالدین خلجی کو خط لکھا جس کا خلاصہ شاعر نے یوں بیان کیا ہے

خامہ را برگیر فرمانِ نویس   از فقیرے سوئے سلطان نویس
باز گیری عاملِ بدگوہرے   ورنہ بخشم مُلکِ تُو بادیگرے

حضرت نے قلم اُٹھایا اور خط لکھا کہ ایک فقیر کی طرف سے بادشاہ کی طرف یہ خط ہے۔ "اپنے بدفطرت حاکم کو سمجھاؤ (سزا دو) ورنہ تمہارا ملک چھین کر دوسرے کے حوالے کر دونگا۔"

علاؤالدین خلجی نے خط پڑھا اور لرز گیا عامل کو معزول کر کے پابہ زنجیر کر دیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(47) پیر سید محمد شاہ کاظمی

پیکر تسلیم ورضا، مخزنِ صدق وصفا، اہل سنت کے پیشوا، حق وصداقت کے علمبردار، عشق رسولؐ سے سرشار، تحریک ختم نبوت کے تاجدار، فقہ حنفی کے پیروکار، درویشِ اقلیمِ ولایت، علوم وفنون کا گنجینہ راقم الحروف کے والد گرامی حضرت مولانا پیر سید محمد شاہ کاظمی 1910ء میں عارف ربانی پیر سید سیدن علی شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ قرآن وحدیث علم فقہ، علم کلام، منطق اور علوم منقول و معقول میں دسترس حاصل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ پیر سید جماعت علی شاہ (محدث علی پوری) کی زیر نگرانی منازل سلوک طے کیں اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعض شخصیات کو لوگوں کی رشد و ہدایت انکی علمی و روحانی بالیدگی اور دینی وملی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کیلئے منتخب کیا ہوتا ہے ان میں پاکستان کی عظیم روحانی شخصیت پیر سید محمد شاہ کاظمی کا نام زبان زد عام ہے۔ آپ نہ صرف درویش صفت انسان بلکہ متبحر عالم دین تھے۔ آپ کی تمام عمر اعلائے کلمۃ الحق تبلیغ دین اور درس و تدریس میں گذری۔ عالم باعمل اور سچے عاشق رسولؐ تھے۔ نماز تہجد، اشراق و چاشت، اوابین باقاعدگی سے ادا کرتے۔ اسکے علاوہ دن میں کئی ہزار مرتبہ اسم ذات کا ورد کرتے تھے۔

اپنے آبائی گاؤں قصبہ کڑیانوالہ (تحصیل وضلع گجرات) میں مرکزی جامع مسجد تعمیر کرائی اور امامت وخطابت کے علاوہ زندگی بھر قرآنی تعلیم (درس تدریس) میں مشغول رہے۔ لوگوں کی رشد وہدایت کیلئے ہر سال سالانہ اجتماع ہوتا۔ جس میں سرکار مدینہ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے جاتے اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں تبلیغ اسلام امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جاتا۔ تحریک ختم نبوت پاکستان میں آپ نے اس وقت کے اکابر علماء کے شانہ بشانہ کام کیا اور تحفظ ختم نبوت کے فریضے کیلئے اپنی صلاحتیں وقف کر دیں۔

ہمارے گاؤں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا ایک مضبوط گروہ موجود تھا۔ جس میں فوج کے کرنل اور اعلیٰ عہدیدار بھی موجود تھے۔ جب ربوہ سے قادیانی مبلغ ہمارے قصبہ میں پہنچے تو آپ نے انہیں چیلنج کیا تو وہ راہِ فرار اختیار کر گئے۔ قبلہ والد گرامی نے اس وقت کے نام نہاد خلیفہ مرزا ناصر محمود کو تحریری مراسلہ بھیجا کہ وہ پاکستان کے کسی مقام پر میرے ساتھ ختم نبوت کے عنوان پر مناظرہ و مباھلہ کریں لیکن اُس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اپنی تبلیغی مساعی سے مرزائیت کا قلع قمع کر دیا یہی وجہ ہے کہ ایک عرصہ تک ہمارے سالانہ جلسہ میں آ کر قادیانی تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔

ایک دفعہ لاہور سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا حضرت میرے بیٹے کو قتل کے جرم میں لاہور ہائی کورٹ نے سزائے موت سنادی ہے۔ ہمارے لئے دعا کریں آپ نے دعا فرمائی اور سورہ یٰسین شریف اور آیت کریمہ مخصوص تعداد میں پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا چالیس دن کے اندر اللہ تعالیٰ غم سے نجات عطا فرمائیگا۔ ابھی ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ وہ شخص پھر حاضر ہوا عرض کیا میرے بیٹے کو بری کر دیا گیا ہے۔ پوچھا کس طرح عرض کیا حضرت سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی تھی مقتول کے لواحقین نے دیت قبول کر کے ہمارے ساتھ صلح کر لی۔ اس لئے عدالت نے میرے بیٹے کو بری کر دیا ہے۔

فرمودات:

1) تمام اعمال میں سے پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جسکی بنیاد اخلاص پر ہو۔

2) درود شریف کی کثرت کریں کیونکہ درود شریف حضور ﷺ کی قربت کا بہترین ذریعہ ہے۔

3) انسان نیکوکار ہو یا گنہگار استغفار سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

4) نیکی کے بعد استغفار اس لئے تا کہ تکبر پیدا نہ ہو اور گناہ کے بعد استغفار اس لئے تا کہ عذاب سے نجات ہو۔

5) عطا پر شکر اور خطا پر استغفار کرو۔ عطا کو اللہ کی ذات کے ساتھ منسوب کرو اور خطا کو اپنے ساتھ منسوب کرو کہ یہ نفس کی شرارت سے سرزد ہوئی۔

6) زاہد وہ ہے جو دنیا اور اسکی لذتوں سے منہ موڑ ئے اور عابد وہ ہے جو ہر لحہ عبادت میں مشغول رہے

7) صوفی اور عارف وہ ہے جو ہر لحہ اپنے باطن میں نورِ حق کی تابانی کا آرزومندر ہے۔

8) تصوف اسلام کی روح ہے نماز میں ایک سرور کی کیفیت ہے یہ سرور اور قرب کی کیفیت تصوف ہے

9) اللہ کا ذکر کرتے رہو کیونکہ ذکر کرنا اطاعت وبندگی کا اظہار ہے۔

10) اللہ کے ذکر سے طمانیت قلبی حاصل ہوتی ہے اور سالک کا دل منور ہو جاتا ہے۔

11) ذاتی ناموں میں ''اللہ'' اور صفاتی ناموں میں ''یاحیّ ، یاقیوم'' اسم اعظم ہے۔

12) شریعت جڑ ہے طریقت برگ وبار ہے۔

13) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو اور آپ کی اتباع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو۔

14) نماز کی پابندی کرو اور ہر نماز اس طرح ادا کرو گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے یعنی کامل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔

15) ہر انسان کو دو رکعت نماز نفل (بعد نماز عشاء) توبہ کی نیت سے پڑھ کر سونا چاہیے مبادا اسکی آخری رات ہو۔

زندگی کے آخری دنوں میں کھانا پینا بہت کم کر دیا تھا جب اسکی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

عشق کے دردمند کا علاج صرف دیدار الٰہی ہے۔

21 ستمبر 1984ء بروز جمعۃ المبارک صبح آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور واصل بحق ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ شہنشاہ ولایت پیر سید ولایت علی شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے پیر سید محمود شاہ گجراتی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار (ملحقہ مسجد) ٹانڈہ روڈ کڑیانوالہ میں مرجع خلائق ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(باب چہارم)

﴿سبق آموز حکایات﴾

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ O اے نگاہ والو عبرت حاصل کرو۔ (الحشر 2)

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا یکسر وہ استخواں شکستوں سے چُور تھا

کہنے لگا دیکھ کے چل راہ بے خبر میں بھی کبھی کسی کے سر کا غُرور تھا

(48) حضرت عُمر بن عبدالعزیز

حضرت عمر بن عبدالعزیز (جنہیں عُمرِ ثانی بھی کہا جاتا ہے) کی ایک باندی نے خواب دیکھا اورسنایا کہ دوزخ کی آگ بھڑکائی گئی ہے اور پُل صُراط اس پر رکھا گیا ہے۔بعض خُلفاء کو فرشتے پکڑ کر لائے۔سب سے پہلے خلیفہ مروان کو پُل پر چلنے کا حکم دیا وہ دوزخ میں گر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بولے پھر کیا ہوا؟

اس کے بعد مروان کے بیٹے ولید کو لایا گیا اسے پُل صراط پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ بھی دوزخ میں گر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز بے چینی سے بولے پھر کیا ہوا؟

باندی نے کہا پھر ابن عبدالملک کو پُل صراط پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ بھی دوزخ میں گر گیا۔

حضرت گھبراہٹ سے بولے پھر کیا ہوا، باندی نے عرض کیا حضرت اسکے بعد آپ کو لایا گیا۔باندی نے اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور اس ڈر سے کہ کہیں وہ بھی دوزخ میں گرتے نہ دیکھا گیا ہو دیر تک بے ہوش رہے۔باندی نے چیخ مار کر عرض کیا،امیر المومنین، خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ صحیح سلامت پُل صراط عبور کر گئے۔آپ کو کافی دیر بعد ہوش آیا تو اللہ کا شکر ادا کیا۔

کسی شخص کا لڑکا شہید ہوئے ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک رات وہ خواب میں ملا (جس دن حضرت عمر بن عبدالعزیز فوت ہوئے) باپ نے کہا تو فوت نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا میں اللہ کے قرب میں زندہ ہوں چونکہ مجھے شہادت نصیب ہوئی تھی اس لئے رزق بھی ملتا ہے۔ باپ نے کہا آج کیسے آنا ہوا۔ کہنے لگا اہل آسمان کو آواز دی گئی ہے کوئی نبی، صدیق اور شہید ادھر نہ رہے۔ سب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے جنازہ میں شریک ہوں۔ جنازے سے فارغ ہو کر آپ کو سلام کرنے حاضر ہوا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سچ

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔

جھوٹ

جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی آگ کا راستہ دکھاتی ہے آدمی لگاتار جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

حجرِ اسود

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے فخرِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کامل وضو (سنت کے مطابق) کرے اور طواف کے لیے حجرِ اسود کے پاس آئے تاکہ اس کا استلام (بوسہ) کرے تو وہ رحمتِ الٰہی میں داخل ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(49) حضرت ابراہیم بن سلیمان عبدالملک

ابراہیم بن سلیمان عبدالملک کا بیان ہے کہ جب بنی اُمیہ سے بنی عباس میں خلافت منتقل ہوئی۔ تو بنی عباس والے بنی اُمیہ کو پکڑتے اور مار ڈالتے۔ ایک دن میں شہر سے باہر ایک مکان کی چھت پر بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ شہر سے سیاہ علم باہر چلے آرہے ہیں۔ اس وقت میرے دل میں یہ دھڑکا سمایا کہ یہ لوگ میری تلاش میں ہیں۔ میں فوراً نیچے اُتر آیا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ اتفاق سے ایک بڑے مکان کے پھاٹک پر پہنچا وہاں دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے گرد غلاموں اور خادموں کی جماعت کھڑی ہے۔ میں نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اس نے پوچھا تو کون ہے اور کیا حاجت رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ اک بندہ خدا ہوں دشمن سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگا پھرتا ہوں اور تمہارے پاس پناہ لینے کو حاضر ہوا ہوں وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور زنان خانے کے قریب ایک کوٹھری میں رہنے کیلئے جگہ دیدی۔ چند دن بڑے آرام سے گذرے۔ اچھے سے اچھا کھانا کھاتا، بہترین کپڑے پہنتا وہ آدمی مجھ سے کچھ نہ پوچھتا۔ روزانہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا اور تھوڑی دیر بعد واپس آجاتا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا تم ہر روز سوار ہو کر کہاں جاتے ہو کہنے لگا کہ ابراہیم ابن سلیمان عبدالملک نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور سنتا ہوں کہ کہیں چھپ گیا ہے میں ہر روز اس اُمید میں گھر سے نکلتا ہوں کہ کہیں مجھے مل جائے تو اپنے باپ کا اس سے قصاص لوں۔

جب میں نے سنا تو اپنی بدنصیبی پر دل ہی دل میں بہت پریشان ہوا میں نے اس کے باپ کا نام پوچھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ شخص ٹھیک کہتا ہے میں نے اس سے کہا تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میرا فرض ہے کہ تمہارے دشمن کا پتہ تم کو بتادوں۔ ابراہیم بن سلیمان عبدالملک میں ہی ہوں اپنے باپ کے خون کا بدلہ تم مجھ سے لے لو۔ اسے یقین نہ آیا اور کہنے لگا شاید تم اپنی زندگی سے عاجز آچکے ہو میں نے کہا خدا کی قسم میں نے ہی تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ یہ سنتے ہی غصہ سے اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد گویا یوں ہوا میرے باپ کے پاس تم خود ہی پہنچ جاؤ گے وہ اللہ کی بارگارہ میں اپنے خون کی فریاد

کرے گا۔ میں نے تم کو پناہ دی ہے اس لئے اپنے قول سے پھر نہیں سکتا اب تم یہاں سے چلے جاؤ ایسا نہ ہو کسی دن جوش غضب میں تم کو گزند پہنچا دوں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ہزار دینار دیئے اور میں لے کر باہر نکل آیا۔

سچ ہے جو بدی کرے اس کے ساتھ نیکی کریں کیونکہ نیکی کا بدلہ ہمیشہ نیک ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ دعائیں

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا پانچ دعائیں ایسی ہیں جو کبھی رد نہیں ہوتیں۔

1) حاجی کی دعا: جب تک کہ وہ (فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد) واپس نہیں آتا۔

2) مجاہد کی دعا: یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے۔

3) مظلوم کی دعا: یہاں تک کہ اس کی فریاد سننے میں آئے۔

4) مریض کی دعا: یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔

5) بھائی کی دعا: اپنے بھائی کے لیے (اس کی غیر موجودگی میں)۔

ان دعاؤں میں سب سے زیادہ قبول ہونے والی "بھائی کی دعا" اپنے بھائی کے لیے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عافیت کی دس چیزیں

حضور علیہ ﷺ نے فرمایا عافیت دس باتوں میں ہے۔ پانچ دنیا کیلئے مخصوص ہیں اور پانچ آخرت کیلئے ہیں۔

دنیاوی عافیت یہ ہے: 1) علم 2) عبادت 3) رزق حلال 4) مصیبت پر صبر کرنا 5) نعمت پر شکر ادا کرنا۔

آخرت کی عافیت یہ ہے: 1) ملک الموت کی شفقت و رحمت 2) منکر نکیر نہ ڈرائیں 3) بڑی دہشت سے امن ملے۔ 4) نیکیاں قبول ہوں اور برائیاں مٹا دی جائیں۔ 5) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر ہو اور جنت میں سلامتی سے داخلہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(50) حجاج بن یوسف اور بڑھیا

حجاج بن یوسف اپنے ظلم وجفا اور قتل وغارت گری کیلئے مشہور تھا۔ ایک دن شکار کو گیا راستے میں پیاس کی شدت ہوئی ایک غریب بڑھیا کی کٹیا میں جا نکلا۔ بڑھیا نے ٹھنڈا پانی پلایا تو وہ نہایت خوش ہوا۔ کہا میرے دربار میں آنا، تجھ کو انعام دونگا۔ ایسا انعام ہوگا جو آج تک کسی نے نہ دیا ہوگا۔ بڑھیا بے چاری دوڑی آئی کہ دیکھئے کیا کچھ دے گا۔ جب دربار میں پہنچی تو حجاج بولا کہ دنیاوی اشیاء میں سے اگر کوئی شے تجھ کو دوں تو اس کو دوام نہیں اس لیے جی چاہتا ہے تجھے اپنے ہاتھ سے جام شہادت پلاؤں۔ یہ سن کر بڑھیا کے ہوش اُڑ گئے۔ بولی کیا دنیا میں نیکی کا بدلہ بدی ہے؟ اس نے کہا نہیں میں تو ایک پیالہ پانی کے عوض تجھ کو جامِ شہادت پلاتا ہوں تاکہ تو ہمیشہ بہشت کے اندر حوضِ کوثر سے سیراب رہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہوسکتا ہے۔ غرض تلوار کھینچ کر بڑھیا کا سر اُڑا دیا۔

اعرابی: ایک دفعہ شکار گاہ میں اپنے لشکر سے جدا ہو کر ریت کے ٹیلے کے پاس پہنچا۔ اکیلا گھوڑے پر سوار تھا اس نے دیکھا کہ ایک صحرائی عرب بیٹھا ہوا اپنے کپڑوں سے جوئیں نکال رہا ہے اور اس کے اردگرد اُس کے اُونٹ چر رہے تھے۔ اُونٹ حجاج کے بھڑکیلے لباس کو دیکھ کر بھاگے تو عرب نے اپنا سر اُٹھایا اور غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ یہ کون ہے کہ بھڑکیلے کپڑے پہن کر اس بیابان میں آ نکلا ہے۔ اس سے میرے اُونٹ بھڑک رہے ہیں اس پر لعنت ہو۔ حجاج چپ رہا اور آگے بڑھ کر کہا اے اعرابی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اس نے جواب دیا۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ.

حجاج نے اس سے پانی مانگا اس نے کہا ذلت خواری کے ساتھ گھوڑے سے نیچے اُتر اور آ کے گھڑے سے پانی پی میں تیرا نوکر نہیں ہوں کہ اُٹھ کر تجھے پانی پلاؤں۔ حجاج نے اُتر کر پانی پیا اور اس سے پوچھا

حجاج: اے اعرابی تیرے نزدیک بہترین انعام کون ہے۔

اعرابی: رسول خدا ﷺ

حجاج: تُو علی ابن طالب کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

اعرابی: سبحان اللہ انکا نام زبان پر آتے ہی زبان تر ہو جاتی ہے۔

حجاج: عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

اعرابی: بدآدمی ہے، حجاج نے کہاں کیوں، کہنے لگا اس نے ایسی خطا کی ہے جسکی برائی مشرق سے مغرب تک پھیل گئی ہے۔

حجاج: وہ کونسی خطا ہے۔

اعرابی: اس نے ایک فاسق وفاجر شخص (حجاج) کو مسلمانوں پر امیر مقرر کردیا ہے۔ اس اثنا میں ایک چڑیا بولتی ہوئی اُڑی تو اعرابی نے حجاج سے پوچھا تو کون ہے۔ حجاج نے جواب نہ دیا۔

اعرابی کہنے لگا اس چڑیا نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک لشکر آرہا اور تو لشکر کا سردار ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر نے پہنچ کر حجاج کو سلام کیا۔ اعرابی نے لشکر کو دیکھا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ حجاج نے حکم دیا اسے ساتھ لے آؤ۔ دوسرے دن دسترخوان بچھایا گیا لوگ کھانا کھانے کیلئے جمع ہوئے ۔ اعرابی کو بلایا گیا۔ وہ آیا اور کہنے لگا اے امیر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

حجاج نے کہا میں تیرے سلام کا جواب اس طرح نہ دونگا۔ جس طرح تو نے کل میرے سلام کا جواب دیا تھا۔ اچھا یہ بتا کھانا کھائے گا۔

اعرابی: کھانا تیرا ہے اگر تو اجازت دے گا تو کھاؤں گا۔

حجاج: بیٹھو۔ اعرابی دسترخوان پر بیٹھ گیا۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے کہنے لگا کھانا کھانے کے بعد جو کچھ ہوگا وہ انشاء اللہ اچھا ہی ہو گا۔ یہ سن کر حجاج ہنسنے لگا اور کہنے لگا تم نہیں جانتے کہ میرے اور اس کے درمیان کل کیا باتیں ہوئی ہیں۔ اعرابی نے کہا اے امیر جو کچھ ہوا اب وہ معاملہ خدا کیلئے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حجاج نے کہا اچھا میں تجھے دو باتیں کہتا ہوں۔ ان میں سے ایک اختیار کرلے۔

۱۔ یا تو میرے ساتھ رہ کہ میں تجھے مصاحب بنالوں۔

۲۔ یا عبدالملک بن مروان کے بارے میں تو نے جو کچھ کہا تجھے اس کے ساتھ اسکے حوالے کر دوں۔

اعرابی: ایک تیسری صورت بھی ممکن ہے پوچھا وہ کیا کہنے لگا تو مجھے چھوڑ دے کہ میں اپنے وطن صحیح سلامت چلا جاؤں اور پھر نہ میں تجھے دیکھوں اور نہ تو مجھے دیکھے۔ حجاج ہنس پڑا اور اس نے اعرابی کو دس ہزار دینار دے کر وطن جانے کی اجازت دے دی۔
اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی بات کے جادو سے بھی ظالم مہربان ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اقوال زریں

1) تین چیزیں کسی کا انتظار نہیں کرتیں۔ وقت، موت، گاہک
2) تین چیزیں زندگی میں ایک ہی بار حاصل ہوتی ہیں۔ والدین، حُسن، جوانی
3) تین چیزیں نکلنے کے بعد واپس نہیں لوٹتیں۔ تیر کمان سے، بات زبان سے، روح جسم سے
4) تین چیزیں انسان کو ذلیل کر دیتی ہیں۔ جھوٹ، چوری، غیبت (چغلی کھانا)
5) تین اشخاص ہمیشہ غم میں مبتلا رہتے ہیں۔ حاسد، مفلس، شکی
6) تین مقامات پر کھڑا ہو کر پانی پینے سے صحت کیلئے حکمت ہے آب زم زم، وضو کا پانی، سبیل کا پانی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چار چیزوں سے نفرت نہ کرو۔

1) زکام سے کہ وہ جذام (کوڑھ) سے محفوظ رکھتا ہے۔
2) پھنسی پھوڑوں سے کہ وہ برص سے محفوظ رکھتے ہیں۔
3) آشوب چشم سے کہ وہ اندھا ہونے سے بچاتا ہے۔
4) کھانسی سے کراہت نہ کرو کہ وہ فالج سے بچاتی ہے۔

(51) حجاج بن یوسف اور لڑکا

ایک دن اپنے دربار میں بیٹھا تھا کچھ عراق سے آئے ہوئے مہمان پاس بیٹھے تھے کہ دربار میں ایک بارہ سالہ لڑکے کو پیش کیا گیا۔ ذہانت و فطانت اس کے چہرے سے نمایاں تھی۔ لڑکے نے حاضرین کی پروا کیے بغیر محل کی چیزوں کو دیکھنا شروع کیا۔ جیسے اسے یہ بالکل احساس نہ تھا کہ وہ ایک ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ محل کی چیزوں کو دیکھ کر تعجب کر رہا تھا۔ شاید وہ پہلی مرتبہ کسی محل کی زیب و زینت اور اسکی آرائش دیکھ رہا تھا اچانک اس نے اپنے کان پر ہاتھ رکھا اور تلاوت قرآن مجید شروع کر دی۔

وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ج وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ج (الشعرا ۔ ۱۳۰)

اور تم بڑی صنعت والے محل بناتے ہو اس اُمید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے

اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو۔

حجاج تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھا کہ قرآن سنا تو سیدھا ہو کے بیٹھ گیا اور لڑکے سے پوچھا۔

حجاج: کیا تم نے قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا ہے۔

لڑکا: لڑکے ان الفاظ کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا کیا تمہیں اس کے ضائع ہونے کا خوف ہے جو پوچھتے ہو کہ میں نے اسے محفوظ کر لیا ہے؟

حجاج: کیا تم نے قرآن کریم جمع کر لیا ہے۔

لڑکا: کیا قرآن بکھرا ہوا تھا کہ میں اسے جمع کرتا؟

حجاج: کیا تم نے قرآن کو پختہ اور محکم کر لیا ہے۔

لڑکا: کیا اللہ رب العزت نے اسے پختہ اور محکم نازل نہیں فرمایا۔

حجاج: کیا تم نے قرآن کریم سے ہٹ کر اسے زبانی یاد کر لیا ہے۔

لڑکا: اللہ کی پناہ! کہ میں قرآن سے ہٹ جاؤں یا اس کی طرف پیٹھ کروں۔

حجاج: غصہ سے تو برباد ہو تو یہ بتا کہ میں کیا کہوں۔

لڑکا: بربادی اور موت ہو تو تجھے اور تیری قوم کو بھی آئیگی تمہیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ کیا تم نے قرآن کریم کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا ہے۔

حجاج: اچھا ٹھیک ہے اب تم کچھ آیات کی تلاوت کر کے ہمیں سنا دو۔

لڑکے نے سورۃ نصر کی تلاوت کی اور یَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ کی بجائے۔ یَخْرُجُونَ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ پڑھا۔

حجاج نے یہ سنا تو کہا تو برباد ہو، یہاں دین میں داخل ہونے کا ذکر ہے اور تو دین سے نکلنے کی بات کر رہا ہے۔

لڑکا: تمہارا لوگوں کے ساتھ ہی ظلم کا رویہ رہا تو لوگ دین سے نکلتے ہی رہیں گے۔

حجاج: نے بپھر کر کہا تجھے معلوم ہے تو کس سے مخاطب ہے۔

لڑکا: جرأت سے جواب دیتے ہوئے۔ جانتا ہوں قبیلہ ثقیف کے شیطان سے مخاطب ہوں۔

حجاج: تجھے کس نے پالا پوسا ہے۔

لڑکا: جس نے تجھے پروان چڑھایا ہے۔

حجاج: تیری ماں کون ہے۔

لڑکا: جس نے مجھے جنا ہے۔

حجاج: تو دیوانہ لگتا ہے کیا تیرا علاج کروایا جائے۔

لڑکا: اگر دیوانہ ہوتا تو تیرے دربار تک رسائی نہ ہوتی اور نہ تیرے ساتھ یوں گفتگو کرتا۔

حجاج: درباریوں سے مخاطب ہوتے ہوئے، اس گستاخ لڑکے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

درباری: اس لڑکے کو قتل کر دینا بہتر ہے۔

لڑکا: تیرے درباری فرعون کے درباریوں سے بھی بُرے ہیں۔ فرعون نے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں اپنے دربایوں کی رائے چاہی تو انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ انہیں اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دی جائے۔ لیکن تیرے درباری تجھے میرے قتل کا مشورہ دے رہے ہیں۔

حجاج: لڑکے اپنی زبان سنبھال اور بڑوں سے ادب سے بات کرنا سیکھ میں نے حکم دیا ہے کہ تجھے انعام سے نوازا جائے۔

لڑکا: مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تیرا چہرہ روشن کرے اور تجھے اونچا کرے۔ یہ بظاہر دعائیہ کلمہ ہے لیکن لڑکے نے درحقیقت اس کے لئے بددعا کی تھی۔

حجاج: درباریوں سے مخاطب ہو کر، تمہیں معلوم ہے اس نے مجھے کیا کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ برص کے مرض سے میرا چہرہ سفید ہو جائے اور مجھے سولی پر چڑھانے کیلئے اونچا کیا جائے۔ لڑکے سے مخاطب ہو کر، کیا میں نے درست سمجھا ہے۔

لڑکا: تو ظالم ہونے کے باوجود کس قدر سمجھدار ہے۔

حجاج: تیری یہ جرأت، جاؤ اسے لے جاؤ اور قتل کر دو۔

دربار میں خوف کی وجہ سے سناٹا چھا گیا۔ رتاشی نامی حجاج کا ایک چہیتا درباری آگے بڑھ کر بولا، جہاں پناہ اللہ آپ کو اور زیادہ عزت سے نوازے۔ یہ لڑکا مجھے عنایت کر دیجئے۔

حجاج: اگر تم چاہتے ہو تو تمہیں دے دیتے ہیں مگر تمنا یہ ہے کہ تمہارے لئے اس میں کوئی خیر و برکت نہ ہو۔

لڑکا: مجھے نہیں معلوم کون تم میں سے زیادہ بے وقوف ہے دینے والا یا لینے والا۔

رتاشی: میں تمہیں قتل سے بچانا چاہتا ہوں اور تم مجھے یوں کہہ رہے ہو۔

لڑکا: معافی اللہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا میں اسی کا شکر ادا کرتا ہوں اور میری دعا ہے آئندہ میرا سامنا حجاج سے نہ ہو۔

یہ کہہ کر بچہ باہر نکلا تو سپاہیوں نے گھیرے میں لینا چاہا تو حجاج نے پکار کر کہا۔ اسے چھوڑ دو میں نے اس جیسا دانش مند اور فصیح اللسان حق گو اور بہادر بچہ کبھی نہیں دیکھا۔

آخری غسل: ابن عساکر نے ابو معشر سے روایت کی ہے مدینہ منورہ میں ایک شخص کو غسل دیا گیا وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف اپنی آنتیں جہنم کی آگ میں گھسیٹ رہے ہیں۔

موت: حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے جب موت کا فرشتہ شہ رگ دباتا ہے۔ تو انسان گفتگو بند کر دیتا ہے اور دنیا، آخرت کی ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔ اگر اس پر سکرات (نزع) کا عالم طاری نہ ہو تو بوجہ تکلیف اپنے رشتہ داروں کو تلوار سے قتل کر دے۔

ابو جعفر بن علی سے روایت ہے نزع کے وقت مُردے پر اعمال پیش ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے اچھے عمل دیکھتا ہے تو اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ جب اپنی برائیاں دیکھتا ہے تو سر جھکا لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہر نیکی صدقہ ہے

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "ہر نیکی صدقہ ہے"۔ عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھا سکتی مگر نیکی عمر کو بڑھا دیتی ہے اور قضا کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا ٹال دیتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرمہ لگانا

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں اثمد کا سرمہ (سرمہ سیاہ اصفہانی) رہتا تھا اور آپ سونے سے پہلے ہر رات تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(52) نجم الدین کُبریٰ

حضرت نجم الدین کُبریٰ " کا ایک عزیز خلیفہ تھا۔ جو خلیفہ بغداد کا پیر تھا۔ ایک روز مجمع عام میں انہوں نے کہا پیر کامل مُرغی کی مانند ہوتا ہے۔ یعنی مُرغی تلے جس قسم کے انڈے رکھ دو گے ایسے ہی بچے نکال دے گی۔ تیتر کے بچے جنگل میں اُڑیں گے۔ مرغی کے خاک میں لوٹیں گے۔ بطخ کے دریا میں تیریں گے۔ ہم بھی مثل بچہ بطخ کے دریائے توحید میں شناوری کرتے ہیں۔

یہ ماجرا کسی نے حضرت نجم الدین کبریٰ کے سامنے عرض کیا کہ آپ کے خلیفہ آپ کو مُرغی سے تشبیہ دیتے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا وہ نالائق دریا میں ڈوبے گا۔ وہ خلیفہ چونکہ بادشاہ کا پیر تھا اس لئے محلات شاہی میں اس کا پردہ نہ تھا بے تکلف چلے جایا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن تشریف لائے تو بادشاہ گھر میں نہ تھا یہ اس کے پلنگ پر سو رہے۔ کچھ دیر بعد بیگم آئی۔ وہ بادشاہ کے خیال میں انکے برابر لیٹ گئی۔ اچانک بادشاہ آیا تو اس نے یہ تماشا دیکھا اور خاموشی سے واپس چلا گیا۔ دل میں بدگمانی پیدا ہوئی جب میاں صاحب کی آنکھ کھلی تو بادشاہ کی بیگم کو پاس لیٹا دیکھ کر وہاں سے چل دیئے۔

بادشاہ سے ملاقات ہوئی اس نے ملاح کو حکم دیا آج پیر و مرشد کو دریا کی سیر کراؤ اور ملاح کو سمجھا دیا کہ کشتی منجھدار میں لے جا کر ڈبو دینا ملاح نے حکم کی مطابق عمل کیا جب بادشاہ رات کے وقت محل میں آیا۔ تو بیگم نے دن کا قصہ سنایا اور تمام حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر بادشاہ کو نہایت ملال ہوا کہ میں نے بڑا ظلم کیا ہے او ر پیر و مُرشد کو ناحق ڈبو دیا اب یا تو قصاص لازم ہے یا خون بہا۔

یہ خیال کر کے بہت سا روپیہ لے کر حضرت نجم الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کے بعد روپیہ اور شمشیر برہنہ سامنے رکھ دی کہ خون بہا بھی حاضر ہے اور سر بھی موجود ہے۔

اس وقت حضرت حالت جذب میں تھے فرمایا کہ ہاں میرے عزیز مرید کو مار کر اب روپیہ اور سر لے کر آیا ہے کیا اُس کی اتنی ہی قدر و منزلت تھی۔۔۔۔ نہیں۔

''اس کے خون بہا میں اوّل میرا سر پھر تیرا سر پھر جتنے اولیاء اللہ ہیں، سادات عظام، علمائے کرام اور امراء ذی احتشام ہیں ایک ایک کا نام لینا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ فرید الدین عطار کا سر وغیرہ بغداد کا نام شروع کیا اور لفظ بلغ زبان سے نکلا ہی تھا کہ ایک مرید نے انکے منہ پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا بس حضرت یہ ہمارے پیر کا نام ہے پھر آپ خاموش ہو گئے۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا ہلاکو خاں اپنے لشکر سمیت تا تار سے خروج کیا۔ پہلے حضرت نجم الدین کا سر کاٹا پھر بادشاہ کا اور ملک خراسان اور ایران کو تہ تیغ کر دیا اور نصف بغداد کو بھی قتل و غارت کیا۔ جب لشکر مُغل نیشا پور کے قریب پہنچا جو حضرت فرید الدین عطار نے اپنا ''پیالہ چوبیں'' اوندھا کر دیا۔ تمام شہر لشکر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو گیا۔ فوج حیران ہو کر اپنے خیمہ گاہ میں واپس آ گئی۔ اگلے روز ہلاکو نے پھر لشکر روانہ کیا شام کو ٹکریں کھا کر لشکر واپس آیا۔ شہر کا پتہ نہ چلا ہلاکو نے کہا معلوم ہوتا ہے اس شہر میں کوئی مرد کامل ہے۔ کل میں خود لشکر کا رہنما بنوں گا اور شہر کو تباہ برباد کر دونگا یا میں نہیں یا وہ نہیں۔

اگلے روز ہلاکو خاں نے نیشا پور کا قصد کیا ادھر حضرت فرید الدین عطار نے اپنا پیالہ اُلٹنا چاہا کہ حضرت خضر علیہ السلام پہنچ گئے۔ حضرت عطار کا ہاتھ پکڑ لیا کہ بس رہنے دو۔ فرمایا! کچھ نہیں تم موحد ہو کر غیریت سمجھتے وہ شانِ جمال تھی یہ شانِ جلال ہے۔ اگر اب پیالہ اُلٹو گے تو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بس اب اپنی کرامت رہنے دو ناچار شیخ عطار نے سر جھکا دیا اور قتل کیے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیطان سے حفاظت

شیطان انسان کا دشمن ہے وہ ہر طرح انسان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس کے شر سے بچنے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص بعد نماز فجر ایک بار یہ کلمات پڑھے تو شام تک اگر شام کو پڑھے صبح تک شیطان (کے شر) سے اسکی حفاظت ہو جائیگی۔ کلمات یہ ہیں:

اَعُوْذُ بِا اللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

(کنز العمال)

(53) مَنصُور حلّاج

حسین ابن منصور ایران کے شہر ''بیضا'' میں پیدا ہوئے۔ نوعمری میں عراقی شہر ''واسط'' میں آ بسے۔ شہر کے وسط میں آباد بازار میں ایک روئی کی دکان ہے۔ دوکاندار نے کہا مجھے ضروری کام ہے ذرا روئی کی نگرانی کرنا۔ جب وہ اپنا کام مکمل کر کے واپس آیا تو ٹھٹھک کر وہیں دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا۔ حیرت سے اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ نوجوان روئی سے کہتا جا رہا تھا۔ روئی الگ ہو جائے اور بنولے الگ ہو جائیں۔ روئی اور بنولے الگ ہو کر ڈھیر ہوتے جا رہے تھے۔ چونکہ آپ کے اشارہ سے روئی خود بخود دھنک گئی تھی اس لئے آپ کو حلّاج کہتے ہیں۔

آپ ہر رات چار سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ عبادت و ریاضت کے دور میں مسلسل آپ ہی گدڑی میں زندگی بسر کرتے رہے جب لوگوں کے اصرار پر گدڑی کو اُتارا تو کسی شخص نے آپ کے قریب ایک بچھو دیکھ کر مارنے کا ارادہ کیا فرمایا اسے مت مارنا کیونکہ بارہ برس سے یہ میرے ساتھ ہے۔

جب آپ نے ''انا الحق'' کا نعرہ لگایا تو علماء آپ کے خلاف ہو گئے اور خلیفہ وقت نے آپ کو قید میں ڈال دیا۔ عقیدت مند آپ کو قید خانے میں ملنے کیلئے پہنچے۔ تو پہلی رات آپ قید خانہ سے غائب تھے۔ دوسری رات آپ کے قید خانے والا حصہ تھا اور نہ ہی آپ تھے۔ اگلی صبح ابن منصور اپنی جگہ پر موجود تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا یہ کیا معاملہ ہے رات آپ قید خانہ سمیت ہی اُوجھل تھے۔ فرمایا پہلی رات تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں تھا اور دوسری رات حضور ﷺ نے ہمیں اس قید خانہ میں شرف ملاقات بخشا تھا۔ اور آپ کی موجودگی میں قید خانہ اپنی حیثیت کھو بیٹھا یہی وجہ تھی ہم تم لوگوں کی نظروں سے قید خانہ سمیت اُوجھل ہو گئے۔ آپ تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ قید خانہ آپ کے علاوہ بھی تین سو قیدی موجود تھے۔ آپ نے اشارہ کیا تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام قفل ٹوٹ گئے آپ نے قیدیوں سے فرمایا جاؤ ہم نے تمہیں رہا کر دیا۔ عرض کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں فرمایا مجھے آقا کے ساتھ ایسا راز وابستہ ہے جو سُولی چڑھے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ صبح کو دیکھا تو تمام قیدی فرار ہو چکے تھے۔ جب

آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا ہم نے سب کو رہا کر دیا ہے۔ خلیفہ کو خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا۔ ان کو کوڑے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ قید خانے سے باہر لا کر آپ کو تین سو کوڑے مارے گئے۔ مگر آپ نہایت ہی تحمل سے ایک ہی حالت میں کھڑے رہے۔ کوڑے مارنے والے کا بیان ہے ہر کوڑے پر یہ آواز سنتا ہوں

یَا اِبنَ مَنصُوْر لَا تَخَفْ اے ابن منصور خوفزدہ نہ ہو۔

جس وقت آپ کو سولی پر لٹکایا گیا تو اس وقت ایک لاکھ افراد کا اجتماع تھا اور آپ ہر سمت دیکھ کر حَقٌ، حَقٌ اَنَا الْحَقُّ کا نعرہ لگا رہے تھے۔ کسی شخص نے پوچھا عشق کس کو کہتے ہیں فرمایا آج، کل اور پرسوں تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اُسی دن آپ کو پھانسی دی گئی دوسرے دن آپکی نعش کو جلایا گیا، تیسرے دن خاک دریا میں بہادی گئی۔

حضرت شبلی نے پوچھا تصوّف کس کو کہتے ہیں فرمایا جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ تصوّف کا ادنی درجہ ہے کیونکہ اعلیٰ ترین سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہو سکتا۔

اسکے بعد لوگوں نے آپ کو سنگسار کرنا شروع کر دیا جسکو آپ خاموشی سے برداشت کرتے رہے جب ٹکٹکی پر باندھ کر آپ کے ہاتھ قطع کیے گئے تو فرمایا لوگوں نے میرے ظاہری ہاتھ قطع کیے ہیں میرے باطنی ہاتھ کون قطع کر سکتا ہے اور جب آپ کے پاؤں کاٹے گئے تو فرمایا اگر چہ میرے ظاہری پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے ہیں لیکن میرے باطنی پاؤں کون کاٹ سکتا ہے جن سے میں دونوں عالم میں سفر کر سکتا ہوں۔ پھر آپکی آنکھیں نکالی گئیں تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے " یکتا کہ دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد آپ کی زبان بھی کاٹ دی گئی پھر خلیفہ کا حکم پہنچا کہ سر بھی قلم کر دیا جائے۔ چنانچہ سر قلم ہوتے وقت آپ قہقہہ لگا کر انتقال فرما گئے اور آپکے ہر عضو سے "انا الحق" کی آواز آنے لگی۔ جس وقت ہر عضو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ صرف گردن اور پشت باقی رہ گئے تو ان دونوں حصوں سے بھی "انا الحق" کا ورد جاری تھا۔ جسکی وجہ سے آپ کو اگلے دن اس خوف سے جلا دیا گیا کہ کہیں مزید کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔ آخر کار جسم کی راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا۔ پانی میں جوش پیدا ہوا آپ کے خادم کو وصیت یاد آئی جو آپ نے زندگی میں فرمائی تھی۔ جس وقت میری راکھ کو دجلہ میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش اور طوفان پیدا ہوگا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا۔ لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دریائے دجلہ کو دکھا دینا خادم نے ایسا ہی کیا اور پانی ٹھہر گیا۔ تمام راکھ جمع ہو کر ساحل پر آگئی جسے نکال کر لوگوں نے دفن کر دیا۔

حضرت شبلی سے منقول ہے میں اس رات آپ کے مزار پر عبادت کرتا رہا۔ صبح کے وقت اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ تو نے اپنے بندے کو عذاب میں مبتلا کیوں کیا۔ حضرت شبلی فرماتے ہیں مجھے اسی وقت اُونگھ آ گئی میں نے دیکھا قیامت قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہم نے منصور کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا کہ اس نے ہمارا راز غیروں پر ظاہر کر دیا۔ شاہی راز کو ظاہر کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

حضرت شبلی نے دوسری مرتبہ خواب میں منصور سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے "قَصرِ صِدق" میں اتارا پھر شبلی نے پوچھا ان دو گروہوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا جو آپ کو اچھا اور بُرا کہتے تھے۔ فرمایا دونوں گروہوں پر رحمت نازل فرمائی۔ ایک گروہ پر اس لئے کہ وہ مجھ سے واقف ہو کر مجھ پر مہربانیاں کرتے دوسرے گروہ پر اس لئے کہ وہ مجھ سے واقف ہی نہیں تھا صرف خدا کے واسطے مجھ سے دشمنی رکھتا تھا۔

حضرت شبلی کہتے ہیں جس وقت منصور کو سُولی پر چڑھایا گیا تو شیطان نے سامنے آ کر کہا اے شیخ آپ نے اَنَا الْحَقّ کہا اور میں نے اَنَا الْخَیْر لیکن آپ پر رحمت ہوئی اور میرے اوپر لعنت۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے۔ فرمایا تو نے انا اپنے لئے استعمال کیا اور میں نے خودی کو دور کر کے اَنَا الْحَقّ کہا اسی وجہ سے مجھ پر رحمت اور تجھ پر لعنت ہوئی۔

شیخ احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

وحدت الوجود: کا تعلق علم الیقین سے ہے جبکہ (اللہ کے سوا کسی کا وجود نہیں)۔

وحدت الشہود: کا تعلق عین الیقین سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اندر موجود ہے)۔

عین الیقین بھی حاصل ہے جو انکو ذاتی مشاہدہ سے حاصل ہوا۔

مقام عروج (فنا) میں وحدت الوجود ہے اور مقام نزول (بقا) میں وحدت الشہود ہے۔

شُنِیدَہ کَے بَوَدْ مَانِنْد دِیدَہ، حضرت مجدد کے نزدیک منصور حلاج کا نعرہ اَنَا الْحَقّ بھی وحدت الشہود ہے۔

اَنَا الْحَقّ کا معنیٰ ہے (حق ہے میں نہیں ہوں)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(54) جن کا انتقام

میں دفتر سے آ کر ابھی کپڑے بھی بدلنے نہ پایا تھا کہ میری بیوی نے کہا محمود کی طبیعت بہت خراب ہے۔ عجیب عجیب باتیں کر رہا ہے مجھے اس کے پاس جانے سے ڈر لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے سر پر سایہ یا آسیب کا اثر ہے۔ میں نے محمود کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ کہو بیٹا کیسی طبیعت ہے؟

محمود نے گھور کر میری طرف دیکھا اور بڑی مضحکہ خیز ہنسی ہنس دیا۔ بیٹے کے ابا! مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو طبیعت پوچھنے سے پہلے السّلام علیکم کہنا لازم تھا۔ یہاں سے اُٹھیے۔ محمود نے بری طرح مجھے ڈانٹ دیا۔ اٹھیے یہاں سے۔ ادھر سامنے آ کے بات کیجئے۔ اس انداز اور زبان سے مجھے بھی شک ہو گیا کہ یہ کسی آسیب کا اثر ہی ہو سکتا ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس پر ایک تشنج کی سی کیفیت طاری ہوئی اس کے ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگے اور وہ لیٹتا چلا گیا۔ میں اور رشیدہ نے جلدی جلدی اسکے ہاتھ پاؤں سہلائے۔ تھوڑی دیر بعد محمود ٹھیک تھا وہ رونے لگا اور اپنی ماں سے لپٹ گیا۔

اسی شام، عصر اور مغرب کے درمیان محمود کو لے کر مولوی سلامت اللہ کے مکان پر پہنچ گیا۔ دستک دینے پر مولوی صاحب بہ نفسِ نفیس باہر تشریف لائے۔ انکے سراپاء پر نظر پڑتے ہی میں انکی شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بے اختیار میرے دل سے آواز ی اُٹھی یہ شخص نہ صرف کالا علم جانتا ہو گا بلکہ یقیناً انکا عامل بھی ہو گا۔ پچاس کے قریب سن، جھلسی ہوئی شکر قندی کی طرح جھری دار چہرہ، سیاہی مائل چمکتی ہوئی مرجھائی کھال، کرخت بالوں والی داڑھی، گنجا سر، آنکھیں بھیانک طور پر سیاہ حلقوں میں گری ہوئی، پلکیں ندارد، اُکھڑے اُکھڑے سے اعضاء، اکہرا بدن، ذرا نکلتا ہوا درمیانہ قد، عجیب جادوگروں کی صورت تھی۔ میں نے سلام کر کے اپنے حاضر ہونے کا مقصد بیان کیا اور محمود کو چارپائی پر لٹا دیا۔ وہ ایک لحہ غور سے اُسے دیکھتے رہے پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگے، بہت دیر کر دی برخوردار، اس کا تو ستیاناس ہو چکا ہے۔ اب خبر لی

تم نے؟

میں نے بتایا بہت عرصہ سے علاج معالجہ ہو رہا ہے، بڑے بڑے ڈاکٹروں اور نامی گرامی حکیموں کو دکھایا ہے مگر آرام نہیں آیا۔ مولوی صاحب سر ہلاتے ہوئے بولے آرام کیسے آتا اسکی تو جان پکڑی ہوئی ہے۔ ایسے کوئی دوا یا انجکشن کارگر نہیں ہو سکتا۔ مولوی صاحب نے پیالی میں تھوڑا سا روغن ڈال کر محمود کے کانوں اور ناک کے نتھنوں میں لگایا۔ روغن کی خوشبو دماغ میں پہنچی تو محمود ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مولوی صاحب کچھ پڑھ کر پھونکیں مار رہے تھے۔ محمود کا جسم اینٹھتا رہا اور تشنج کی سی کیفیت ہوتی رہی۔ محمود کا چہرہ تمتمانے لگا۔ وہ ایک تڑپ کے ساتھ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چلایا مجھے جانے دو۔ مولوی صاحب کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، گرج کر بولے نہیں جانے دونگا بتاؤ تم کون ہو۔ محمود کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ جسم میں ایک زبردست کچھاؤ تھا۔ وہ بڑی کشمکش کے بعد بولا میرا۔۔۔۔ میرا نام۔۔۔ بیزاد ہے۔

ہوں۔۔ تم اس معصوم بچے کو کیوں پریشان کر رہے ہو۔ اس نے میرے بچے کی ٹانگ توڑی ہے۔ انکے مکان کے قریب پیپل کے درخت کے نیچے ہمارا ٹھکانہ ہے۔ ایک روز میرا بچہ وہاں کھیل رہا تھا اس نے ٹھوکر ماردی۔ میرے بچے نے اس کی ٹانگ پکڑلی تو اس نے پتھر اُٹھا کر دے مارا اس کے بلبلانے پر میں لپکا ہوا آیا اور اسے پکڑ لیا۔

مولوی صاحب نے کہا اسے کافی سزا مل چکی ہے اب اسکی جان چھوڑ دو۔ اس نے کہا ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ میرے بچے کی حالت نازک ہے اگر وہ مر گیا تو میں اسکی جان لے لونگا۔ مولوی صاحب نے کہا ایک ہفتہ کے اندر اندر اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ ورنہ میں تجھے قتل کر دونگا۔ مولوی صاحب نے تعویذ لکھ کر دیا کہ اسکے گلے میں ڈال دیں۔ گھر آ کر جب میں نے وہ تعویذ محمود کے گلے میں باندھنا چاہا تو وہ تڑپنے لگا۔ میں نے زبردستی باندھا تو اس نے کھینچ کر دھاگا توڑ دیا اور تعویذ گلے سے نوچ کر دور پھینک دیا۔ میری بیوی ڈر گئی۔ دوڑ کر تعویذ اُٹھایا اور چوم کر آنکھوں سے لگایا کہنے لگی اس وقت زبردستی نہ کرو۔ جب سو جائیگا تو میں چپکے سے باندھ دونگی۔ جب وہ گہری نیند سو رہا تھا جونہی اسکے گلے میں تعویذ ڈالا گیا وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ پہلے کی طرح چیخنے چلانے لگا اور اُول فول بکنے لگا۔

صبح ہوتے ہی مولوی صاحب سے سارا ماجرا بیان کیا۔ مولوی صاحب نے بتایا وہ ضدی اور مغرور قسم کا جن معلوم ہوتا ہے۔ اس کا علاج کرنا ہی پڑے گا۔ تم ایسا کرو کہ جمعرات کی رات ایک لمبا گھیا لے کر بچے کے ساتھ لٹا دو اور صبح سورج نکلنے سے پہلے وہ گھیا اور بچے کو لے کر میرے پاس چلے آنا۔ انشاء اللہ اس کا پورا پورا انتظام کر دونگا۔ جمعرات کی رات بے خبر سوئے محمود کے پہلو میں ایک گھیا ڈال دیا گیا لیکن وہ ایک دم چونک کر اُٹھ بیٹھا اور دونوں ہاتھوں سے گھیے کو دھکیلنے لگا۔ دوبارہ اسکی آنکھ لگی تو آہستہ سے اسکے بستر پر رکھ دیا گیا پہلے کی طرح پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ جب محمود پلک جھپکتا وہ گھیا اسکے پہلو میں ڈال دیا جاتا۔ اس طرح جاگتے سوتے صبح ہوگئی۔

ہم صبح مولوی صاحب کے پاس پہنچے۔ مولوی صاحب نے انگیٹھی گرم کرائی ایک طرف خود بیٹھ گئے۔ سامنے ہمیں بیٹھا لیا جب کوئلے دہکنے لگے تو عود اور لوبان اُن پر چھڑکا گیا۔ تیز بھبکا خوشبو کا اُٹھا اور کمرے کی فضا میں تحلیل ہوگیا۔ مولوی صاحب چھری ہلا ہلا کر سامنے رکھے ہوئے گھیے پر کچھ پڑھ رہے تھے۔ آخر انہوں نے چھری آگ میں ڈال دی۔ محمود کا جسم کانپنے لگا اور اسکی آنکھوں سے وحشت ٹپکنے لگی۔ جوں جوں چھری سرخ ہوتی گئی۔ محمود کا خوف و ہراس بڑھتا گیا۔ مولوی صاحب نے چھری کے دستے پر ہاتھ ڈالا اور محمود چیخ مار کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مولوی صاحب نے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا کہ اسے مضبوطی سے پکڑے رکھوں۔ میں نے محمود پر اپنی گرفت مضبوط کر لی مگر وہ اس قیدی کی طرح مچلنے لگا۔ جسے جلاد پھانسی کے تختے کی طرف لے جا رہا ہو۔ مولوی صاحب کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے۔ ایک ہی بار اُنہوں نے دہکتی ہوئی چھری گھیے پر چلا دی۔ محمود نے ایک دلدوز چیخ ماری۔ کچھ دیر تک اس کا جسم میری آغوش میں ذبح ہوتے ہوئے جانور کی طرح تڑپتا اور لرزتا رہا۔ پھر زور سے جُھر جُھری لے کر ساکن ہوگیا۔

محمود کو اپنے ہاتھوں میں یوں نڈھال دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ مولوی صاحب میرا بچہ۔۔۔ مولوی صاحب مسکرائے۔ بڑی خوفناک مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا "تمہارا بچہ صحیح سلامت ہے البتہ وہ جن جو تمہارے بچے پر سوار تھا قتل کر دیا گیا ہے۔ اس دن سے محمود کو آفاقہ ہونے لگا۔ اسکی خوراک معمول پر آگئی اور میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ چند دن بعد وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ مولوی سلامت اللہ کی

پراسرار شخصیت اور عجیب و غریب طریق علاج نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا۔ مجھے خواہ مخواہ دلچسپی ہونے لگی کہ مولوی صاحب سے مل کر جنات کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیے۔ چند روز بعد میں انکے ہاں پہنچا دستک دی۔ مولوی کی بیوی دروازے پر آئی۔ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی۔ میں ہکا بکا رہ گیا۔ خدا خیر کرے کیا ماجرا ہے۔ مولوی صاحب کا حال پوچھا وہ ناک سکیڑتے ہوئے بولی۔ بھیا وہ تو اسی دن سے بستر پر پڑے ہیں۔ جس روز تمہارے بچے کا علاج کیا تھا۔ ہر روز آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو ایک چور کی مار دیتے ہیں اور چلا چلا کر کہتے ہیں تو نے میرے بھائی کی جان لی۔ میں تیری جان لیے بغیر نہ ٹلوں گا۔ دنیا جہان کا علاج تو یہ کرتے تھے اب انکا علاج کون کرے۔

مجھے لے کر اندر گئی مولوی صاحب بے ہوش پڑے تھے۔ مولوی کی بیوی نے انکا کرتہ پیٹھ سے اُٹھا کر دکھایا۔ جگہ جگہ سے کھال ادھڑی ہوئی تھی۔ اور خون بہہ رہا تھا۔ پھر بتانے لگی رات وہ جن انکے سر پر سوار ہوا انکی حالت دیکھ کر میری چیخیں نکل گئیں۔ سارا محلہ جمع ہو گیا۔ مسجد کے امام صاحب کو بلایا گیا انہوں نے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ تو اپنے آپ میں آئے ورنہ شاید خود کو جان سے مار ڈالتے۔

چند دن بعد میرا اس محلہ سے گذر ہوا گلی کے دو چار آدمی ہمارے قریب سے باتیں کرتے ہوئے گذرے۔ دیکھنے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا مگر میت کتنی وزنی تھی۔ سسک سسک کر اسکی جان نکلی۔ توبہ جن نے قبر تک اسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ مولوی صاحب کے دروازے کے سامنے دری بچھی اور لوگ یہی ذکر کر رہے تھے میں نے پوچھا کس کی میت ہو گئی ہے۔ جواب ملا مولوی سلامت اللہ انتقال کر گئے ہیں۔ میرے کانوں میں مولوی کی بیوی کے بین کے ساتھ ساتھ ایک آواز گونجنے لگی۔

''خدا غارت کرے جس نے جادو کر کے میرے خاوند کی جان لی۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کتے کی موت مرے''۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(55) امیر بننے کا نسخہ

بھائی اٹھارہ سال کے ہوگئے تو امیر بننے کے جنون نے انہیں غلط راستے اختیار کرنے کی ترغیبات دینی شروع کر دیں۔ پیر فقیروں کے آستانوں پر جانے لگے۔ جادو گنڈوں کے چکروں میں وقت ضائع کرنے لگے۔ وہاں سے مایوس ہو کر خود کتابیں خرید کر وظائف پڑھنے لگے۔ جب اس سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا تو غلط قسم کے دوستوں میں اُٹھنے بیٹھنے لگے۔ مجھ سے وہ کچھ نہیں چھپاتے تھے، ہر تجربے سے پہلے وہ پرجوش ہو کر کہتے تھے ''اب تم دیکھنا نسیم، گھر میں دولت کی ریل پیل ہو جائے گی''۔

کیمیا گری کے نسخوں کی تلاش میں بھی انہیں خاصی خاک چھانی، پھر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اُن کی باتیں سن کر میری طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہونے لگی تھی۔ خاص طور پر جب وہ اسمگلرز کے گروپ میں شامل ہو جانے کی باتیں کرتے۔ خدا کا شکر ہے انہیں کوئی ایسا گروپ نہیں مل سکا ورنہ وہ امیر ہونے کے جنون میں وہ بھی جوائن کر لیتے۔ پھر وہ کسی ایسے شخص سے جا ٹکرائے، جس نے انہیں ٹیلی پیتھی سیکھنے پر راغب کیا اور اس مضمون کی ڈھیروں کتابیں ان کے کمرے میں دکھائی دینے لگیں۔ وہ اپنے ہمزاد کو قابو کرنے کے وظائف پڑھنے لگ گئے۔ ساری ساری رات جاگتے اور عجیب عجیب حرکتیں کرتے۔ صرف جانگیہ پہن کر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر گھنٹوں وظیفے پڑھتے رہتے تھے۔ اس سے پہلے اُنہوں نے جادوگری پر بھی راتیں کالی کی تھیں۔ خیر وہ دور گزر چکا تھا۔ اب ہمزاد قابو کرنے کے لیے رات دن ایک کیے ہوئے تھے اور مجھے اپنا رازداں بنا رکھا تھا۔ میں ان کے عمل کے دوران ان کے کمرے کے دروازے پر چوکیداری کیا کرتی مبادا والد صاحب نہ اِدھر آ جائیں۔ اللہ جانے کتنے دن کا عمل تھا۔ بیس دن گزر گئے تھے۔ میں تقریباً ساری رات بھائی کے وظائف کے چکر میں جاگتی اور صبح اسکول میں اونگھتی رہتی۔ اسکول میں باز پرس ہونے لگی تھی، مگر صفدر بھائی کی محبت میں، میں اُن کے ساتھ چپکی رہتی۔ گھر میں امی سے اَن بَن ہو گئی تھی کہ صاحب زادے عملیات کے چکروں میں پڑ گئے ہیں۔ بھائی نے پڑھائی چھوڑ دی تھی اور والد صاحب سے یہ بات چھپائی ہوتی تھی۔

بھائی کے عمل کا اکیسواں دن تھا۔ امی کا ریڈیو خراب ہو گیا۔ انہیں پرانے گانے سننے کا بے حد شوق تھا۔ ہمارے بنگلے سے ذرا دور ایک الیکٹریشن کی دکان تھی۔ ہم اپنا بجلی کا خراب سامان ان ہی کے پاس لے جایا کرتے تھے۔ لہٰذا وہ ریڈیو بھی اسی دکان پر دے آئے۔ انہوں نے کہا کہ شام کو لے جانا۔ ہم دونوں بہن بھائی عموماً اکھٹے ہی ہر جگہ جایا کرتے تھے۔ شام کو ریڈیو لینے پہنچے تو الیکٹریشن مغرب کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا وہ تھوڑی دیر بعد لوٹ کر ریڈیو دے دے گا۔ ہم وہیں بیٹھ کر انتظار کریں اور اسکی کھلی دکان کی نگرانی بھی کریں۔

ہم دونوں بھائی بہن دکان کے سامنے ایک نالے پر بنی پلی پر بیٹھ گئے۔ بھائی مجھے بتانے لگے کہ اس دفعہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کا ہم زاد جلد ان کے قابو میں آ جائے گا پھر وہ اس سے ایسے ایسے کام کروائیں گے کہ گھر میں ہن برسنے لگے گا۔ ہم دونوں بہن بھائی ان باتوں میں مگن تھے۔ ہمارے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی ہمارے پیچھے آ کر کھڑا ہوا ہے۔ میں فوراً گھوم گئی۔ بھائی نے مڑ کر دیکھا اور میں تو جیسے حیرت سے اپنی جگہ جم گئی۔ ہمارے سامنے دوسرا صفدر بھائی کھڑا تھا۔ بھائی نے بھی اسے حیرانی سے دیکھا اور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دوسرے صفدر نے ایک زناٹے دار چانٹا میرے بھائی کے منہ پر مارا اور کہا:

''بول کرے گا میرا پیچھا؟'' پھر بھائی کا گریبان پکڑ کر انہیں زمین سے ایک ڈیڑھ فٹ اوپر اُٹھا لیا اور وہی جملہ دھرایا ''بول کرے گا میرا پیچھا؟'' بھائی بھی میری طرح بت بن گئے۔ اس ہم شکل نے انہیں زمین پر کھڑا کر کے پھر زوردار طمانچہ مارا، جس سے بھائی گھوم گئے اور پھر وہی سوال کیا، میں جو یہ منظر دیکھ کر رونے لگی تھی ۔ بھائی کو اس کی گرفت سے چھڑانے آگے بڑھی، مگر وہ پھر بھائی کو زمین پر پٹخ چکا تھا، میں جھک کر انہیں اُٹھانے لگی وہ ہم شکل میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گیا، بھائی زمین سے اُٹھ کر اکڑوں بیٹھ چکے تھے اور زاروقطار رو رہے تھے۔ میں نے ان کی حالت دیکھی تو خود بھی رونے لگی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ دوسرا شخص صفدر بھائی کا ہم شکل کیسے تھا، اسکے کپڑے اس کا انداز اور شکل وصورت، قد بالکل ان جیسا تھا۔ میں نے انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھا ہوتا تو کسی اور کے کہنے پر بھی یقین نہ کرتی۔ خیر، اس کا دیکھتے ہی

دیکھتے غائب ہو جانا بھی مجھے خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔

صفدر بھائی نے خود کو کمرے میں قید کر لیا تھا کسی سے ملتے بھی نہیں تھے۔ بات تو در کنار، آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ کھانا پینا تقریباً چھوڑ دیا تھا۔ امی کے اصرار پر چند لقمے زہر مار کر کے کھانا جوں کا توں واپس بھیج دیتے۔ جسکی وجہ سے صحت دن بدن گرتی چلی جا رہی تھی۔ والد صاحب کو ان کی بیماری کا علم ہو گیا۔

ماموں نے مجھے بلا کر ساری تفصیل پوچھی مگر انہیں میری بات کا یقین نہیں آیا، کہنے لگے ''تم دونوں نفسیاتی ہو گئے ہو، ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ دو صفدر آمنے سامنے کھڑے ہوں اور ایک صفدر دوسرے کو مار رہا ہے، مجھے تمہارا بھی علاج کروانا پڑے گا''۔ میں نے قسمیں کھائیں کہ میں سچ بول رہی ہوں اور وہ شخص نہ صرف بھائی صفدر کی دوسری کاپی تھا، بلکہ وہ میرے سامنے کھڑا کھڑا غائب بھی ہو گیا تھا۔ ماموں نے اسے ہماری ذہنی اختراع سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ بھائی کو بہلا پھسلا کر وہ سائیکاٹرسٹ کے پاس لے گئے۔ جس نے کئی نشستیں کیں، مگر صفدر بھائی کی خاموشی نہ توڑ سکے۔

امی نے اپنے بھائی کی منت کی کہ وہ اسے بڑے عالم دین کے پاس لے جائے کہ اس کو کوئی روحانی بیماری ہو گئی ہے۔ ماموں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی پھر اپنے ملنے جلنے والوں سے معلومات حاصل کیں اور ایک عالم کے پاس بھائی کو لے کر گئے۔ اُنہوں نے بھائی کا علاج شروع کیا۔ کئی ہفتوں کے بعد ان کی چپ اور دنیا سے بے زاری ختم ہوئی تو اُنہوں نے ماموں کو بتایا کہ اُلٹے سیدھے انداز سے وظائف پڑھنا ذہنی صحت کے لیے نہایت مضر ثابت ہوتا ہے، اس نے اپنے ہم زاد کو قابو کرنے کے لیے جو کچھ پڑھا۔ اس میں کم علمی کے سبب رجعت ہو گئی، اس کی بہن ٹھیک کہتی ہے جس نے اسے مارا تھا وہ اُس کا ناراض ہم زاد ہی تھا۔ ماموں یہ سب سن کر حیران رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(56) ایک مجذوب

ایک بار دہلی میں قتل کی ایک واردات ہوئی۔ عدالت نے قاتل کو سزائے موت سنادی۔ اس وقت کے قانون کے تحت قتل کے مجرم کیلئے رحم کی آخری درخواست بادشاہ کے حضور پیش کی جاتی اور اگر بادشاہ یہ درخواست مسترد کر دیتا تو پھر مجرم کو کسی صورت میں سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔ شہنشاہ اورنگ عالمگیر نے اس کی رحم کی درخواست بھی مسترد کر دی۔ پھانسی کا وقت قریب آ گیا۔ پھانسی سے ایک روز پہلے کی بات ہے قاتل کا غمزدہ بھائی پریشانی کے عالم میں بازار میں گھوم رہا تھا ایک نامعلوم شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اُس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک غلیظ لباس والا بوڑھا کھڑا تھا۔ جس کا سر چہرہ اور پورا جسم گردآلود تھا۔ اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کئی دن سے بھوکا ہے۔

مجذوب نے اس سے کہا روٹی کھلا دو۔ اسے مجذوب کی حالت پر رحم آ گیا اور اس نے اسے قریبی دکان سے کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر مجذوب اس شخص سے مخاطب ہوا اور کہا مانگ کیا مانگتا ہے۔ غم زدہ شخص مسکرایا اور اس نے دل میں خیال کیا جسے کھانے کو نہ جانے کب سے کچھ نہیں ملا وہ مجھے کیا دے گا۔ لیکن مجذوب نے دوبارہ تحکم آمیز انداز میں کہا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس پر وہ شخص بولا کل صبح دس بجے میرے بھائی کو پھانسی دی جارہی ہے اسے رکوا سکتے ہو؟ یہ سن کر مجذوب کی کیفیت ہی بدل گئی۔ خوف اس کے چہرے سے ٹپکنے لگا اور وہ موت موت دیر ہوگئی کے الفاظ کہتا ہوا ایک طرف کو بھاگ نکلا۔

اگلے روز وہ شخص اپنے بھائی سے آخری ملاقات کیلئے آٹھ بجے صبح قید خانے کے باہر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ اورنگ زیب گھوڑے پر سوار قید خانے کی طرف آ رہا ہے۔ قید خانے کے عملے میں شہنشاہ کی غیر متوقع آمد پر کھلبلی مچ گئی۔ بادشاہ سیدھا اندر چلا گیا اور قید خانہ کے داروغہ سے پھانسی پانے والے شخص کے کاغذات طلب کیے اور اُن پر حکم لکھا ”قاتل کو فوراً رہا کر دیا جائے“ قید خانے کا داروغہ اس حکم پر ششدر رہ گیا۔ بادشاہ نے پہلی مرتبہ اپنا سزائے موت کا فیصلہ منسوخ کیا تھا۔ بہرحال بادشاہ کے حکم کے تحت قاتل کو رہا کر دیا گیا اور وہ ہنسی خوشی اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلا گیا۔

پھانسی کا وقت دس بجے مقرر کیا گیا تھا۔ متعلقہ افسر مجرم کو پھانسی لگانے جیل پہنچا تو داروغہ نے قاتل کی رہائی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ آفسر نے داروغہ کی اس بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا اور سیدھا بادشاہ کے محل جا پہنچا۔ وہاں جا کر اس کو معلوم ہوا کہ شہنشاہ آج باہر جانے کیلئے کہیں نکلے ہی نہیں اس کے ہوش اُڑ گئے اس نے فوراً ملاقات کیلئے عریضہ بھیجا۔ اورنگ زیب نے اسے بلالیا اور تفصیل سن کر سخت غصے میں آ گیا اور اسی وقت جیل پہنچ گیا۔ داروغہ جیل خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس نے بادشاہ کو بتایا کہ آپ کل تشریف لائے تھے اور قاتل کی رہائی کا تحریری حکم دیا تھا۔ کاغذات دیکھنے پر معلوم ہوا کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی مہر اور دستخط بالکل اصلی ہیں۔ داروغہ جیل بے قصور تھا۔ بادشاہ نے افسوس سے کہا ہم نے قاتل کو بغیر سزا کے چھوڑ دیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد گویا بادشاہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اس نے داروغہ سے پوچھا ہم قاتل کو آزاد کرنے کے بعد کس طرف گئے تھے۔ داروغہ نے ایک سمت اشارہ کیا۔ بادشاہ گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے اسی طرف روانہ ہو گیا۔ گھوڑا بہت تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ وہ شہر سے باہر ایک ویرانے میں داخل ہو چکا تھا۔ کچھ آگے جا کر بادشاہ نے دیکھا ایک مجذوب دوڑتا ہوا جا رہا ہے۔ وہ خوفزدہ تھا اور بار بار پیچھے دیکھ رہا تھا بادشاہ نے جلد ہی اسے جالیا وہ سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے مجذوب سے پوچھا نظام میں خلل ڈالنے کی سزا معلوم ہے؟ مجذوب نے جواب میں ایک لفظ کہا "موت" پھر ایسا کیوں کیا بادشاہ نے پوچھا مجذوب نے جواب دیا۔ وعدہ کر چکا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا اب اپنی گردن پیش کرو۔ مجذوب نے گردن بڑھا دی۔ شہنشاہ کی تلوار لہرائی اور مجذوب کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا۔

مُغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے دور کا یہ واقعہ بادشاہ اور مجذوب کے درمیان کشمکش کی ایک انوکھی داستان ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے اورنگ زیب خود بھی اسی نظام میں کسی عہدے پر فائز تھا جس نظام کا یہ پُر اَسرار مجذوب حصہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(57) حضرت ذُوالنّون مصری

ایک دفعہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے کسی بیوپاری کا موتی کھو گیا سب نے آپ کو مشکوک سمجھ کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر کہا اے اللہ تو علیم ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔ یہ کہتے ہی دریا میں سے صدہا مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی دبائے نمودار ہوئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے موتی نکال کر اس بیوپاری کو دے دیا۔ اس کرامت کے مشاہدے کے بعد تمام مسافروں نے معافی طلب کی اسی وجہ سے آپ کا خطاب ''ذوالنون'' پڑ گیا۔

فرمایا ایک دن میں لب دریا وضو کر رہا تھا سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کیلئے کہا تو اس نے کہا دور سے تم کو دیوانہ تصور کیے ہوئے تھی جب کچھ قریب آ گئے تو میں نے عالم سمجھا اور جب میں نے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا۔ دیوانے وضو نہیں کرتے۔ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں سے تباہی آتی ہے۔

۱) اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا۔ ۲) ابلیس کا فرنبردار ہونا ۳) موت کو قریب نہ سمجھنا۔

۴) رضائے الٰہی کی بجائے مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا۔ ۵) تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا۔

۶) اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر انکے فضائل پر نظر نہ کرنا۔

معرفت کی تین اقسام ہیں:

۱) معرفتِ توحید: جو ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے۔

۲) معرفتِ حجت وبیان: یہ علماء کرام اور حکما کو ملتی ہے۔

۳) معرفت واحدانیت: یہ علمائے کرام کیلئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی

ان مراتب سے واقف ہوسکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ایک دن میں دریائے نیل کے کنارے جارہا تھا میں نے دیکھا ایک بچھو بھاگا ہوا دریا کے کنارے کی طرف چل رہا ہے۔ جب وہ دریا کے کنارے پہنچا۔ فوراً ایک کچھوا کنارے آ لگا اور بچھو اس پر سوار ہو گیا۔ کچھوا اس کو لے کر دریا کے کنارے کی طرف چل دیا۔ مجھے شوق ہوا کہ دیکھوں بچھو کو کہاں لے جارہا ہے۔ میں نے کشتی میں بیٹھ کر اس کا پیچھا کیا۔ بچھو دوسرے کنارے پر پہنچا اور اتر کر دوڑتا ہوا آگے چل دیا۔

میں نے اس کے پیچھے پیچھے ہولیا کچھ دور جا کر دیکھا ایک نوجوان سو رہا ہے اور اس کے قریب ایک زہریلا سانپ ہے جو اس کو کاٹنا چاہتا ہے۔ بچھو نے سانپ پر حملہ کیا اور سانپ نے بچھو پر یہ دونوں ایک دوسرے کے زہر سے مر گئے اور سویا ہوا جوان بچ گیا۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو اسے پورا واقعہ سنایا گیا وہ سچے دل سے تائب ہو گیا۔

اس سے یہ معلوم ہوا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی بندے کی حفاظت کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بکھرے موتی

☆ ایک موقع پر شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا: مجھے سب سے زیادہ عزیز وہ شخص ہے جب اس سے وہ بات دریافت کی جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو وہ صاف کہہ دے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

☆ آپ کا ارشاد گرامی ہے: محبت اپنے سے بعید النسب (دور کا رشتہ دار) شخص کو قریب کر دیتی ہے اور عداوت قریب النسب (قریبی رشتہ دار) آدمی کو دور کر دیتی ہے۔ دیکھو ہاتھ جسم میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ مگر ہاتھ جب خراب ہو جاتا ہے تو کاٹ دیا جاتا ہے یا پھر داغ دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک موقع پر فرمایا: انار کو اس کی جھلی کے ساتھ (جو دانوں پر لپٹتی رہتی ہے) کھانا چاہیے کیونکہ وہ مقوی معدہ (معدہ کو طاقت دینے والی) ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(58) ٹیلی فون پر نکاح

ایک خاتون اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے۔

میں اپنے والدین کے اکلوتی بیٹی تھی چھ سال کی عمر میں ماں کے سایہ سے محروم ہو گئی۔ باپ نے ماں بن کر پالا، تایا کی معرفت ایک رشتہ آیا چونکہ میں بی۔اے کر چکی تھی۔ اس لئے ابا بہت خوش تھے۔ وہ بھی اپنے والدین کا اکلوتا لڑکا تھا۔ تھوڑی سی چھان بین کے بعد ہاں کر دی گئی۔ مظہر بسلسلہ روزگار بیرون ملک مقیم تھا جبکہ اس کے والدین پاکستان میں مقیم تھے۔ ٹیلی فون پر نکاح ہوا۔ ویزہ اور ٹکٹ مل گیا نکاح کے دو ہفتے بعد مجھے ملک چھوڑ جانا تھا۔

آخر وہ دن بھی آ گیا۔ جو میرے لئے چند روزہ خوشیوں کے بعد ایک عذاب کو اپنے پیچھے چھپائے کھڑا تھا میں ہچکیاں لے کر روتی ہوئی ایئر پورٹ روانہ ہوئی۔ کیسی عجیب رخصتی تھی۔ دلہن بغیر دولہا اور برأت کے پرائے دیس جا رہی تھی۔ آخر جہاں ہانگ کانگ کے ایئر پورٹ پر اتر گیا میں نے اپنا سامان اٹھا کر باہر نکلی ایک غیر مانوس آواز نے میرے قدم روک لئے۔ آپ روبینہ ہی ہیں ناں۔ میں نے مخاطب کو دیکھ کر پہچان لیا۔ وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے بولا۔ مجھے مظہر کہتے ہیں وہ اپنی گاڑی میں مجھے لینے آیا تھا ہم ایک خوبصورت فلیٹ میں جا پہنچے۔ چند ماہ بعد مظہر کے معمولات میں فرق آنے لگا۔ اپنے دوستوں کو گھر لے آتا شراب اور جوئے کا دور چلتا اور مجھے مجبور کرتا کہ میں اس کے دوستوں کے سامنے کھانا وغیرہ پیش کیا کروں میں نے انکار کیا تو اس نے پہلے نرمی اور بعد میں غصہ سے مجھے جاہل اور گنوار ہونے کا طعنہ دیا۔ خاوند کی خوشی کی خاطر میں اسکے دوستوں کے سامنے جانے لگی کچھ دن بعد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ اس کے دوست بھوکے بھیڑیے کی طرح شکار کے متلاشی ہیں۔

ایک دوست ان میں مختلف تھا جس کا نام شان تھا جو مجھے لٹل سسٹر کہا کرتا تھا میں اس سے دس سال چھوٹی تھی۔ اس کی بیوی شادی کے دوسرے مہینے ہی فوت ہو گئی تھی اب اکیلا ہی اپنی ماں کے پاس رہتا تھا۔

شادی نہ کرنے کے بارے میں جب میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا میں نے دیپکا سے محبت کی شادی کی تھی۔ اس کے بعد میری نظر میں کوئی لڑکی ایسی نہیں جو اس جیسی ہو۔ کسی ایسی ویسی لڑکی سے شادی کر کے میں اپنے عشق کی توہین نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی ہمارے گھر اس وقت نہ آیا تھا جب میں اکیلی ہوں جبکہ دوسرے مرد تو مجھ سے بات کرنے کے بہانے تلاش کرتے تھے۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا وہ رات کو بیٹھ کر تاش کھیلتے اور Drink کرتے تھے ایک دن مجھے خاوند نے کہا آپ ہی ہمارے ساتھ کھیل میں شامل ہو جایا کریں میں نے انکار کیا تو کہنے لگا سب کی بیویاں ہمارے ساتھ کھیلتی ہیں تم نے بالکل پسماندہ عورات کو ہم کمرے میں سوتے تو مظہر لائٹ بالکل آف کر دیتا تھا۔ ایک رات ہم لائٹ بند کر کے سو رہے تھے میرے خاوند نے کہا کہ میں پانی پی کر آتا ہوں۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا۔ میرے ہاتھوں میں اسکی کلائیاں لگیں اس لمحے میرے ذہین میں دھما کا ہوا کہ یہ کلائیاں مظہر کی نہیں ہیں۔ عورت اپنے خاوند کو بند آنکھوں سے بھی پہچان لیتی ہے۔ عورت اپنے مرد کے جسم کے لمس اور بدن کی مہک سے بھی واقف ہوتی ہے۔ میں مظہر کے کالر پر ہاتھ مارا اور پھر اس کا چہرہ ٹٹولا۔ نہیں یہ مظہر نہیں ہے۔ میں نے ایک چیخ ماری۔ اسے دھکا دے کر پلنگ سے چھلانگ لگا دی۔ میرے سر سے کوئی بھاری چیز ٹکرائی اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرا خاوند صوفے پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

نفرت اور غصہ نے میرے دل میں طوفان برپا کر دیا۔ مظہر تم نے یہ کیا کیا میں پھٹ پڑی۔ تم جیسا بے غیرت مرد شاید کوئی نہ ہو۔ اس نے کہا یہ گوروں کا دیس ہے اس قسم کے مشاغل یہاں ہوتے ہی رہتے ہیں میں نے مظہر کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ میں تمہیں اپنی ذات پامال نہ کرنے دونگی اور اس سے بات چیت ختم کر دی۔

دوسرے دن میرے لئے ہوٹل سے کھانا لایا اور میرے قریب رکھ دیا۔ میرا ہاتھ بے اختیار ٹرے تک گیا اور اُسے اُلٹ دیا پھر گلاس اُٹھا کر پوری طاقت سے مظہر کو دے مارا وہ پرے ہٹ گیا اور گلاس چکنا چور ہو گیا۔ نکل جاؤ یہاں سے۔۔۔۔ فوراً چلے جاؤ۔ میں تمہارا وجود اپنے کمرے میں برداشت نہیں کر سکتی۔ مظہر آہستہ آہستہ میرے قریب آیا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیا۔ میں اس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہو

گئی اور پوری قوت سے ایک طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا وہ ایک لمحہ کیلئے لڑکھڑا گیا اور اگلے ہی لمحے کسی بھپرے ہوئے درندے کی طرح میری طرف بڑھا اور میرے منہ پر ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ میں زمین پر گر گئی۔ اس کے ساتھ ہی مجھ پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی کچھ دیر بعد میں بے ہوش ہو گئی۔

آنکھ کھلی تو جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو چونک پڑی یہ وہ فلیٹ نہیں تھا جہاں میں بے ہوش ہوئی تھی۔ میں آہستہ سے اُٹھی اور کمرے کی کھلی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ جلد ہی مجھے ایک اور شاک لگا۔ میں اُس وقت بدنام زمانہ شہر بنکاک کی ایک بلڈنگ میں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک وحشت ناک خیال سے میری روح کانپ اُٹھی۔ کیا مظہر مجھے کسی جرائم پیشہ شخص کے ہاں فروخت تو نہیں کر گیا۔ نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اپنے خیالات میں گم تھی کہ مظہر اپنے دوست ڈیوڈ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اُس نے کہا تم ہمارے مشترکہ کاروبار کی قیمتی مشینری ہو۔ یہ فلیٹ ڈیوڈ کا تھا۔ جہاں اب مجھے مستقل رہنا تھا گویا اب مجھے گن پوائنٹ پر ایک شریف طوائف کی زندگی گذارنا تھی۔

زندگی نے کس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔ مظہر نے مجھے بڑی درندگی سے مارا تھا۔ میرا سارا جسم لہو لہان تھا۔ اُنہوں نے مجھے ایک ہفتہ آرام کیلئے دے دیا۔ اس ہفتہ میں ہی مجھے راہِ فرار تلاش کرنا تھی۔ میری کڑی نگرانی کی جاتی اگر میں بازار جانا چاہتی تو دونوں میں سے ایک ریوالور سمیت میرے ساتھ جاتا۔ ایک ہفتہ بعد میرا خاوند میرے پاس آیا اور کہا آج اچھی طرح تیار ہو جاؤ۔ ایک مہمان آ رہا ہے۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ چلا گیا۔ شوہر نے میرے لئے پہلا گاہک ڈھونڈ لیا تھا۔ گویا شوہر بیوی کی دلالی کرنے لگا تھا میں یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اس گرداب میں پھنس گئی تو میرے لئے ساری عمر اس سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ شادی کے چھ ماہ بعد مجھے والد کے فوت ہونے کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لئے میرے خاوند کو ہماری طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا کوئی ڈر نہ تھا۔

میں نے غسل کر کے اچھے کپڑے پہنے، ہلکا سا میک اپ کیا اور اللہ تعالٰی سے دعا کی کہ میرے پروردگار میری عصمت کی حفاظت فرما۔ رات دس بجے میرا خاوند ایک خوش پوش آدمی کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ اس نے اندر آ کر مجھے اس مہمان کے آنے کی اطلاع دی اور پھر پستول دکھا کر حکم دیا کہ اچھی قسم کی کافی بنا کر

لاؤ میں اُٹھی اور کچن میں چلی گئی تھوڑی دیر بعد ہی دونوں کو کافی پیش کر رہی تھی۔ مہمان نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا خاصا خوش لگ رہا تھا۔ کمرے میں واپس آ کر میں کھڑکی میں کھڑی ہو گئی۔ دور دور تک روشنیوں کا سیلاب نظر آ رہا تھا میں ایک دفعہ پھر اللہ کی بارگاہ میں دل ہی دل میں فریاد کر رہی تھی۔ پندرہ منٹ بعد میں ڈرائنگ روم میں گئی تو دونوں میرا خاوند اور مہمان صوفوں پر بے ہوش پڑے تھے کافی میں جو دوائی ملائی تھی اس نے اپنا کام کر دکھایا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ میں آہستہ سے مظہر کی طرف بڑھی اور اس کی بیلٹ سے سائلنسر لگا پستول نکالا جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ دو گولیاں مہمان کے دل میں اتارنے کے بعد باقی پورا ریوار مظہر کے سینے پر خالی کر دیا وہ بے ہوشی میں تھوڑا تڑپے پھر بے جان ہو گئے۔ مظہر کی کمر سے بٹی کھول کر پستول کو دوبارہ بھر لیا میں اس جہنم سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو چکی تھی۔ میں نے کمرہ میں جا کر پہلے سے تیار شدہ اٹیچی کیس اُٹھایا اور باہر نکل آئی۔ دروازہ لاک کر کے چابی پرس میں رکھی اور باہر کو چل دی۔ رب کائنات قدم قدم پر میری راہنمائی فرما رہا تھا آدھی رات بیت چکی تھی میں نے شان کے گھر کی بیل دی وہ آنکھیں ملتا ہوا باہر آیا۔ مجھے دیکھ کر کتنی ہی دیر دروازے میں کھڑا رہا میں اسے ہٹا کر اندر چلی گئی اسکی والدہ جمائیاں لے رہی تھی میں اُن کے گلے لگ گئی۔ دل میں رُکا ہوا غبار آنکھوں کے راستے بہنے لگا مجھے روتا دیکھ کر دونوں گھبرا گئے۔

شان نے پوچھا کیا بات ہے۔ میں ایک جھٹکے سے اس کی والدہ سے الگ ہوئی اور کہا چار گھنٹے پہلے میں اسے قتل کر چکی ہوں میرا لہجہ بہت زہریلا تھا اور۔۔ وہ۔۔ دونوں۔۔۔، دونوں کا بہت شاک ہوا۔ پوری کہانی سنانے کے بعد میں نے کہا میرا پاکستان واپسی کا بندوبست کر دیں۔ شان نے اپنے پاکستانی دوست اشرف سے بات کی جو ایک جنرل سٹور چلاتا تھا اس نے وعدہ کیا کہ میں ارجنٹ ٹکٹ لے کر پاکستان بھجوا دونگا۔ شان گھر سے باہر نکلا تو اس کی ماں نے بتایا مظہر اور اس کے تین چار دوست سمگلروں کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مظہر نے نیا کاروبار ڈیوڈ کے ساتھ مل کر شروع کیا تو اس سے دوسرے دوستوں کو بے خبر رکھا۔

شان کو اس کی ماں نے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا اور وہ بے راہروی کا شکار نہ ہوا تھا اس عورت نے مزید کہا کہ مظہر اپنے والدین سے پاکستان میں قطع تعلق کر چکا تھا اور آج کل عصمت فروشی کے کاروبار میں لگا

ہوا تھا۔ ڈیوڈ اپنے دوست کے ساتھ جرمنی گیا ہوا تھا اور تین دن سے پہلے واپس نہیں آسکتا تھا۔ دوسرے دن شان نے بتایا تمہارے ٹکٹ کا بندوبست ہوگیا ہے۔ اشرف تمہارے ساتھ پاکستان جائیگا۔ شان کی والدہ نے اپنے گلے سے ہیروں کا نیکلس اُتار کر مجھے پہنایا اور میرا ماتھا چوم کر بولی اگر میری کوئی بیٹی ہوتی تو وہ تم جیسی ہی ہوتی۔ دونوں ماں بیٹا ہمیں ائیر پورٹ تک چھوڑنے آئے تھے۔

اشرف نے روانگی سے قبل فون کر کے اپنے گھر آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ انکا بھائی انہیں لینے آیا مجھے دیکھ کر پہلے حیران ہوا پھر احترام سے سلام کیا۔ اشرف نے صرف میرا نام بتایا۔ گھر پہنچے پر اشرف نے میری پوری کہانی سنا دی۔ اشرف کی بہن مسکراتی ہوئی آئی اور مجھے کمرہ دکھا کر آرام کرنے کو کہا۔ اشرف کی بیوی فوت ہوچکی تھی انکا ایک بیٹا اور ایک بیٹی بالترتیب بارہ اور نو سال کے تھے۔ دو بھائی شادی شدہ اور دو بہنیں ابھی کنواری تھیں۔ میں جلد ہی ان لوگوں میں گھل مل گئی۔ تیسرے دن میں ٹی وی لاونج میں بیٹھی تو اپنا نام سن کر ٹھٹکی۔ میرے بارے میں بحث وتمحیص جاری تھی۔ اشرف کی والدہ نے کہا تمہارے بچوں کو ماں کی ضرورت ہے اس سے بہتر لڑکی نہیں مل سکتی۔ سب گھر والوں کا اتفاق ہوگیا۔ اشرف کے والد نے مجھ سے بات کی۔ میں نے رضامندی کا اظہار کیا اشرف کے ساتھ میری شادی کو سات سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ آج تک کوئی شکایت کی صورت پیدا نہیں ہوئی اور ہم خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔

اس واقع سے معلوم ہوا کہ ہمیں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ وبچار اور چھان بین کر لینی چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
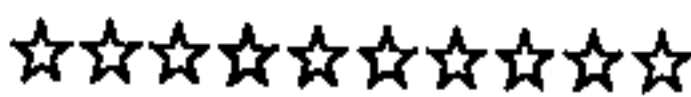
(59) حضرت اللہ بخش المعروف بابا پکّا اَنّھاں

حضرت اللہ بخش 1829ء میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں ''موچی والا'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ بعد میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک قصبہ میں حصولِ علم کی خاطر میاں الٰہی بخش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میاں الٰہی بخش، حافظ محمود جالندھری کے خلیفہ تھے اور شمس العرفان خواجہ قادر بخش کے پیر بھائی تھے جو 1953 میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں فوت ہوئے۔

اُنہوں نے اللہ بخش کو ظاہری علوم سے مزین کیا۔ علوم باطنی کے حصول کیلئے لائل پور (موجودہ فیصل آباد) بھیج دیا۔ وہاں آپ نے لسوڑی شاہ کی خدمت میں حاضری دی اور علوم باطنی حاصل کیے۔ شاہ صاحب سے آپ نے خلافت حاصل کی اور اپنے مرشد کے حکم سے فیصل آباد میں جانب جنوب ڈیرے ڈال دیئے یہ جگہ ایسی تھی جسکے چاروں جانب سکھوں اور مسلمانوں کے دیہات آباد تھے۔

حضرت اللہ بخش بیٹھے تو جنگل میں تھے مگر بہت جلد آپ کی خوشبو چہار سُو پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہو گئے ایسے حضرات کے پاس آنے والوں میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ کچھ عقیدت مند ہوتے ہیں اور دعا لینے آتے ہیں اور کچھ حاسد اور مخالف ہوتے ہیں جو ایذا پہنچانے کیلئے بروقت خفیہ منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ جب آپ کے مخالفین نے دیکھا کہ مسلمان اور سکھ یکساں طور پر اس بزرگ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے سکھ، مسلمان ہو جائیں تو انہوں نے حضرت صاحب کو وہاں سے بھگانے کا منصوبہ بنایا۔ لہٰذا دو چار سکھ لاٹھیاں لے کر رات کی تاریکی میں آپ کی خانقاہ پر پہنچے۔ حُجرے کا دروازہ کھلا تھا چراغ جل رہا تھا وہ دبے پاؤں آگے بڑھے۔ جونہی دروازے پر پہنچے حجرے کے اندر کا منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے اور انکی چیخیں نکل گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں حضرت کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور انکے جسم کے ٹکڑے حُجرے میں بکھرے پڑے ہیں۔ ابھی انکے حواس بحال نہ ہوئے تھے کہ پیچھے سے گرجدار آواز سنائی دی۔ تم نے ایک خدا رسیدہ بزرگ کو قتل کر دیا ہے اب تم اپنے

انجام سے نہیں بچ سکتے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پولیس کھڑی تھی۔

صبح تک پورے علاقے میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کی بابا جی کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ لوگ جوق در جوق خانقاہ کی طرف چل دیئے مگر جو خانقاہ پر پہنچا دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ بابا جی صحیح سلامت اپنے اورادو وظائف میں مشغول ہیں۔ جب اُن سے اس حیران کن واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بات میرے اور خدا کے درمیان راز ہے ایسی باتوں کی جستجو نہیں کرنی چاہیے۔

آپ کے پیرو مرشد سائیں لسوڑی شاہ کے بارے میں مشہور ہے کہ محفل سماع کے دوران اپنی ٹانگوں پر کپڑا ڈال کر بیٹھے رہتے اور کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر پیسے نکالتے اور قوالوں کو دیتے رہتے۔ مجرمانہ ذہنیت کے لوگ یہ سمجھتے کہ ان کے پاس، بہت دولت ہے۔ جب بھی شہر میں نکلتے تو وہ لوگ آپ کا پیچھا کرتے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ شاہ صاحب کو رات کے وقت جرائم پیشہ لوگوں نے لوٹنے کی نیت سے حجرہ میں دیکھا تو انکے اعضاء بکھرے پڑے تھے یہ دیکھ کر وہ لوگ اس ڈر سے فرار ہو جاتے کہ کہیں قتل کا الزام ان پر نہ لگ جائے۔

اہلیان فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ ایسا منظر لوگوں نے انکے حجرہ میں کئی بار دیکھا ہے۔ آپ کا مزار جھنگ بازار میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ یہ غالباً 1865ء کی بات ہے انگریزی حکومت برصغیر میں ریل کا نظام بنا رہی تھی۔ ریل کی پٹری بچھانے کیلئے جس جگہ کا سروے کیا گیا اس کے کنارے حضرت کی خانقاہ کیلئے جگہ تھی۔ آپ نے سروے والوں سے کہا یہاں پر آبی گذرگاہ ہے یہاں ریل کی پٹری نہیں بچھائی جا سکتی یہاں سے 2 کلومیٹر دور جگہ اس کام کیلئے مناسب ہے۔ اگر یہاں پٹری بچھائی گئی تو ریل اپنی رفتار اور وزن کی وجہ سے زمین میں دھنس جائے گی۔ مگر اُنہوں نے بابا جی کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا کہ بابا جی نے انجینئرنگ کہاں سے پڑھی ہے۔

انگریز حکومت نے میٹریل منگوایا اور کام شروع کر دیا۔ دوسرے دن کام پر واپس آئے تو دیکھا اس جگہ ساز و سامان موجود ہی نہیں۔ حضرت صاحب سے پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا سامان وہاں پہنچ چکا ہے۔ جہاں پٹری بچھے گی مطلوبہ جگہ پر جا کر دیکھا تو سیکڑوں ٹن میٹریل وہاں منتقل ہو چکا تھا۔

آپ چونکہ اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے رہتے تھے اس لئے آخری عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی۔ گوجرہ جو کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تحصیل اور مشہور منڈی ہے۔ آنکھوں کے علاج کے حوالے سے مشہور ہے وہ جگہ جہاں حضرت مقیم تھے۔ گوجرہ سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ انگریز عملہ نے کہا چلیئے آپ کی آنکھوں کا علاج کرواتے ہیں مگر آپ نے انکار کر دیا۔ فرمایا یہ دوست کا دوست کے ساتھ معاملہ ہے۔ اس راز سے پردہ نہیں اُٹھایا جاسکتا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا ہم آپ کا علاج اپنے خرچ پر کرائیں گے اور آپ کو ہر قسم کی سہولت ہوگی۔

اس پر ایک انگریز نے کہا یہ بڑا پکا انّھاں ہے یعنی اندھا اپنی بات کا پکا ہے یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس جگہ بننے والے ریلوے اسٹیشن کا نام ہی پکا انّھاں رکھ دیا گیا۔ پکا انّھاں معرفت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے یوں لاتعلق رہے گویا اسے دنیا اور اسکی رنگینیاں نظر ہی نہیں آتی ہوں اور وہ صرف ذات باری تعالیٰ ہی کو دیکھ سکتا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مہاراجہ اور فقیر

مہاراجہ کشمیر کے دربار میں ایک فقیر لنگوٹی پہنے آیا اور ایک روپے کا سوال کیا۔ مہاراجہ نے حکم دیا اسے ایک تھیلی روپوں کی دی جائے اور فقیر کو مخاطب کرتے ہوئے فخر سے کہا تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کس مہاراجہ سے پالا پڑا ہے۔ فقیر کی غیرت کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری اس نے بھرے دربار میں لنگوٹ کھولا۔ تھیلی پر پیشاب کیا اور مہاراجہ سے بولا تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کس فقیر سے پالا پڑا ہے یہ کہہ کر فقیر رخصت ہوا اور مہاراجہ منہ دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(60) عبدالرحمٰن جن

مغلیہ دورِ حکومت میں سیالکوٹ میں ایک ایسا مدرسہ دارالعلوم کمال الدین کشمیری (واقع پل نالہ ایک) موجود تھا۔ جس میں دور دراز سے طالبانِ علم آ کر اپنی پیاس بجھانے اور دینی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسکے مہتمم اور ناظم اعلیٰ ملا کمال الدین کشمیری تھے۔ جن کے لاتعداد شاگردوں میں سے منفرد اور بڑی شہرت پانے والے شاگرد خاص ملا عبدالحکیم کا نام قابل ذکر ہے۔ دوسرے طالب علم کا نام شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی ہے جو متحدہ ہندوستان کے مشہور شہر "سرہند" سے حصول علم کیلئے سیالکوٹ تشریف لائے تھے۔

محترم احسان صابری قریشی مرحوم سابق پرنسپل گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ (برلب قلعہ سیالکوٹ) ایک بار جمعرات کے روز حسب معمول ملا عبدالحکیم کے مقبرہ پر حاضر ہوئے۔ تو وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ افغانی طرز کے ایک کابلی پٹھان بزرگ نہایت سرخ وسفید رنگت والے مزار کے قریب بیٹھے بلند آواز سے تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ انکی خوش الحانی سے صابری صاحب متاثر ہوئے جب وہ فارغ ہوئے تو صابری صاحب انکے قریب جا کر بیٹھ گئے اور سوال کیا آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے کبھی آپ کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بزرگ بڑی شکستہ اُردو لہجہ میں بولے میں افغانستان کے شہر کابل کا رہنے والا ہوں اور میرا نام عبدالرحمٰن ہے۔

صابری صاحب نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے وہ بولے بیٹا میری عمر 950 سال ہے۔ یہ سن کر صابری صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ انکو یقین نہ آیا دوبارہ پوچھا تو یہی جواب ملا۔ صابری صاحب کو حیرت ہوئی اور غصہ میں کہنے لگے۔ خاں صاحب قرآن کریم کی تلاوت کے بعد آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ بھلا اسی دور میں کسی انسان کی عمر 950 برس ہو سکتی ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی افغانی بزرگ کا چہرہ آتشی انگاروں کی طرح سرخ ہو گیا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے انکا جسم تو نارمل رہا مگر سر، دیگ کے برابر ہو گیا اور آنکھیں مٹی کے پیالے کے

برابر ہوگئیں۔صابری صاحب نے اچانک یہ خوفناک منظر دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ بزرگ آدم زاد نہیں بلکہ جن ہے۔فوراً بھاگے ابھی وہ مقبرہ کے بڑے دروازے پر ہی پہنچے تھے کہ ایک 10 گز لمبا خوفناک ہاتھ انکے سر پر آن پہنچا اور انکی گردن کے گرد اپنی لمبی لمبی مضبوط انگلیاں پیوست کرتے ہوئے ایک زبردست جھٹکے سے اُوپر کی طرف اُٹھا کر مزار کے نزدیک دھڑام سے زمین پر پٹخ دیا۔

شدید جھٹکا لگنے سے انکا بازو زخمی ہوگیا اور اوسان خطا ہوگئے جب ہوش آیا تو خاں صاحب سے معافی مانگی۔عرض کیا مجھ سے لاعلمی میں غلطی ہوگئی ہے۔خان صاحب کی طرف سے کوئی حوصلہ افزاء ردِعمل نہ ہوا تو صابری صاحب نے بلند آواز سے رونا اور چیخنا شروع کر دیا۔صابری صاحب پر جن کا خوف طاری تھا۔وہ انتہائی اذیت محسوس کر رہے تھے۔انکو روتے دیکھ کر دیگ نما سر آہستہ آہستہ سکڑتا گیا حتیٰ کہ اپنی قدرتی حالت پہ آ گیا۔انکی سرخ اور بڑی بڑی آنکھیں بھی چھوٹی ہوگئیں اور اُنہوں نے بڑی شفقت سے صابری صاحب کو پکڑ کر اپنے نزدیک کر لیا انکے سر پر ہاتھ پھیرا اور درد والے بازو پر دم کیا تو درد فوراً رفع ہوگیا۔

اب خان صاحب نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔صابری صاحب نے سہمے سہمے لہجہ میں ان کے سوالوں کو جواب دیئے۔کہیں منہ سے پھر کوئی غلط بات نہ نکل جائے۔اس کے بعد خان صاحب نے اپنا تعارف کرایا۔میرا نام عبدالرحمٰن ہے میں انسان نہیں بلکہ جن ہوں اور حضرت ملا عبدالحکیم کا پرانا شاگرد ہوں میں کافی عرصہ انکے مدرسہ دارالعلوم میں دینی تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں میرے والد صاحب کا نام عبدالسلام ہے اور وہ ضعیف العمر ہیں اُنہوں نے رسول کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے صحابیت کا مرتبہ پایا۔میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا اور تابعی بن گیا مجھے آپ نے دیکھا تو آپ تبع تابعین میں شامل ہوگئے۔

صحاح ستہ میں تم نے پڑھا ہوگا ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کے دستِ حق پرست پر کم و بیش ایک ہزار جنّات نے بیعت کی تھی۔اس حدیث صحیحہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔جنات کی اس جماعت میں میرے والد عبدالسلام بھی شامل تھے۔جنّات کی اس جماعت میں اب تک 997 وفات پاچکے ہیں جبکہ باقی تین اب تک زندہ ہیں۔سب سے پہلے میرے والد جو کابل (افغانستان) میں رہتے ہیں۔دوسرے

صحابی مدینہ منورہ میں اور تیسرے مصر کے شہر قاہرہ میں رہتے ہیں۔

صابری صاحب کے استفسار پر اُنہوں نے بتایا کہ جب مدرسہ میں زیر تعلیم تھا تو ہمارے استاد والا عبدالحکیم کو شدید یرقان ہو گیا۔ سیالکوٹ کے تمام حکماء سے علاج کرایا مگر مرض بڑھتا گیا۔ طبیب حاذق نے اس مرض کا علاج تازہ سبز الائچیوں سے تجویز کیا۔ جو کہ سیالکوٹ یا کسی دوسرے شہر سے ملنا ناممکن تھا میں نے استاد محترم کی خدمت میں عرض کیا اگر میرے لئے ایک تیز رفتار گھوڑے کا بندوبست کر دیا جائے۔ تو میں سبز الائچیاں لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ اُنہوں نے گھوڑے کا انتظام کیا میں فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر بیس میل دور پسرور پہنچا۔ گھوڑا ایک دوست کے گھر باندھا اور پرواز کرتا ہوا وادی چترال پہنچا۔ وہاں پھلوں کے ایک تاجر کے باغ سے سبز الائچیاں حاصل کیں اور اسی دن پرواز کرتے ہوئے پسرور پہنچا اپنے دوست کے پاس جان بوجھ کر دو دن قیام کیا۔ پھر سیالکوٹ پہنچ کر الائچیاں پیش کر دیں۔ جن سے علاج کرنے کے بعد اُستاد محترم بالکل صحت یاب ہو گئے۔ پسرور کے اس شخص نے جس کے پاس گھوڑا باندھا گیا تھا ملا عبدالحکیم کو آ کر بتایا کہ عبدالرحمٰن دو دن میرے گھر پر رہا ہے اس پر استاد محترم سارے معاملہ کو بھانپ گئے کہ عبدالرحمٰن آدم زاد نہیں بلکہ جنات کی نسل سے ہے۔

تحصیل علم کے دوران ایک مرتبہ عبدالرحمٰن نے اپنے ہم جماعتوں سے یہ کہا دیکھو تم میں سے کوئی اس مٹی کے لوٹے میں داخل ہو سکتا ہے۔ سب نے حیران ہو کر کہا بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نے کہا دیکھو میں داخل ہوتا ہوں وہ لوٹے میں داخل ہوا اور ٹوٹی کے راستے باہر نکل آیا۔ یہ منظر دیکھ کر سب ہم جماعت خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے اور استاد محترم کو بتایا۔ اُنہوں نے عبدالرحمٰن کو بلا کر پوچھا تم نے ایسی حرکت کی؟ اس نے اقرار کیا۔ لہٰذا آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص انسان نہیں بلکہ جن ہے۔ آپ نے فرمایا عبدالرحمٰن میں تمہاری گراں قدر خدمت کا شکر گذار ہوں جو تم نے میری بیماری کے دور کرنے میں انجام دی۔ تم نے میرے لئے دور دراز کا سفر طے کیا مجھ پر تمہارا راز منکشف ہو چکا ہے۔

حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ جنات سے تعلقات استوار نہ کرنا چاہیے تمہارا تعلیمی کورس مکمل ہونے کے قریب ہے بلکہ مکمل ہو چکا ہے تم اب مدرسے کو چھوڑ کر اپنے گھر چلے جاؤ۔ عبدالرحمٰن نے کہا اس

میں کوئی شبہ نہیں کہ میں جنات کی نسل سے ہوں۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں میری طرف سے پانچ سو اشرفیوں کا نذرانہ قبول فرمایئے۔ آپ نے کہا میں تم پر بہت خوش ہوں مجھے اشرفیوں کی کوئی حاجت نہیں لہٰذا تم اپنے پاس ہی رکھو۔ میں نے الوداعی السلام علیکم کہا اور پرواز کرتے ہوئے آگرہ جا پہنچا۔

مجھے معلوم ہوا بادشاہ، شاہ جہان دہلی میں موجود ہے اس دوران میں شاہی محل میں شاہ جہاں کی بیٹی شہزادی روشن آرا بیگم جس کی عمر بارہ سال تھی اس کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ بادشاہ نے لاہور، بمبئی، انبالہ اور دیگر شہروں سے جنات قابو کرنے والے عامل طلب کیے جو سب ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے۔ اکثر عاملین نے مجھ پر قابو پانے کیلئے آیت الکرسی کا ورد کیا اور جواباً میں نے سورۃ مزمل کا ورد کر کے اس کا اثر زائل کر دیتا۔ جس سے انکا کوئی عمل کارگر ثابت نہ ہوتا۔ اس کے بعد بسلسلہ نقشبندیہ کے حضرت محمد معصوم صاحب (مجدد الف ثانی کے صاحبزادے) کو سرہند سے آنے کی زحمت دی گئی۔ میں نے اُن سے جواباً کہا حضرت میں صرف ایک ہی شرط پر شہزادی روشن آرا بیگم کی جان چھوڑ دوں گا۔ اگر آپ سیالکوٹ سے میرے استاد محترم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو یہاں آنے کی دعوت دیں۔ شاہ جہاں نے فوراً چند اہل کاروں کو سرزمین سیالکوٹ کی طرف روانہ کر دیا۔ ملا عبدالحکیم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا اگر شاہ جہاں سات اُونٹ اشرفیاں اور مزید ہدیہ جات آپ کو دے تو میں رخصت ہو جاؤں گا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اُستاد محترم نے یہ شرط تسلیم کر لی اور شاہ جہاں نے بھی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ تو میں نے شہزادی کو آزاد کر دیا۔ شہزادی کی حالت یکدم بدل گئی اور وہ پھر سے صحت مند ہو گئی۔

مغل بادشاہ شاہ جہاں نے یہ زمین بطور جاگیر حضرت ملا عبدالحکیم کو عنایت فرمائی۔ جہاں آپ مدفون ہیں۔ آپ کے مزار کے اردگرد جدید طرز کے پلازے تعمیر ہو چکے ہیں۔ تاہم وہ قدیم قبرستان اب بھی موجود ہے جسکی خستہ حال اور بوسیدہ قبریں اور پرانے کتبے اس دور کی یاد دلاتے ہیں۔ جس دور میں حضرت ملا عبدالحکیم بقید حیات تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(61) تقدیر کا فیصلہ

جن دنوں کا یہ واقعہ ہے اس زمانہ میں شادی بیاہ کے موقعہ پر بارات کو رات ٹھہرایا جاتا تھا۔ کہ میرے ایک دوست کی شادی آ گئی۔ بارات روانہ ہوئی اور منزل پر پہنچ گئی۔ تواضع و خاطر کے بعد رات کو بارات کو روک لیا گیا۔ گرمیوں کا زمانہ تھا، کھلے میدان میں چار پائیاں ڈال دی گئیں۔ آہستہ آہستہ رات گزرنے لگی اور باراتی نیند کی گہری وادی میں اُتر گئے۔

میں اور میرا دوست ایک ہی چار پائی پر لیٹ گئے اور دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دولہا جو ہمارے نزدیک ہی ایک چار پائی پر گہری نیند سویا ہوا ہے اور اس کا ایک ہاتھ چار پائی کے باہر لمبائی پر کھلا ہوا ہے۔

گاؤں میں گوبر کے اُپلے اکٹھے کر کے موصل کی شکل بنا دی جاتی ہے اور اُوپر سے گوبر کی لپائی کر دی جاتی ہے تا کہ بارش سے محفوظ رہے۔ اس موصل میں ایک سوراخ بنا دیا جاتا ہے اور حسب ضرورت اس میں سے اُپلے جلانے کے لیے نکال لیے جاتے ہیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس موصل سے ایک بڑا بچھو نکلا اور آہستہ آہستہ رینگتا ہوا دولہا کی چار پائی کے پاس پہنچ گیا اور بار بار اُچھل کر دولہا کے کھلے ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈسنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ واپس موصل میں پہنچا اور ایک اُپلا لیکر رول کرتا ہوا دوبارہ دولہا کی چار پائی تک پہنچا وہاں پر اُپلا رکھا اور اس پر چڑھ کر دولہا کی ہتھیلی پر ڈسا اور واپس اُپلے کو دھکیلتا ہوا موصل میں داخل ہو کر غائب ہو گیا۔ اس وقت میں اور میرا دوست ہوش و حواس میں تھے مگر نہ تو بول سکتے تھے اور نہ حرکت کر سکتے تھے۔

قدرت کاملہ نے بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔ صبح ہونے پر جب دولہا مردہ پایا گیا اور ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ دولہا کی ہتھیلی پر زہریلا ڈنگ ہے جس سے اس کی موت واقعہ ہوئی ہے، تقدیر ہو کر رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(62) قصہ ایک لیڈی ڈاکٹر کا

میرا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے۔والد صاحب معمولی سرکاری ملازم تھے ہم تین بہنیں ہیں دو مجھ سے چھوٹی (شاہدہ اور جمیلہ) تھیں میرا نام عالیہ ہے۔ہمارے والدین کی خواہش تھی کہ قدرت انھیں بیٹا دے مگر شاید اللہ تعالٰی کو ایسا منظور نہ تھا۔والد نے مجھے میٹرک کے بعد ایف ایس سی میں داخلہ دلوا دیا کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد مجھے ڈاکٹر کی حیثیت سے ملازمت مل گئی۔والدین نے شادی کے لئے کہا لیکن میں نے انکار کر دیا آخر کار انھوں نے چھوٹی دونوں بہنوں کی شادی کر دی۔

دکھی اور نادار مریضوں کی خدمت کر کے مجھے روحانی خوشی اور سکون ملتا تھا۔سرکاری رہائش میں ہم دو ماں بیٹی رہتی تھیں۔والد صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔اپنے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچتا تھا وہ غریب مریضوں میں بانٹ دیتی تھی۔میں نے اپنا سکھ چین اپنے فرض پر قربان کر دیا تھا۔

آج سے تیس سال پہلے کی بات ہے موسم برسات شروع ہو چکا تھا۔گرمی زوروں پر تھی۔گجرات کے دیہاتوں میں ہیضہ پھیلنے کی شکایت ملی میں نے فوراً وہاں جانے کی تیاری کر لی محکمہ صحت کی طرف سے تین ٹیمیں ترتیب دی گئیں۔میرے ساتھ ایک ڈسپنسر علی تھا۔گجرات تک سرکاری جیپ مل گئی۔آگے تانگے پر سفر کرنا پڑا یہ ایک بڑا سا گاؤں تھا۔تینوں ٹیموں نے مل کر علاج کیا پھر فارغ ہونے کے بعد تین ٹیموں میں تقسیم ہو کر ادھر اُدھر چل پڑے۔ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ مخالف سمت سے ہمیں کچھ لوگ بھاگتے اور چیخ و پکار کرتے نظر آئے انہوں نے کہا واپس بھاگ چلو کیونکہ دریائے چناب کا حفاظتی پشتہ ٹوٹ گیا ہے۔اور پانی کا سیلابی ریلا بڑی تیزی سے اسی طرف آ رہا ہے۔میرے اور علی کے اوسان خطا ہو گئے۔میرے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔علی نے مجھے تسلی دی اور میرے ہاتھوں سے تمام سامان پکڑ لیا۔اب ہم نہ آگے جا سکتے تھے۔اور نہ پیچھے بھاگ سکتے تھے۔اتنے میں سیلابی ریلے کی ہولناک گونج سنائی دی۔ہم نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا مگر پانی کا خوفناک ریلا راستے میں آنے والی ہر شے کو روندتا ہوا درختوں کو جڑوں سے

اکھاڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ہمیں دور ایک اونچی جگہ نظر آئی ہم نے اُدھر کا رخ کر لیا۔ موت آنکھوں کے سامنے ناچ رہی تھی۔ کھیتوں کے درمیان کسی کا دو منزلہ ڈیرہ تھا۔ ہم ابھی ڈیرے سے چند سو گز دور ہی تھے کہ پانی نے ہمیں آلیا۔

ڈاکٹر باجی: علی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ میرا ہاتھ کسی صورت نہ چھوڑنا میں تیرنا جانتا ہوں کوشش کرونگا کہ میں اپنی زندگی نہ سہی مگر آپکی زندگی بچالوں گا۔ اتنے میں پانی کا زوردار ریلا ہمیں تنکوں کی طرح بہا کر لے گیا۔ علی کی تیراکی دھری کی دھری رہ گئی۔ میں نے علی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور ہم ایک ساتھ پانی میں بہہ رہے تھے۔ جب ہمیں ہوش آیا تو ہم ڈیرے کی دیوار کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔ چاروں طرف پانی کی پھنکار سنائی دی رہی تھی۔ قدرت نے ہمیں بچالیا۔ اگر وہاں ڈیرے کا مکان نہ ہوتا تو ہمارا زندہ رہنا ناممکن تھا۔

پانی کا بھیانک شور سن کر اور چاروں طرف پانی ہی پانی دیکھ کر دل دہل گیا تھا۔ پانی میں درخت جانور اور گھریلو سامان بہتا جا رہا تھا۔ میں نے اُوپر مکان کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ اُوپر والا کمرہ پانی سے محفوظ تھا۔ پانی کی اُونچائی اس سے کم تھی مجھے یوں لگا جیسے اُوپر کمرے میں کوئی شخص موجود ہے۔ کوئی ہے، کوئی ہے میں نے پوری طاقت سے آواز دی۔ جواب میں اُوپر والی کھڑکی کھلی اور اس نے کہا گھبرائیں نہیں میں رسہ نیچے پھینکتا ہوں۔ ہمیں دیکھ کر اس نے ہتھوڑے سے کھڑکی میں لگی ہوئی لوہے کی سلاخیں توڑ ڈالیں اور رسہ نیچے پھینکا اور کہنے لگا آپ رسے کو مضبوطی سے پکڑ لیں میں آپ کو باری باری کھینچ کر اُوپر لے آؤنگا۔ تھوڑی دیر بعد ہم اُوپر والے کمرہ میں پہنچ گئے وہاں صرف ایک چارپائی اور بستر تھا اور کوئی خاص چیز نہ تھی۔ وہ تیس سال کا بھرپور نوجوان تھا، چہرے پر گھنی مونچھیں اور بھرا بھرا جسم تھا۔ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے اسے اپنی کہانی سنا دی تو آپ لوگ ڈاکٹر ہیں۔ میری طرف گہری نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔۔۔۔ صرف ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ بہن بھائی بھی ہیں۔ علی نے جواب دیا میرا نام یاور چوہدری ہے اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ یہ ہمارا ڈیرہ ہے اردگرد سب زمینیں ہماری ہیں یہاں اکثر سیلاب آجاتا ہے۔ اسی لئے یہ ڈیرہ دو منزلہ بنایا ہے۔ میں نے کہا آپ کی مہربانی آپ نے ہماری مدد کی ورنہ ہمارا حشر نہ جانے کیا ہوتا۔ یہ پانی

کب اُترے گا اس نے کہا دو تین دن تو لگ ہی جائیں گے۔

میرے کپڑے بھیگ کر جسم کے ساتھ چپٹے ہوئے تھے چوہدری نے بستر سے چادر اُتار کر میرے حوالے کی تو میں نے اس سے اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ چوبیس گھنٹے ہم نے اسی کمرے میں جاگتے ہوئے گذار دیئے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اس پانی میں کہیں کہیں درختوں کے بالائی حصے یا کھیتوں کے درمیان کسی مکان کی چھت نظر آتی تھی۔ چوہدری کو اپنے گاؤں اور گھر والوں کی فکر تھی اور ہمیں اپنے ساتھیوں کی فکر تھی ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس ویران مکان میں ہم نے کب تک رہنا ہے۔

چوہدری کے ڈیرے پر کھانے کو کچھ نہ تھا۔ نوکروں کے کھانے پینے کا سامان نیچے والے کمروں میں تھا جو پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اگلے دن دوپہر کے وقت ایک ہیلی کاپٹر آیا اور چند تھیلے گرا کر چلا گیا۔ چوہدری نے تھیلا پکڑ کر کھولا تو اس میں بسکٹ، رس اور خشک دودھ کے پیکٹ تھے۔

خالی پیٹ ہو تو نیند بھی نہیں آتی۔ پیٹ بھرا تو نیند آنے لگی۔ مجھے چوہدری سے خوف آ رہا تھا کیونکہ اس کی آنکھوں میں ہوس اور وحشت ٹپک رہی تھی اسکے ڈیرے پر ہماری دوسری رات تھی جونہی میری آنکھ لگی مجھ پر چوہدری جھکا ہوا تھا میں چیخ مار کر اُٹھ بیٹھی علی بھی جاگ گیا۔

علی اور چوہدری گتھم گتھا ہو گئے چوہدری نے علی کو بُری طرح پیٹا اور اسے اُٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اسکی آخری آواز آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ ڈاکٹر باجی، ڈاکٹر باجی میں کھڑکی کی طرف بھاگی تاکہ چھلانگ لگا کر اپنی عزت بچا لوں۔ مگر وحشی نے مجھے پکڑ لیا پھر یہ آواز ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ میں نے ہاتھ جوڑے، فریادیں کیں، اُس کی ماں بہن کے واسطے دیئے مگر وہ وحشی درندہ بن چکا تھا اس نے اپنی ہوس پوری کر لی وہ رات میرے لئے قیامت کی رات تھی۔ میں نے بقیہ رات سسکتے ہوئے گذار دی۔

صبح تک پانی مزید اُتر چکا تھا۔ وہ شخص نہ جانے کیسے اور کہاں بھاگ گیا۔ پھر ایک موٹر بوٹ (کشتی) میری مدد کیلئے پہنچ گئی اس میں پاک فوج کے نوجوان سوار تھے اُنکو دیکھ کر میں دھاڑیں مار مار کر روئی اور اپنی بربادی کی کہانی سنائی۔ ہم نے چوہدری یاور کے خلاف پرچہ کٹوایا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ سیلاب میں بہہ کر ہلاک ہو گیا ہو گا۔ پولیس نے اسے بہت تلاش کیا مگر اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا

پولیس والے کہتے تھے وہ زندہ نہیں ہے۔ مگر میں یہ بات تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھی۔ یوں یہ کیس داخل دفتر ہو گیا۔ مجھے ہر لمحہ اذیت میں مبتلا رکھتا تھا میں اب تنہائی پسند ہو گئی اور مجھ پر خدمت خلق کا جذبہ اور بڑھ گیا۔

امی میری شادی پر زور دینے لگی میں نے کہا میں ساری عمر شادی نہیں کروں گی میری والدہ اپنی بیٹی کے پاس سعودی عرب چلی گئیں جبکہ میں گورنمنٹ کی طرف سے سپشلائزیشن کرنے کیلئے انگلینڈ چلی گئی ایک سال کے بعد چلڈرن سپیشلسٹ بن کر واپس لوٹی۔ تو میری پوسٹنگ نشتر ہسپتال ملتان میں کر دی گئی۔ وہاں میں نے تین سال کام کیا اسکے بعد میری تبدیلی ملتان سے دوسو میل دور ایک دیہاتی قصبے میں کر دی گئی۔ وہاں حکومت نے نیا میڈیکل سنٹر بنایا تھا اور کوئی ڈاکٹر ایسے دور افتادہ گاؤں میں جانے کیلئے رضامند نہ تھا۔ میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ وہاں دور دور تک کوئی ڈاکٹر نہ تھا اور لوگ طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے اکثر زندگی کی بازی ہار جاتے تھے۔

وہ برسات کے دن تھے۔ دو دن سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ ہسپتال کا وقت ختم ہوا تو میں اپنی رہائش گاہ پر آ گئی ابھی لیٹنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ چوکیدار نے آواز دی ایک چھوٹا بچہ لایا گیا ہے جو شدید بخار میں مبتلا ہے۔ میں فوراً ہسپتال پہنچی۔ برآمدے میں ایک مرد اور ایک عورت بیٹھی تھی بچہ عورت نے گود میں اُٹھا رکھا تھا۔۔۔۔ ڈاکٹر صاحب میرے بیٹے کو بچا لیجئے۔

مرد نے التجائیہ لہجے میں کہا۔۔۔ ورنہ یہ بچہ مر جائے گا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو میرے دل و دماغ میں زلزلہ آ گیا۔ میرے سامنے چوہدری یاور کھڑا تھا۔ اس نے بھی مجھے پہچان کر کہا ڈاکٹر عالیہ آپ یہاں؟ ہاں میں۔۔۔ غصے سے میری رگیں تن گئیں میرے اندر کی رحم دل لیڈی ڈاکٹر مر گئی۔ میں تمہارے بیٹے کا علاج نہیں کرونگی۔ اسے شہر کے ہسپتال میں لے جاؤ۔ شہر تو یہاں سے بہت دور ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ باہر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اگر آج میرے بچے کو دوا نہ ملی تو وہ زندہ نہ رہے گا۔ آپ اسے دیکھیں تو سہی بخار میں پھنک رہا ہے۔ چوہدری گڑ گڑایا۔ اُس روز میں بھی تمہارے سامنے ایسے ہی گڑ گڑائی تھی میں نے تمہیں تمہاری ماں بہن کے واسطے دیئے اور ہاتھ باندھے تھے۔ مگر تم نے میری کوئی التجا نہ سنی تھی۔ تم قاتل ہو اور سنگسار کئے جانے کے قابل ہو۔ دکھ اور غصے سے میری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔۔۔۔ چوہدری اسی وقت باہر

نکلا اور بارش میں غائب ہو گیا۔ میں نے اسکی بیوی سے کہا وہ بچے کو لے کر چلی جائے مگر وہ نہ گئی۔۔۔ اگر چوہدری سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اسکی میں معافی مانگتی ہوں۔ اُس نے کہا اس بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ اس عورت کے آنسوؤں نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ اسے کب سے بخار ہے۔ میں نے پوچھا اس نے کہا دو دن سے۔۔۔ تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ بچوں کو ایسے موسم میں بخار ہو ہی جاتا ہے۔ گھبرانے والی بات ہے۔۔۔ اس نے کہا یہ ہمارا چوتھا بچہ ہے اس سے قبل تین بچوں کو جنم دے چکی ہوں وہ تینوں مر گئے تھے۔ کیسے مر گئے تھے میں نے وضاحت چاہی۔

کیا بتاؤں ڈاکٹر صاحبہ ایسا لگتا ہے جیسے ہمیں کسی کی بددعا لگ گئی ہے۔ میرا جو بچہ پیدا ہوتا ہے جب برسات کا موسم آتا ہے تو اسے اتنا شدید بخار چڑھتا ہے کہ تیسرے دین بچہ فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم ڈر رہے ہیں کہ یہ بچہ بھی ہم سے نہ چھن جائے۔

چوہدری صاحب کو اپنے وارث کی بہت خواہش ہے اس لئے وہ بہت پریشان اور گڑگڑا رہے تھے۔ اسکی باتیں سن کے مجھے اندازہ ہوا کہ قدرت چوہدری کو اس جرم کی سزا دے رہی ہے جو اُس نے علی اور میرے ساتھ کیا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کو قانون کے حوالے ضرور کروں گی۔ میں نے ادویات دے کر بچے کو فارغ کر دیا۔ مگر بارش لگاتار ہو رہی تھی۔ میں تمام رات جاگتی رہی میرے زخم پھر ہرے ہو گئے تھے۔ میں نے عہد کیا کہ کل تھانے میں اطلاع کر کے چوہدری کو گرفتار کراؤنگی۔ مگر اسکی نوبت ہی نہ آئی۔ اگلی صبح یہ خبر ملی کہ اس شخص نے اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی کر لی ہے۔

میں نے سکھ کا سانس لیا کہ اُس نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ شاید وہ ذلت و رسوائی برداشت کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ چوہدری کا بیٹا تندرست ہو گیا تھا اسکی بیوی بچے کو لے کر میرے پاس آتی رہی۔ وہ میری ممنون تھی کہتی تھی کہ میں نے اس کے بیٹے کو زندگی دی ہے۔۔۔ اس نے کئی بار پوچھا تھا کہ میرے خاوند نے آپکے ساتھ کیا زیادتی کی تھی۔۔۔ میں اسے کیا جواب دیتی!

(ماہنامہ حکایت لاہور)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(63) لیڈی لیکچرار کا قتل

زن، زر، زمین ہمیشہ ہی فساد کا باعث رہے ہیں۔ بزرگوں کا یہ مقولہ کس حد تک درست ہے آپ اس واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ 24 دسمبر 1960ء کی ایک سرد اور یخ بستہ رات کو راولپنڈی کی لیڈی لیکچرار نسیم یعقوب کو پراسرار طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ وہ ٹرین سے سرگودھا اپنے شوہر میجر یعقوب کے پاس جا رہی تھی کہ اُسے لالہ موسیٰ ریلوے سٹیشن پر اسکا دیور ملا۔ جس نے اسے سرگودھا تک اپنی کار میں لے جانے کی پیش کش کی۔ بدنصیب خاتون نے یہ پیش کش قبول کر لی اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

تحقیقاتی ایجنسیوں کی دوڑ دھوپ اور اخبارات کے واویلے کے باوجود کئی مہینوں تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ نسیم یعقوب کا قاتل کون ہے۔ حتیٰ کہ قاتل خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا۔

مسز نسیم کا شوہر سرگودھا کے ریماؤنٹ ڈپو میں متعین تھا۔ اس نے تحقیقاتی اداروں کی تفتیش پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور اپنی بیوی کی تلاش کے لئے افغانستان سے سراغرساں کتے منگوائے اور یہی کتے اسکی بربادی کا سامان بن گئے۔ ادھر راولپنڈی میں نسیم یعقوب کے والد کیپٹن نیاز سکندر اپنی بیٹی کی پُراسرار گمشدگی سے سخت پریشان تھے وہ اس وقت راولپنڈی ڈویژن کے انسپکٹر آف سکولز کے عہدے پر فائز تھے اور اعلیٰ افسران سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ نسیم یعقوب کے ایک بھائی خورشید اختر وزارتِ زراعت میں سیکشن آفیسر تھے۔ ایک بھائی سالمی سینی ٹوریم میں ڈپٹی میڈیکل سپرینڈنٹ اور سب سے چھوٹا بھائی ایڈووکیٹ تھا۔ یہ تمام اہل خانہ اپنے بھرپور وسائل کے ساتھ نسیم یعقوب کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے مگر کئی ماہ تک انہیں اپنی لاڈلی بیٹی اور چہیتی بہن کا کہیں سراغ نہ مل سکا۔

آخر ایک روز سراغرساں کتوں نے شیریں آباد کے قریب کھیتوں سے لاش کے ٹکڑے برآمد کر لئے جنہیں نسیم یعقوب کے والد اور بھائیوں نے شناخت کر لیا۔ پولیس نے علاقہ کے غنڈوں شیرا اور فضلا کو شامل تفتیش کیا مگر کسی پراسرار غیبی طاقت نے انہیں ضمانت پر رہا کروا لیا۔ لاش کی برآمدگی کے بعد تفتیش کا

دائرہ وسیع ہونا چاہیے تھا۔ مگر محدود ہو گیا۔ پولیس نے عدالت میں نامکمل چالان پیش کر دیا۔ عدالتی کاروائی چند دنوں میں اختتام پر پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ ملزمان شیرا اور فضلا کو عدم ثبوت کی بنا پر رہا کر دیا جاتا اور مقدمہ برخاست ہوتا کہ اچانک مقدمہ کو ماتحت عدالت سے اعلیٰ عدالت میں تبدیل کرنے کا حکم صادر ہوا۔ یہ حکم صدر مملکت کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔

عدالت عالیہ میں مقتولہ کے بدنصیب باپ کیپٹن نیاز سکندر نے بیان دیا کہ سردیوں کی چھٹیوں میں ان کی بیٹی نے جو گورنمنٹ کالج راولپنڈی میں لیکچرار تھی۔ اپنے شوہر میجر یعقوب کے پاس سرگودھا جانا چاہا چنانچہ اُسے ۲۴ دسمبر کو صبح گیارہ بجے کی گاڑی سے سرگودھا روانہ کر دیا گیا اور میجر یعقوب کو اس امر کی اطلاع دے دی گئی۔ میجر یعقوب نے ۲۸ دسمبر کو انہیں فون کیا اور بتایا کہ نسیم سرگودھا نہیں پہنچی۔ کیپٹن نیاز سکندر نے عدالت سے استفسار کیا کہ میجر یعقوب چار دن تک خاموش کیوں رہا۔

عدالت عالیہ میں پولیس نے بتایا کہ تفتیش کے دوران صرف یہ معلوم ہو سکا ہے کہ نسیم یعقوب کو لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر کسی خوش پوش اور خوش وضع شخص نے اتارا اور سبز رنگ کی ایک کار میں اپنے ساتھ لے گیا۔ کار اور اس شخص کا سراغ نہیں مل سکا۔ اسی عدالت میں مقتولہ کے ایک بھائی نے بیان دیا کہ ''ہم لوگ یعقوب کے ساتھ نسیم کی شادی پر خوش نہ تھے کیونکہ یعقوب پہلے سے شادی شدہ اور چار بچوں کا باپ تھا مگر یہ شادی نسیم کی ضد کی وجہ سے مجبوراً کرنا پڑی تاہم اس شادی پر یعقوب کے رشتہ دار بھی خوش نہ تھے خصوصاً یعقوب کا بھائی مسعود جو شادی میں شریک بھی نہ ہوا۔

اس عدالت میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ یعقوب اور مسعود کی بیویاں سگی بہنیں ہیں نیز یعقوب اور مسعود ۲۳ مربع اراضی کے مالک ہیں۔ اسکے علاوہ انکی اور بھی بہت جائیداد ہے۔ عدالت میں کاروائی کے دوران بتایا گیا کہ نسیم یعقوب حاملہ تھی اور یعقوب اور مسعود کی بیویاں اسے راستہ سے ہٹانا چاہتی تھیں کیونکہ نسیم کے ہاں اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں وہ بھی جائیداد میں حصہ دار بن جاتی۔

ادھر کیپٹن نیاز سکندر نے صدر مملکت جنرل ایوب خان کو ایک تار بھیجی جس میں اس یقین کا اظہار کیا گیا کہ اسکی بیٹی کا قاتل یعقوب، مسعود یا انکی پہلی بیویاں ہیں مگر اُسے خدشہ ہے کہ وہ انصاف حاصل نہ کر

سکے گا۔ کیونکہ قاتلوں کے پاس روپے پیسے کی فراوانی ہے جب کہ وہ ملازم پیشہ اور کم وسائل کا حامل ہے۔ اس پر سابق صدر ایوب خان نے فوری اقدام کرتے ہوئے تحقیقات کے لیے ایک خصوصی جرگہ مقرر کیا اور میجر یعقوب اور مسعود اُن کے خاندان کے تمام اثاثے تا حکم ثانی منجمد اور تمام جائیداد تا فیصلہ مقدمہ بحق سرکار ضبط کر لی۔

جرگہ نے تفتیش کا از سر نو آغاز کیا۔ شیرے اور فضلے کی ضمانتیں منسوخ کر کے انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر تھرڈ ڈگری (تشدد) آزمائی گئی تو وہ بک پڑے۔ اُنہوں نے بتایا کہ وہ مسعود کے مزارعے ہیں اور وہی ان کے پاس لاش لایا تھا جسے آٹھ ہزار روپے اور کچھ زیور کے عوض انہوں نے ٹھکانے لگا دیا۔ اگلے روز مسعود کو گرفتار کر لیا گیا۔ اُسے بھی شاہی قلعے میں تھرڈ ڈگری کا نشانہ بنایا گیا۔ مسعود نے بتایا کہ اس نے گھریلو دباؤ کے تحت نسیم کو قتل کیا تھا۔ نیز نسیم کو قتل کرنے کی کہانی میجر یعقوب نے مرتب کی تھی۔ اسی نے بتایا تھا کہ نسیم ۲۴ دسمبر کو راولپنڈی سے چلی ہے چنانچہ میں نے لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر اسے اُتار لیا میں چونکہ اس سے ناراض تھا اس لئے مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھکی تھی مگر میں نے کہا کہ میں آپ سے صلح کرنے آیا ہوں اور آج سے آپ کو اپنی بھابی تسلیم کرتا ہوں۔ مسعود نے بتایا کہ نسیم یہ سن کر نہ صرف خوش ہو گئی بلکہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ بھی ہو گئی۔ میں لالہ موسیٰ کے قریب اُسے ایک بیابان میں لے گیا اور گلہ دبا کر ہلاک کر دیا۔ بعد ازاں اسکی لاش ڈگی میں ڈال کر شیریں آباد لے گیا۔

مسعود کے اس بیان سے اگلے روز میجر یعقوب کو لاہور چھاؤنی سے گرفتار کر لیا گیا۔ میجر یعقوب نے بلا چوں وچرا اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور بتایا کہ نسیم کو قتل کروانے کی وجہ محض جائیداد تھی کیونکہ وہ حاملہ تھی اور ہمیں خدشہ تھا کہ اسکی اولاد جائیداد میں حصہ دار بن جائے۔ چنانچہ میرے ہی مشورے سے مسعود نے اسے قتل کیا۔

مسعود کو عمر قید، میجر یعقوب کو ۱۰ سال اور شیرے کو سات سال قید با مشقت کی سزائیں دی گئیں۔ فضلے کو وعدہ معاف گواہ بنایا گیا تھا اس لئے اسے صرف تین سال قید ہوئی جبکہ میجر یعقوب اور مسعود کے تمام اثاثے اور جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی گئی۔

سزا سنائے جانے کے بعد میجر یعقوب سے ایک اخبار نویس نے پوچھا کہ "آپ نے سراغرساں کتے کیوں منگوائے تھے" اس کے جواب میں میجر نے کہا میری اوور ایکٹنگ میرے خاندان کی تباہی کا باعث بن گئی۔ میجر یعقوب ۱۹۷۳ء میں اپنی سزائے قید کاٹ کر واپس آیا اور گزشتہ سال انتہائی کسمپرسی کے عالم میں انتقال کر گیا۔ نسیم یعقوب قتل کیس پاکستان کی تاریخ کے گنے چنے ان چند پر اسرار اور سنسنی خیز واقعات میں سے ایک ہے جو ایک عرصہ تک لوگوں کے ذہنوں سے محو نہ ہو سکے۔

نسیم یعقوب کے قتل سے لے کر مقدمہ کے فیصلہ تک ہر روز تمام اخبارات میں اسکی کاروائی پوری تفصیل سے شائع ہوتی رہی۔ یاد رہے کہ ملزمان کو ۱۹۶۲ء میں سزائیں سنائی گئی تھیں۔ ملزمان نے جس جائیداد کی خاطر اس دہرے قتل کا ارتکاب کیا وہ بھی ان سے چھن گئی اور یہی اس مقدمے کا ماخذ تھا۔

وہ مقدمہ جیتنے کے لئے اپنی دولت بے دریغ خرچ کر رہے تھے مگر جیسے ہی ان کے اثاثے منجمد ہوئے وہ مفلوج ہو گئے۔ اس طرح مدعی کو انصاف مل گیا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں روپے کے زور پر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں صرف یہی ایک مقدمہ ایسا ملتا ہے۔ جس میں دولت مند شخص کو عام آدمی کی سطح پر لایا گیا اور پھر مقدمے کی کاروائی آگے بڑھائی گئی۔ کئی مربع اراضی کے مالک اور لاکھوں میں کھیلنے والے خاندان کے افراد آج کل عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میجر یعقوب کا بھائی مسعود بھی سزائے قید کاٹ کر رہا ہو چکا ہے۔ اس کے بیٹے مختلف محکموں میں ملازمتیں کر رہے ہیں اور بیٹیاں عام گھروں میں بیاہی جا چکی ہیں جبکہ میجر یعقوب کا ایک لڑکا ایک سرکاری ملازم ہے۔

(روزنامہ جنگ، راولپنڈی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(64) بُرے کام کا بُرا انجام

جلالپور جٹاں اور گجرات کے درمیان (گجرات کے بالکل قریب) ایک قصبہ ہے۔ معین الدین پور (المعروف موم دی پور) وہاں پر ایک صاحب "دھرے شاہ" کے نام سے مشہور تھے۔ جن کا محبوب مشغلہ سڑک پر وارداتیں کرنا تھا۔ دن کے وقت تو کم مگر رات کو کوئی تانگہ بھی انکی دستبرد سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ سوائے اسکے وہ حوالات یا جیل میں ہوں۔ رات کو گجرات ریلوے اسٹیشن پر اُتر کر جلالپور جٹاں جانے کے لئے جب تانگہ والے سے کہا جاتا تو اکثر جواب ملتا "شاہ جی" باہر ہیں۔ صبح تک انتظار کریں۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ "دھرے شاہ" حوالات یا جیل میں نہیں۔ سڑک پر تانگہ لوٹ لیا جائے گا۔ انکے علاوہ بھی وہ وارداتوں میں مصروف رہتا تھا۔ مگر تھانے سے فوراً باہر آجاتا تھا۔ معین الدین پور کے ساتھ ہی ایک برساتی نالہ ہے۔ جس کو "غیب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ساون بھادوں میں اور دوسرے برساتی موسم میں اس میں پانی آجاتا تو "شاہ صاحب" کی پارٹی بیل گاڑیاں لے کر آجاتی۔ سواریوں کو سامان سمیت بیل گاڑیوں پر سوار کیا جاتا۔ جب سامان بظاہر قیمتی اور سواریاں خوشحال نظر آتیں۔ تو عین نالے کے درمیان میں بیلوں کو بٹھا دیا جاتا۔ سامان تو پہلے ریلے میں ہی پانی کے ساتھ بہہ جاتا۔ جسے پروگرام کے مطابق وہاں پر کھڑے ساتھی سامان پانی سے نکال کر رفو چکر ہو جاتے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب برساتی نالے پر پل نہیں ہوتا تھا۔ سواریوں کو پانی میں تیر کر نکالا جاتا اور ان پر احسان کیا جاتا۔ کہ بڑی مشکل سے آپ کی جان بچائی ہے۔ (1965ء کی جنگ کے بعد اس نالے پر پل بنا دیا گیا) سفر کرنے والے اور مضافات والے جب بے انتہاء تنگ ہو گئے۔ تو ایک دن شاہ صاحب اور اُن کے ساتھیوں میں مال کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا اُس دن تو وہ سب خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے۔ دوسرے دن "دھرے شاہ" کو سہ پہر کے وقت اسکے دوستوں نے گھر سے بلا کر سرکنڈہ کے جھنڈ میں قتل کر دیا ہے۔ اس طرح قدرت نے "دھرے شاہ" کو عبرت کا نشان بنا دیا۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 05-07-1996)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(65) چور اور بادشاہ

سلطان محمود غزنوی کی اکثر یہ عادت تھی کہ رات کو لباس تبدیل کر کے شہر میں پھرا کرتا تھا۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ویرانہ میں چار آدمی نظر پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم چور ہیں۔ بادشاہ نے کہا میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔ مشورہ ہوا کہ آج شاہی محل میں چوری کریں۔ سلطان نے کہا پہلے اپنے اپنے اوصاف بیان کرو۔ ایک بولا میں جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں سونگھ کر خزانے کی جگہ معلوم کر لیتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں بغیر چابی کے قفل کھول لیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا کہ میں رات کی تاریکی میں جس شخص کو دیکھ لوں اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ اب سلطان کی باری آئی یہ بولے مجھ میں یہ کمال ہے کہ اگر مجرم کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور میں ذرا سا اپنا سر ہلا دوں تو فوراً رہائی ہو جاتی ہے۔

چور اس بات پر بہت خوش ہوئے اور کہا بھائی تیرا کمال سب سے بڑھ کر ہے۔ جب تو ہمارے ساتھ ہے تو پھر ہمیں کس بات کا خوف ہے۔ پانچوں آدمی شاہی محل کی طرف چل پڑے۔ راہ میں ایک کتا بھونکا سلطان نے پوچھا یہ کتا کیا کہتا ہے پہلا شخص بولا کتا یوں کہتا ہے کہ تم میں سے ایک بادشاہ ہے۔ پھر محل میں پہنچے۔ ایک نے خزانہ پہچانا۔ دوسرے نے بغیر کنجی کے قفل کھولا۔ مال اٹھا کر اپنے گھر جانے لگے۔ اس وقت بادشاہ نے سب کا نام و پتہ معلوم کر لیا۔ صبح کو شور و غل ہوا شاہی خزانہ لٹ گیا۔ بادشاہ نے چاروں چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا چاروں کو سولی کیلئے لے جاؤ اور میرے حکم کا انتظار کرو۔

چاروں جب گرفتار ہوئے تو انہوں نے کہا ہمارا پانچواں ساتھی کدھر ہے۔ ایک بولا رات کو کتے نے خبر دی تھی شاید وہ بادشاہ ہو۔ دوسرا بولا اگر وہ بادشاہ تھا تو میں اسے ضرور پہچان لونگا۔ اس گفتگو کے بعد انہوں نے شاہی اہلکار سے کہا سولی تو ہمارے لئے تیار ہے ایک دفعہ ہمیں بادشاہ کے روبرو لے چلو۔

یہ اطلاع سلطان کو دی گئی بادشاہ کے حضور انہیں پیش کیا گیا جس چور میں شناخت کا کمال تھا وہ بولا حضور ہمارے چاروں کے اوصاف تو ظاہر ہو چکے اب آپ کا سر کس وقت ہلے گا کہ ہم سزائے موت سے بچ جائیں۔ اس وقت بادشاہ کو ہنسی آ گئی اور سب چوروں کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ مطلب یہ کہ جب عرفان سلطان ہمراہ نہ تھا سب مجرم تھے جب عرفان حاصل ہوا کہ ہمارا فعل عین بادشاہ کا فعل ہے پھر جرم کیسا اور پھانسی کس کو۔ یہ سارا جھگڑا دوئی اور خود بینی کا ہے۔ (تذکرہ غوثیہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پرندوں کا غول

حضرت ذوالنون مصری کا جنازہ اُٹھا تو سورج نہایت تیزی سے چمک رہا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسی وقت پرندوں کا ایک غول آ گیا جس نے اپنے پروں سے ان لوگوں پر سایہ کیا پھر مسجد میں موذن نے اذان دی جب اُس نے کلمہ شہادت پکارا تو آپ نے انگشتِ شہادت اُٹھائی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے شور مچا دیا کہ حضرت زندہ ہیں چنانچہ جنازہ رکھ دیا گیا۔ پوری کوشش کی گئی کہ انگلی کو نیچے کر دیا جائے مگر کامیابی نہ ہوئی اور اسی حالت میں انہیں دفن کر دیا گیا۔

صدقہ

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے، مسلمان بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا صدقہ ہے، بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا صدقہ ہے، اچھے کام کا حکم دینا اور بُرے کام سے روکنا صدقہ ہے، پتھر یا کانٹے وغیرہ کو (راستے سے) ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (جامع ترمذی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(66) اورنگزیب عالم گیر اور بہروپیا

اورنگزیب عالم گیر کے دربار میں ایک بہروپیا آیا اور اس نے کہا: "باوجود اسکے کہ آپ رقص وسرود، گانے بجانے کو برا سمجھتے ہیں۔ شہنشاہ معظم! لیکن میں فنکار ہوں اور ایک فنکار کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں بہروپیا ہوں۔ میرا نام کندن بہروپیا ہے۔ اور میں ایسا بہروپ بدل سکتا ہوں آپ کو جواپنے علم پر بڑا ناز ہے کہ دھوکہ دے سکتا ہوں اور میں غچہ دے کر بڑی کامیابی کے ساتھ نکل جاتا ہوں۔

اورنگزیب عالم گیر نے کہا "تمہاری بات وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ میں تو شکار کو بھی بیکار کام سمجھتا ہوں یہ جو تم میرے سامنے دعویٰ کر رہے ہو اسکو میں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس نے کہا "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"۔ آپ اتنے بڑے شہنشاہ ہیں اور دانش میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ میں بھیس بدلوں گا آپ پہچان کر دکھایئے۔ تو انہوں نے کہا! منظور ہے۔ اس نے کہا حضور آپ وقت کے شہنشاہ ہیں اگر تو آپ نے مجھے پہچان لیا تو ٹھیک۔ لیکن اگر آپ مجھے پہچان نہ سکے اور میں نے "ایسا بھیس بدلا" تو آپ سے پانچ سو روپیہ لونگا۔ شہنشاہ نے کہا! شرط منظور ہے۔

اسے پتا چلا کہ اگلے سال شہنشاہ مرہٹوں پر حملہ کرے گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے پاپیادہ سفر کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا۔ ایک سال کے بعد جب اپنا لاؤ لشکر لے کر اورنگزیب عالم گیر ساؤتھ انڈیا پہنچا اور پڑاؤ ڈالا تو تھوڑا سا خوفزدہ تھا اور جب اس نے مرہٹوں پر حملہ کیا تو وہ اتنی مضبوطی کے ساتھ قلعہ بند تھے کہ اس کی فوجیں وہ قلعہ توڑ نہ سکیں۔ لوگوں نے کہا یہاں ایک درویش ولی اللہ رہتے ہیں انکی خدمت میں حاضر ہوں پھر دعا کریں پھر ٹوٹ پڑیں۔ شہنشاہ پریشان تھا بیچارہ بھاگا بھاگا گیا ان کے پاس۔ سلام کیا اور کہا: حضور میں آپ کی خدمت میں ذرا...... انہوں نے کہا! ہم فقیر آدمی ہیں، ہمیں ان چیزوں سے کیا لینا دینا۔ شہنشاہ نے کہا! نہیں عالم اسلام پر بڑا مشکل وقت ہے۔ آپ ہماری مدد کریں، میں کل اس قلعے پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ تو فقیر نے کہا! نہیں کل مت کریں، پرسوں کریں اور پرسوں بعد نماز ظہر۔ اورنگزیب نے کہا جی بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے بعد نماز ظہر جو حملہ کیا، ایسا زور کا کیا اور ایسے جذبے سے کیا اور پیچھے فقیر کی دعا تھی۔ اور ایسی دعا

کہ قلعہ ٹوٹ گیا اور فتح ہوگئی۔ مفتوح جو تھے پاؤں پڑ گئے۔ بادشاہ مرہٹوں پر فتح مند ہونے کے بعد سیدھا درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باوجود اسکے کہ وہ ٹوپیاں سی کر اور قرآن پاک لکھ کر گزارا کرتا تھا لیکن سبز رنگ کا بڑا سا عمامہ پہنتا تھا، جس میں بڑے زمُرّد اور جواہر لگے ہوتے تھے۔ اس نے جا کر عمامہ اُتارا اور کھڑا ہوگیا۔ دست بستہ کہ حضور یہ سب آپ ہی کی بدولت ہوا ہے۔ اس فقیر نے کہا: نہیں جو کچھ کیا اللہ ہی نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی خدمت میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں، درویش نے کہا: نہیں ہم فقیر لوگ ہیں۔ اورنگزیب نے کہا دو پر گنے یعنی دو بڑے بڑے قصبے۔ اتنے بڑے جتنے آپ کے (اوکاڑہ اور پتوکی شہر ہیں) وہ آپ کو دیتا ہوں اور آئندہ پانچ سات پشتوں کے لئے ہر طرح کی معافی ہے۔

اس نے کہا: بابا ہمارے کس کام کی ہیں یہ ساری چیزیں ہمارے لیے بیکار ہیں۔ ہم تو فقیر لوگ ہیں تیری بڑی مہربانی۔ اورنگزیب نے بڑا زور لگایا لیکن وہ نہیں مانا اور بادشاہ مایوس ہو کے واپس آ گیا اور اورنگزیب اپنے تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ ایک فرمان جاری کر رہا تھا عین اس وقت کندن بہروپیا اسی طرح منکے پہنے آیا۔ تو شہنشاہ نے کہا حضور آپ یہاں کیوں تشریف لائے مجھے حکم دیتے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ کندن نے کہا نہیں شہنشاہ معظم اب یہ ہمارا فرض تھا۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو جناب عالی میں کندن بہروپیا ہوں۔ میرے پانچ سو روپے مجھے عنایت فرمائیں۔

شہنشاہ نے کہا تم وہ ہو۔ کندن نے کہا ہاں وہی ہوں۔ جو آج سے ڈیڑھ برس پہلے آپ سے وعدہ کر کے گیا تھا۔ اورنگزیب نے کہا: مجھے پانچ سو روپے دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں جب میں نے آپ کو دو قصبوں کی پیشکش کی، جب آپ کے نام اتنی زمین کر دی، جب میں نے آپ کی سات پشتوں کو یہ رعایت دی کہ اس میری ملکیت میں جہاں چاہیں جس طرح چاہیں رہیں۔ آپ نے اس وقت کیوں انکار کر دیا؟ یہ پانچ سو روپیہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس نے کہا! حضور بات یہ ہے کہ جن کا روپ دھارا تھا، انکی عزت مقصود تھی۔ وہ سچے لوگ ہیں ہم جھوٹے لوگ ہیں۔ یہ میں نہیں کر سکتا کہ روپ سچوں کا دھاروں اور پھر بے ایمانی کروں۔

(زاویہ، اشفاق احمد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(67) خون بہا

گجرات (بھارت) کے حکمراں احمد شاہ نے اپنی زندگی میں بے شمار نشیب وفراز دیکھے تھے مگر ایک ایسا سنگین وقت بھی آیا کہ اس کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ کئی دن بے قراری میں گزرے لیکن بالاخر اس نے اپنے اضطراب پر قابو پالیا اور ایک مقدمے کا فیصلہ اس طرح کیا کہ تاریخ کے سینے پر ہمیشہ کیلئے نقش ہوگیا۔

واقعہ یوں تھا کہ احمد شاہ کے داماد نے جوانی، دولت اور اقتدار کے نشے میں ایک غریب اور بے قصور شخص کو قتل کردیا۔ مقتول کے وارثوں نے کوشش کی کہ وہ شاہی عدالت تک اپنا مقدمہ لے کر جائیں مگر قاتل کے ساتھیوں نے اس مفلس خاندان کو تباہ و برباد کرنے کی دھمکیاں دیں جس کے نتیجے میں معاملہ دب گیا اور خون کا دعویٰ کرنے والوں کی زبانیں بند ہوگئیں۔

چند سال خاموشی سے گزر گئے مگر ایک دن کسی نہ کسی طرح احمد شاہ کو اس خونیں واقعہ کی خبر ہو گئی۔ والئی گجرات نے مقتول کے وارثوں کو بلایا اور ان سے حقائق کی وضاحت طلب کی۔ انتہائی تفتیش کے بعد جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرنے والا بے قصور تھا تو احمد شاہ نے اپنے داماد کو سزائے موت سنادی۔ اگرچہ یہ فیصلہ کرتے وقت اسے کئی بار جذباتی صورتحال سے دوچار ہونا پڑا لیکن انجام کار وہ انصاف کی آبرو بچانے میں کامیاب ہوگیا۔ بیوی نے کہا کہ بیٹی بیوہ ہوجائے گی۔ احمد شاہ نے جواب دیا کہ جب ایک غریب کی بیٹی بیوہ ہوسکتی ہے تو پھر شہزادی کو بھی بیوگی کا لباس پہن لینا چاہیے۔ یہ کہہ کر اس نے جلادوں کو سزا کی تکمیل کا حکم دیا۔ داماد کو پھانسی دے دی گئی اور اسکی لاش چوبیس گھنٹے تک سولی پر لٹکتی رہی۔

دفن کے بعد جب یہ طوفان گزر گیا تو احمد شاہ کے قریبی عزیزوں نے کہا کہ آپ خون بہا دے کر اپنے داماد کی جان بچاسکتے تھے۔ یہ سن کر وہ غضبناک ہوگیا اور اس نے انتہائی قہر آلود لہجے میں کہا خون بہا (خون کا معاوضہ) وہ ہے جسے مقتول کے وارث خوشی سے قبول کریں۔ اس طرح کہ ان کے دل پر کوئی بوجھ ہو اور نہ ذہن پر کوئی خوف۔ آج جو لوگ مجھے مذہبی قانون سکھارہے ہیں انکے انصاف کا یہ عالم ہے کہ مرحوم

کے بیوی بچے تین سال تک موت کے ڈر سے عدالت میں اپنا مقدمہ بھی پیش نہ کر سکے۔ اب میں اس حالت میں مقتول کے وارثوں سے خون بہا قبول کرنے کی درخواست کرتا کہ رعب شاہی سے ان کے جسم کانپ رہے ہوتے اور روحوں پر لرزہ طاری ہوتا۔ یہ مزاج شریعت نہیں ہے اگر میں مرنے والے کے عزیز و اقارب کو جبراً آمادہ کر بھی لیتا تو یہ ایک رسم بن جاتی۔ پھر گجرات کے امراء اور شہزادے اپنے اپنے خزانوں سے خون بہا دیتے رہتے، غریب قتل ہوتے رہتے اور اسلامی قانون کی آڑ میں انسانی جانوں کی تجارت کا بازار گرم ہو جاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اندوہ و غم سے نجات

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جسے غم و افکار گھیر لیں اسے چاہیے کہ:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. بکثرت پڑھے۔ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق اسکے ساتھ ایک فرشتہ اترتا ہے اور صحت مندی لاتا ہے کیونکہ یہ ۹۹ امراض کی دوا ہے۔ ہر روز ایک سو مرتبہ پڑھنے سے انسان کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

کلمات طیبات

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا:

1) ''سبحان اللہ'' سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب سو غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

2) ''الحمد للہ'' سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایسا ہے جیسے کسی شخص نے سو گھوڑے معہ ساز و سامان کے جہاد کیلئے دیئے ہوں۔

3) ''اللہ اکبر'' سو مرتبہ کہنے کو ثواب ایسا ہے جیسے سو اُونٹ قربانی کیلئے ذبح کیے ہوں۔

4) ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب تمام زمین و آسمان کو بھر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(68) بے گناہ قتل

شکر گڑھ شہر کے شمال میں واقع ریلوے لائن کے قریب "خاموش بستی" واقع ہے۔ یہ واقعہ 1987 کا ہے۔ یہاں جمال دین نامی ایک شخص کی ملکیت ایک سینما ہوا کرتا تھا۔ شہر میں اکلوتا ہونے کے باعث یہ سینما جمال دین کے لیے سونے کی کان بنا ہوا تھا۔ لیکن اس قدر مال و دولت کے حصول کے باوجود جمال دین کے دل سے حرص و ہوس کا ڈیرہ نہ اُٹھ سکا۔ سینما کی آڑ میں منشیات کا کاروبار جاری تھا۔ جبکہ قانون کا منہ روپوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ جمال کے کئی ملازم تھے انہی میں سے قاسم نامی ایک نوجوان بھی شامل تھا۔ جس کا کام سینما تک محدود تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قاسم اپنے کام اور تنخواہ سے تعلق رکھتا مگر افسوس کہ وہ نوجوانی کے جوشیلے پن میں ایسا نہ کر سکا۔ اسے جمال دین کی منشیات کی تجارت کا علم ہو گیا تھا۔ ایک رات جب سرحد پار سے سمگلنگ کا یہ گھناؤنا کام جاری تھا۔ رینجرز فورس کی کاروائی عمل میں آئی اور جمال دین کا مال سمگل ہوتے ہوتے رہ گیا اور قانون کی گرفت میں آ گیا۔ اس تمام کاروائی کے پس پردہ جو ہاتھ کارفرما تھا وہ جمال جیسے زمانہ شناس شخص کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اس طرح ایک رات جب آخری شو ختم ہوا اور فلم بین گھروں کو لوٹ گئے تو سینما گھر کے تہ خانے میں خون کی ہولی کھیلی گئی۔ اُس رات کے بعد شہر کے لوگوں نے قاسم کو کہیں نہ دیکھا۔ قاسم کے قتل کو چند ماہ ہی گزرے تھے۔ (یہ قتل کئی سال کے بعد منظر عام پر آیا) کہ سینما گھر کے درو دیوار رات کے پچھلے پہروں کو غیبی چیخ و پکار سے گونجنے لگے۔ نسوانی سسکیاں اور بین اس سینما گھر کے معمولات بن گئے۔ جبکہ کبھی کبھار فلم بینوں پر مٹی کے ڈھیلوں کی بارش شروع ہو جاتی۔ ان تمام باتوں کی بنا پر سینما گھر فلاپ ہو کر رہ گیا اور چند سال بند رہا۔

مرزا منور احمد نامی ایک شخص جو خلیجی ممالک میں کاروبار کرتا تھا انہی دنوں وطن واپس آیا تو یہ کھنڈر نما سینما گھر اس کی کاروباری سوچ میں کھٹکنے لگا۔ اس نے یہ سینما گھر جمال دین سے خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ جمال دین کو اور کیا چاہیے تھا اس نے فوراً رضامندی ظاہر کر دی۔ اس طرح یہ سینما گھر بک گیا۔ مرزا منور احمد نے لوگوں پر اپنی امارت کی دھاک بٹھانے کیلئے اس کی از سر نو تعمیر کیلئے ایک خطیر رقم صرف کی۔ غرض کہ اتنی

اچھی کلاس کا سینما گھر پہلی بار تحصیل شکر گڑھ میں تعمیر ہوا اور جو بھی دیکھتا تعریف کیے بغیر نہ رہ سکتا۔ آخر کار سینما گھر کی تعمیر و آرائش تکمیل کو پہنچی اس خوشی میں پہلی رات مفت فلم دکھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

پہلے شو کے آغاز تک سینما گھر کے باہر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا۔ فلم رات دس بجے شروع ہوئی۔ لوگ مظہر شاہ کی بڑھکوں سے بھرپور فلم دیکھنے میں مگن تھے کہ اچانک پردہ سکرین سے تصویر غائب ہوگئی۔ لوگ سمجھے کہ شاید سینما مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ لیکن اگلے ہی لمحے بھگدڑ مچ گئی جب سینما کی سفید سکرین پر ایک نہایت دہشت ناک چہرہ نمودار ہوا جس کے چہرے سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور یوں مخاطب ہوا۔

''مرزا منور تم نے میری لاش پر بہت بوجھ ڈال دیا ہے جبکہ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا۔ اب خود کو دفن ہونے کیلئے تیار کرلو۔''

اتنا کہہ کر وہ چہرہ تو غائب ہوگیا لیکن تمام فلم بین نہایت خوفزدگی کے عالم میں چیخ و پکار کرتے سینما گھر سے باہر نکلنے کی کوششوں میں تھے اس بھگدڑ میں کئی بچے پاؤں تلے روندے گئے اور کئی زخمی ہوئے۔ خوف و ہراس چہروں پر سجائے لوگ تو گھروں کو پہنچے لیکن اگلے روز سبھی کی زبانوں پر ایک ہی کہانی تھی۔ قاسم کی کہانی۔ جن لوگوں نے قاسم کو دیکھ رکھا تھا وہ اسی وقت اسے پہچان گئے تھے۔ جبکہ اس کا مسخ شدہ چہرہ سینما سکرین پر نمودار ہوا تھا۔ سارے علاقہ میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ عورتوں نے اپنے بچوں کو سکول بھیجنا بند کر دیا۔ ریلوے لائن کی آبادی سنسان ہوگئی۔ کئی روز گزر گئے ایک روز ریلوے لائن کی پٹری کے قریب کھیتوں میں سے پولیس نے ایک مسخ شدہ نعش برآمد کی جو کہ مرزا منور احمد کی تھی۔ جس روز مرزا منور کی نعش ملی اس روز سے علاقہ میں ایک نیا تماشہ شروع ہوا۔ رات کے پچھلے پہر جب لوگ لحافوں میں سو رہے ہوتے تو انکے گھروں پر دروازہ پیٹنے کے انداز میں دستک ہوتی جبکہ پوچھنے پر جواب ملتا

''میں ہوں قاسم دروازہ کھولئے''

اسی نئی کیفیت نے علاقہ کے خوف و ہراس میں مزید شدت پیدا کر دی۔ لوگوں نے اپنے مکان فروخت کرنے چاہے لیکن اب یہ مکانات اور عالیشان کوٹھیاں بے قیمت ہو کر رہ گئی تھیں اور رفتہ رفتہ سینما گھر کا یہ نواحی علاقہ سنسان ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(باب پنجم)

﴿شیطان کی حکایات﴾

(69) حضرت آدم علیہ السّلام اور شیطان

خالقِ کائنات نے حضرت آدمؑ کا مجسمہ تیار کیا تو فرشتوں نے نئی شکل وصورت دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا اور کہا بھلا یہ کیوں پیدا کیا گیا؟ پھر فرشتوں سے مخاطب ہوا اگر خدا نے اسے ہم پر ترجیح دے دی تو تم کیا کرو گے؟ فرشتوں نے کہا اپنے رب کا حکم مانیں گے۔ شیطان نے اپنے دل میں کہا بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ پر ترجیح دے دی تو میں ہرگز خدا کا حکم نہ مانوں گا۔ بلکہ اسے ہلاک کر دونگا اور نفرت سے حضرت آدم علیہ السّلام کے جسم اقدس پر تھوک دیا۔ جو آپ کے مقام ناف پر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم دیا کہ اتنی جگہ سے مٹی نکال دو۔ جبریل نے جہاں تھوک پڑی تھی اس جگہ سے تھوک سمیت مٹی نکال دی خدا نے اس مٹی سے کتا پیدا فرمایا کتے میں تین خصلتیں ہیں۔

۱) اسے آدمی سے انس ہے اس لئے کہ مٹی حضرت آدم علیہ السّلام کی ہے۔

۲) رات کو جاگتا ہے اس لئے کہ ہاتھ جبریل کے لگے ہیں۔

۳) اور آدمی کو کاٹتا ہے اس لئے کہ تھوک شیطان کی ہے۔ (رُوح البیان)

اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تمام فرشتے سجدہ میں جھک گئے مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ پوچھا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا کہنے لگا۔

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ O (ص ۷۶)

میں (حضرت آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے۔

آگ جوہر لطیف اور نُورانی ہے جبکہ مٹی جسم کثیف اور ظلمانی ہے پھر میں لطیف ہو کر کثیف کے

آگے کیوں جھکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہاں سے نِکل جا تو ذلیل اور ملعون ہے۔ (رُوح البیان)

شیطان کی درخواست:

شیطان نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا مجھے قیامت تک مُہلت دے۔ فرمایا مُہلت دی۔ پھر شیطان نے قسم کھا کر کہا میں تیری مخلوق کو دائیں، بائیں آگے اور پیچھے چاروں طرف سے گھیر لونگا اور انکو گمراہ کرونگا فرمایا جو تیرے کہنے پر چلا اسے بھی تیرے ساتھ جہنم میں داخل کرونگا اور چار سمتیں تیری اور دو میری ہیں جب میرا بندہ نادم ہو کر سر سجدہ میں ڈالے گا اور طلبِ مغفرت کیلئے ہاتھ اُوپر اُٹھائے گا تو میں اس کے سب گناہ معاف فرمادونگا۔ (نزہۃ المجالس)

پھر عرض کیا اے اللہ تعالیٰ مجھے اولادِ آدم پر پوری پوری قدرت اور قابو دے۔ فرمایا میں نے تجھے اُن پر قدرت دی۔ عرض کیا کچھ اور زیادہ کر۔ فرمایا انکے مال و دولت پر قدرت دی جس طرح چاہے خرچ کروا سکے گا۔ عرض کیا اور زیادہ کر فرمایا جا نسلِ آدم کا سینہ تیرا مسکن بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا الٰہی تو نے شیطان کو مجھ پر پورا غلبہ دے دیا ہے میں اس کے مکر و فریب سے کیسے بچوں گا۔ فرمایا آدم جو تمہارے ہاں بچہ پیدا ہوگا۔ میں اس پر ایک نگہبان فرشتہ مقرر کرونگا۔ جو اسے شیطانی وسوسوں سے بچائیگا۔ عرض کیا الٰہی اور زیادہ کر فرمایا ایک نیکی کے بدلے میں دس گناہ ثواب دونگا۔ عرض کیا الٰہی اور زیادہ کر فرمایا انکے سر پر مغفرت کا تاج رکھونگا اور کسی کی پرواہ نہیں کرونگا۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا مجھے یہ کافی ہے۔

پیغمبر اور کتاب:

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود کیا تو شیطان نے کہا الٰہی تو بنی آدم میں پیغمبروں کو بھیجے گا اور کتابیں نازل کریگا۔ میرا پیغمبر اور کتاب بھی ہونی چاہیے، فرمایا، کاہن اور نجومی تیرے پیغمبر ہونگے خیالی تک بندی اور جھوٹے شعر ہی تیری کتاب ہیں۔ عرض کیا میرا موذن، فرمایا، راگ اور گانا۔ عرض کیا میری مسجد، فرمایا، فتنہ انگیز بازار۔ عرض کیا میرا کھانا، فرمایا، نشہ دار چیزیں۔ عرض کیا میرا جال، فرمایا، عورتیں۔ (نزہۃ المجالس)

شیطان نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا "اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب تک تیرے بندے

زندہ رہیں گے میں انہیں گمراہ کرتا رہونگا۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری عزت و جلال اور ارتفاعِ مکان کی قسم میں اپنے بندوں کو جب بھی وہ مجھ سے استغفار کریں گے میں بخش دونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(70) شیطان کشتی نوح میں

حضرت نوح علیہ السّلام جب کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے کشتی میں ایک انجان بڈھے کو دیکھا۔آپ نے اسے پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے۔فرمایا،تم یہاں کیوں آئے ہو۔اس نے کہا میں تمہارے دوستوں کے دلوں پر قابو پانے کیلئے آیا ہوں۔انکے جسم تمہارے ساتھ ہونگے اور دل میرے ساتھ ہونگے۔ آپ نے فرمایا،اے دشمن خدا،نکل یہاں سے۔شیطان کہنے لگا،پانچ چیزیں ہیں جس سے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں ان میں سے تین تم سے نہ کہونگا اور دو تمہیں بتا دونگا۔

حضرت نوح علیہ السّلام پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اسے کہو تین کی مجھے حاجت نہیں۔تو دو کو بیان کر۔شیطان نے کہا وہ چیزیں جس سے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں ان میں ایک حسد ہے۔اس کی وجہ سے میں ملعون ہوا اور ابلیس سے شیطان مردود قرار پایا۔دوسری چیز حرص ہے کہ آدم کیلئے تمام جنت مباح کردی گئی مگر میں نے حرص دلا کر ان سے اپنا کام نکال لیا۔

(تلبیس ابلیس،ابن جوزی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(71) لالچ بُری بلا ہے

ایک شخص سوتے میں اپنے بستر پر پیشاب کردیا کرتا تھا۔اس کی بیوی نے کہا کم بخت یہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے اس نے کہا میں خواب میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ کو سیر کیلئے لے جاتا ہے اور جب مجھے حاجت ہوتی ہے۔کسی جگہ بٹھا کر کہتا ہے پیشاب کر لے۔میں پیشاب کرتا ہوں تو سارا بستر خراب ہو جاتا ہے۔بیوی نے کہا شیطان تو جنات میں سے ہے اور جنوں کو بڑے تصرفات دیئے گئے ہیں۔آج رات اس سے کہنا ہم بہت غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ہمیں کہیں سے دولت لا کر دے۔خاوند نے کہا اچھا اگر آج رات خواب میں آیا تو یہی کہونگا۔حسب معمول شیطان خواب میں آیا تو اس نے کہا ہم بڑے فقر و فاقہ کا شکار ہیں ہمیں کہیں سے دولت دلا دے۔شیطان نے کہا اوہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا۔میرے پاس بہت دولت ہے چل میرے ساتھ۔شیطان اسے ایک جگہ لے گیا جہاں دولت کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔شیطان نے کہا جتنی چاہو اُٹھالو۔اس نے چادر بچھائی اور بہت بڑی روپوں کی گٹھڑی بنائی اس اُٹھانے لگا تو اس قدر بھاری تھی کہ بیچارے کا پاخانہ نکل گیا۔جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بستر پر پاخانہ تو موجود ہے اور روپوں کا نام و نشان تک نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(72) حضرت ایوب اور شیطان

شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عبادت کرتے دیکھا تو حسد کی آگ میں جلنے لگا اور کوشش کی کہ آپ کو عبادت سے روک سکے مگر ایسا نہ کر سکا۔ ایک روز اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا۔ الٰہی ایوب جو تمہاری اتنی عبادت کرتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تو نے اسے مال و دولت اور اولاد کثرت سے دے رکھی ہے۔ اگر اس پر کچھ مصیبتیں نازل ہوں تو وہ تمہاری عبادت کبھی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مردود، یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ جاؤ میں تمہیں اختیار دیتا ہوں تو میرے ایوب کے مال و جان اور اولاد پر تصرف کر سکتے ہو۔ تم جو چاہو کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ پہلے روز شیطان نے حضرت ایوب کی اولاد کو ہلاک کر دیا۔ حضرت ایوب صبر و شکر کر کے اور بھی عبادت میں مشغول رہے۔ دوسرے دن شیطان نے آپ کے مال کو آگ لگا دی۔ آپ کا سارا مال تباہ ہو گیا۔ آپ نے صبر و شکر کے ساتھ اور بھی زیادہ عبادت کی اور یوں کہا یہ سب کچھ اللہ کی عطاء اور اسکی امانت تھی وہ اپنی چیز لے گیا۔ پھر ہم کون جو شکوہ کریں۔

تیسرے روز شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اقدس پر پھونک ماری تو آپ کے تمام جسم پر زخم بن گئے۔ تمام جسم زخمی ہو جانے کے بعد بھی آپ کی عبادت میں کچھ فرق نہ پڑا۔ شیطان یہ صورتِ حال دیکھ کر مایوس ہو گیا اور اسے ماننا پڑا کہ اللہ کے پیغمبر پر اس کا کوئی داؤ چل ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا بھی دی اور مال و اولاد بھی کثرت سے عطا فرما دی۔

(روض الفائق)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(73) شیطان اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام

ایک روز شیطان حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت کیلئے چنا اور کلیم بنایا۔ مجھ سے ایک گناہ ہوا اب توبہ کرنا چاہتا ہوں اور میری رب کی بارگاہ میں سفارش فرما دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اسے معافی دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ میری ناراضگی اس کے ساتھ حضرت آدم علیہ السّلام کی وجہ سے ہے۔ اس نے آدم کو سجدہ نہ کیا اگر اب یہ معافی چاہتا ہے۔ تو آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو میں راضی ہو جاؤنگا۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے حضرت آدم کی قبر پر جا کر سجدہ کرو۔ تو تمہارا قصور معاف کر دیا جائیگا۔ کہنے لگا میں نے جب آدم کی زندگی میں اسے سجدہ نہ کیا تو اب قبر پر کیسے سجدہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

تین باتیں:

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے شیطان نے دریافت کیا وہ کونسا کام ہے جسکی وجہ سے تو انسان پر غالب آ جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا جب آدمی اپنی ذات کو بہتر سمجھتا ہے اور اپنے عمل کو بہت کچھ خیال کرتا ہے۔

میں آپ کو تین ایسی باتیں بتاتا ہوں جن سے آپکو ڈرتے رہنا چاہیے۔

1) غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ جب کوئی ایسا کرتا ہے تو تیسرا میں ہوتا ہوں یہاں تک کہ اُس کو عورت کے ساتھ فتنے میں ڈال دیتا ہوں۔

2) اللہ سے جو عہد کرو وہ پورا کر جب کوئی اللہ سے عہد کرتا ہے تو میں اس کا ہمراہی بن جاتا ہوں اور اس شخص اور اس کے عہد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

3) جو صدقہ نکالا کرو اسے جاری کر دیا کرو۔ کیونکہ جب کوئی ایسا کرتا ہے تو میں اسے صدقے اور اس کے پورا کرنے کی درمیان حائل ہو جاتا ہوں تا کہ وہ صدقہ جاری نہ کر سکے۔ یہ کہہ کر شیطان نے کہا ہائے

افسوس میں نے اپنے راز کی باتیں موسیٰ سے کہہ دیں اب وہ بنی آدم کو تا کر دلائے گا۔ (تفسیر حسینی)

شیطان اور نیکی:

ایک شخص ایک بوسیدہ دیوار کے نیچے سو رہا تھا دیوار گرنے والی تھی۔ ایک شخص آیا اور اس نے فوراً اس کو جگا کر ایک طرف کھینچ لیا۔ دیوار گری اور سونے والا بچ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سونے والے نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا اور نام پوچھا۔ بچانے والے نے کہا میں شیطان ہوں۔ بچنے والے نے حیران ہو کر کہا شیطان اور نیکی؟ یہ کیا بات ہے۔

شیطان نے جواب دیا مجھے علم ہے حضور ﷺ کا کوئی امتی دیوار کے نیچے دب کر مر جائے تو وہ اللہ کی بارگاہ میں شہید ہوتا ہے۔ میں نے سوچا تم شہید نہ مرو بلکہ یونہی مرو۔ (نزہۃ المجالس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
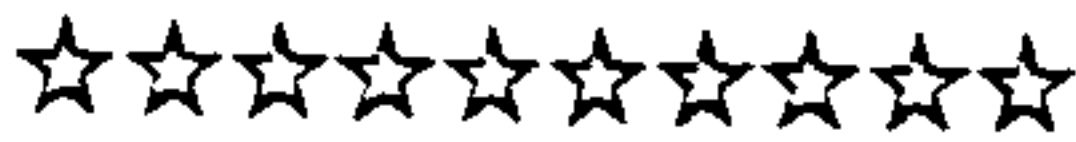
نوشیرواں کی تختی

1) جو دولت نہیں رکھتا وہ کچھ عزت نہیں رکھتا۔
2) جو بیٹا نہیں رکھتا وہ آنکھوں کی روشنی نہیں رکھتا۔
3) جو بھائی نہیں رکھتا وہ قوت بازو نہیں رکھتا۔
4) جو عورت نہیں رکھتا وہ سامان راحت نہیں رکھتا۔
5) جو مذکورہ بالا چیزیں نہیں رکھتا وہ کوئی غم نہیں رکھتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(74) شیطان بارگاہِ رسالت ﷺ میں

ایک دفعہ خدا تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ میرے محبوب حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور وہ جو کچھ پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ ایک بوڑھے کی شکل میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو کون ہے۔ عرض کیا میں شیطان ہوں۔ فرمایا کیوں آئے ہو۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیا ہوں۔

فرمایا، اچھا بتاؤ میری امت میں تمہارے دشمن کتنے ہیں۔ شیطان نے جواب دیا۔ پندرہ ہیں۔

فرمایا کون کون سے۔ شیطان نے کہا:

1) سب سے پہلے تو میرے دشمن آپ ہیں۔
2) انصاف کرنے والا حاکم۔
3) متواضع دولت مند
4) سچ بولنے والا تاجر
5) خدا سے ڈرنے والا عالم
6) نصیحت کرنے والا مومن
7) رحمدل انسان
8) توبہ کرنے والا
9) حرام سے بچنے والا
10) ہمیشہ باوضو رہنے والا
11) صدقہ خیرات کرنے والا
12) نیک اخلاق رکھنے والا
13) لوگوں کو نفع پہنچانے والا
14) قرآن پڑھنے والا
15) نمازِ تہجد ادا کرنے والا

حضور ﷺ نے فرمایا، تمہارے دوست کتنے ہیں۔ کہنے لگا دس ہیں۔

1) ظالم حاکم
2) تکبر کرنے والا
3) خیانت کرنے والا دولت مند
4) شراب پینے والا
5) غیبت کرنے والا (چغل خور)
6) دکھاوا کرنے والا (ریا کار)
7) سود کھانے والا
8) یتیم کا مال کھانے والا
9) زکوٰۃ نہ دینے والا
10) لمبی آرزوؤں والا

(روح البیان)

آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کو نماز با جماعت سے کیوں روکتے ہو۔

عرض کیا: آپ کی امت جب نماز پڑھنے کو نکلتی ہے تو مجھے سخت بخار ہو جاتا ہے۔

فرمایا: میری امت کو قرآن پڑھنے سے کیوں روکتے ہو۔

عرض کیا: جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو میں سیسے کی طرح پگھلنے لگتا ہوں۔

فرمایا: میری امت کو جہاد سے کیوں روکتے ہو۔

عرض کیا: آپ کے غلام جب جہاد کیلئے نکلتے ہیں تو میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور جب تک وہ واپس نہیں آتے میں اسیر رہتا ہوں۔

فرمایا: میری امت کو صدقہ خیرات سے کیوں روکتے ہو۔

عرض کیا: آپ کے غلام جب صدقہ خیرات کا ارادہ ہی کرتے ہیں تو میرے سر پر آرہ رکھ دیا جاتا ہے۔ جو مجھے یوں کاٹ کر رکھ دیتا ہے جیسے لکڑی کو کاٹ دیتا ہے۔

فرمایا: تیرا ہم خواب کون ہے۔ عرض کیا: مست اور نشے والا۔

فرمایا: تیرا مہمان کون ہے۔ عرض کیا: چور۔

فرمایا: تیرا قاصد کون ہے۔ عرض کیا: جادوگر

فرمایا: تیرا دوست کون ہے۔ عرض کیا: جو ابوبکر اور عمر کو برا کہے۔

(رُوحُ البیان)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جہنم سے حفاظت

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بعد نماز مغرب کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لے تو وہ جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ (ابوداؤد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(75) حضرت ابوہریرہ اور شیطان

ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کو صدقہ فطر کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ آپ مال کی حفاظت فرماتے رہے۔ رات کو چور آیا اور مال چرانے لگا۔ آپ نے پکڑ لیا چور نے منت سماجت کی میں صاحب عیال ہوں مجھ پر رحم کرو۔ حضرت ابوہریرہ کو رحم آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

صبح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔ ابوہریرہ وہ رات والے قیدی نے کیا کیا۔ عرض کیا حضور اس نے اپنی عیالداری اور محتاجی بیان کی تو مجھے رحم آ گیا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے جو کچھ تم سے کہا جھوٹ کہا خبردار رہنا آج رات وہ پھر آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ اس کے انتظار میں رہے۔ واقعی وہ دوسری رات بھی آ گیا اور غلّہ چوری کرنے لگا۔ ابوہریرہ اُٹھے اور اسے پکڑ لیا اس نے دوبارہ اپنی محتاجی کا واسطہ دیا تو آپ کو رحم آ گیا۔ اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح حضور ﷺ کی بارگاہ حاضر ہوئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، ابوہریرہ رات والے قیدی (چور) نے کیا کہا۔ عرض کیا حضرت اس نے پھر اپنی محتاجی کا قصہ بیان کیا۔ تو مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا اس نے جو کچھ کہا جھوٹ کہا۔ سنو آج رات وہ پھر آئے گا۔ حضرت ابوہریرہ خوب چوکنے رہے چنانچہ وہ پھر آیا اور ابوہریرہ نے اسے پکڑ لیا اور فرمایا اے کم بخت آج تو میں تمہیں بالکل نہیں چھوڑوں گا اور تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لے کر جاؤنگا۔ وہ کہنے لگا ابوہریرہ میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں جن کے پڑھنے سے تو نفع میں رہے گا۔ جب سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ ابوہریرہ ان کلمات کو سن کر بہت خوش ہوئے اور وہ ایک مفید عمل سکھا کر پھر رہائی پا گیا۔ ابوہریرہ نے صبح حضور ﷺ کی خدمت میں سارا قصہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے جو عمل بتایا وہ درست ہے۔ حالانکہ خود بڑا جھوٹا ہے کیا تو جانتا ہے کہ تین رات سے مسلسل آنے والا چور کون ہے۔ عرض کیا نہیں یارسول اللہ میں نہیں جانتا فرمایا وہ شیطان تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(76) شیطان کی چیخ

خداتعالیٰ نے جب نماز کا حکم نازل فرمایا تو شیطان نے ایک دردناک چیخ ماری۔ اس چیخ کی آواز سن کر اس کا سارا لشکر جمع ہو گیا۔ شیطان نے پریشانی کے عالم میں ان سے نماز فرض ہونے کا ذکر کیا۔ شیطان نے کہا جہاں تک ہو سکے۔ بنی آدم کو نماز سے روکو اور کسی ایسے دھندے میں مشغول رکھو جس سے نماز پڑھنے کی اس کو فرصت ہی نہ ملے۔ شیاطین نے کہا اگر ہم سے ایسا نہ ہو سکے تو؟ کہنے لگا پھر یوں کرو جب کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو تم میں سے چار شیطان اس کے گرد کھڑے ہو جائیں۔ دائیں جانب کھڑا ہونے والا یوں کہے ذرا دائیں دیکھو۔ بائیں والا کہے ذرا بائیں دیکھو۔ اوپر والا کہے آسمان کی طرف دیکھو اور نیچے کی طرف کھڑا ہونے والا نیچے دیکھنے کی رغبت دلائے اور جلدی جلدی نماز پڑھنے کا وسوسہ دل میں ڈال دو اور خوب یاد رکھو اگر اتنی کوشش کے باوجود وہ برابر نماز پڑھنے میں مشغول رہا۔ تو ہمارا بیڑہ غرق ہو جائیگا کیونکہ خدا اسے بخش دے گا۔ (نُزہۃُ المجالس)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نیک بخت اور صالح عورت تھی اس نے تنور میں آٹا لگا کر نماز کی نیت کر لی۔ اتنے میں شیطان عورت کی صورت میں اس کے پاس آ کر کہنے لگا روٹی تنور میں جل گئی ہے مگر نیک عورت بالکل التفات نہ کیا۔ پھر شیطان نے عورت کے بچے کو پکڑ کر تنور میں ڈال دیا۔ پھر عورت نے کوئی توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد عورت کا شوہر آ گیا اس نے اپنے بچے کو تنور میں انگاروں سے کھیلتے ہوئے پایا۔ خدا نے آگ کے انگاروں کو سرخ عقیق بنا دیا۔ اُس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بارگاہ حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، اپنی بی بی کو میرے پاس لاؤ۔ وہ حاضر ہوئی تو آپ نے دریافت کیا ایسا کون سا عمل کیا تھا جس سے آگ نے اثر نہ کیا۔ عرض کیا اے رُوحُ اللّٰہ میں جب بھی بے وضو ہوتی ہوں۔ فوراً وضو کر لیتی ہوں اور کبھی بے وضو نہیں رہتی اور جب وضو کر لیتی ہوں تو نماز کیلئے کھڑی ہو جاتی ہوں اور جب کسی نے مجھ سے اپنی حاجت کا سوال کیا تو میں اسے فوراً پورا کر دیتی ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(77) غوث اعظم اور شیطان

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ایک بار دیکھا ایک ایسا نور چمکا کہ جس کی روشنی آسمان تک پھیل گئی ہے۔ پھر اس نور سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس میں سے آواز آئی۔ اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں۔ جاؤ میں نے تمہیں نماز معاف کر دی اور حرام چیز تم پر حلال کر دی۔ غوث اعظم نے یہ سن کر فرمایا: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ ط آپکا اتنا فرمانا تھا کہ وہ نُور ظلمت میں بدل گیا اور وہ صورت ایک دھواں سا بن گئی اور پھر آواز آئی۔ اے عبدالقادر میں شیطان ہوں تم میرے داؤ سے اپنے علم و فضل کی وجہ سے نکل گئے ورنہ میں اس داؤ سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا دوسرا داؤ ہے مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ کے فضل نے بچایا ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط (الجُمُعَة ۴)

غوث اعظم نے فرمایا:

میں دینی علوم کی تکمیل کے بعد تیس برس تک عراق کے جنگلوں اور بیابانوں میں گھومتا رہا۔ مخلوق مجھے جانتی تھی نہ میں مخلوق کو جانتا تھا۔ میرے پاس جنات اور بھوت پریت وغیرہ تعلیم کیلئے آیا کرتے تھے۔ میں انہیں اللہ کا کلام پڑھایا کرتا تھا کبھی کبھی شیطان بھی میرے پاس آتا تھا اور مجھے دھمکی دیتا تھا اگر میں یہاں سے نہ گیا تو وہ میرا بُرا حشر کر دے گا۔ مگر جب میں اسے طمانچہ مارتا تو وہ بھاگ جاتا پھر میں لاحول پڑھتا تو وہ بھاگ جاتا۔ ایک مرتبہ شیطان انتہائی خوفناک صورت کے ساتھ میرے سامنے آیا۔ اس کی بُو ہزاروں میل تک پھیلی ہوئی تھی پھر وہ انتہائی مکاری سے کہنے لگا "میں تمہارے قدموں میں رہ کر تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تم نے میری ذُرّیت (اولاد) کو تھکا مارا ہے۔"

میں نے اسے سختی سے چلے جانے کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر اسی لمحے ایک غیبی ہاتھ ابلیس کے اوپر آ کر پڑا اور وہ زمین میں دھنستا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(78) شیطان اور انگور کا درخت

حضرت آدم علیہ السّلام نے جب عُرش انگور کا درخت لگایا تو شیطان نے اس پر مور کو ذبح کیا اور اس کا خون اس پر ڈال دیا۔ جب اس پر پتے پھوٹے تو بندر کو ذبح کر کے اس پر ڈال دیا۔ جب وہ پھل لایا تو شیر کو اور جب پھل پک گیا تو اس پر سُور کو ذبح کر کے ڈال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شراب جو عُرش انگور سے بنتی ہے۔ شراب پینے والے میں ان جانوروں کے اوصاف نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ

1) شراب پیتے وقت اس کا رنگ مور کے نقش و نگار کی طرح دمکنے لگتا ہے اور چمکدار ہو جاتا ہے

2) جب نشے کی ابتداء ہوتی ہے تو بندر کی طرح بے ہودہ حرکتیں ظاہر کرنے لگتا ہے۔

3) جب نشہ میں شدت پیدا ہوتی ہے تو شیر کے غُصّہ کی طرح جھلا اُٹھتا ہے۔

4) آخر میں سور کی طرح بے خبر اور غافل ہو کر سو جاتا ہے۔ (نُزہۃُ المجالس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(79) شیطان اور اسکے گدھے

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ایک روز شیطان کو دیکھا کہ پانچ گدھے ہانکے لیے جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ کیا ہے کہنے لگا یہ سوداگری کا مال ہے میں اسے بیچنے کیلئے لے جاتا ہوں۔ فرمایا یہ تو بتاؤ یہ ہے کیا، کہنے لگا۔ یہ پانچ چیزیں ہیں۔

1) ظلم : ظلم کو میں بادشاہوں کے ہاتھ بیچتا ہوں۔

2) تکبر : تکبر گاؤں کے چوہدریوں کے ہاتھ۔

3) حسد : حسد قاریوں کے ہاتھ۔

4) خیانت : خیانت سوداگروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔

5) مکر : مکر عورتوں کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں۔ (نُزہۃُ المجالس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ششم

﴿ناقابل فراموش حکایات﴾

(80) بلخ کی شہزادی

محبت مٹ چکی لیکن خلش دردِ محبت کی　　　جہاں محسوس ہوتی تھی وہاں معلوم ہوتی ہے

بلخ کا شہر عروس البلاد کے نام سے مشہور تھا۔ موسم گرما میں دور دراز علاقوں سے سیاحوں کے قافلے چلے آتے تھے۔ خراسان کی طرف سے ایک قافلہ اترا۔ اس میں ایک حسین اور خوبصورت نوجوان بھی تھا۔ شکستہ پیراہن، بکھرے بال، اُداس آنکھیں اور پژمُردہ صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ انتہائی مسکین ہے۔ شاہی باغ کے قریب اس نے اپنی کٹیا بنالی اور وہیں رہنے سہنے لگا۔ دن بھر شہر کا گشت کرتا اور شام سے پہلے اپنی جھونپڑی میں لوٹ آتا۔ ایک مدت سے اسکی زندگی کا یہی معمول تھا۔ باغ شاہی میں بھی اسے فقیر سمجھ کر نظر انداز کردیتے۔

ایک دن فقیر کا دل بہت اُداس تھا۔ طبیعت بہلانے کے خیال سے شاہی باغ میں جا نکلا۔ ایک آواز کان میں آئی۔ کون اجنبی چلا آرہا ہے۔ واپس لوٹ جاؤ تمہیں خبر نہیں کہ آج بلخ کے بادشاہ کی شہزادی یہاں تشریف لارہی ہے۔ رُخ پھیر کر دیکھا تو ایک جلوہ قیامت خیز نے دل کا کام تمام کردیا۔ ایک بجلی چمکی اور فقیر کا دل جل کر راکھ ہوگیا۔ شہزادی کنیزوں کے جھرمٹ میں آگے بڑھی۔ نظر کی چوٹ سے فقیر بالکل گھائل ہوچکا تھا۔ بڑی مشکل سے دل تھامے ہوئے اُٹھا اور اپنی کٹیا میں آکر بیٹھ گیا۔ دل کا چین لٹ گیا۔ آنکھوں کی نیند بھی اُڑ گئی۔ عشق کی چنگاری دل کے قریب سلگتی رہی۔ عشق کا اضطراب بڑھتا گیا۔ اسی حالت میں کئی مہینے گذر گئے۔ کسی باد صباء سے ہمکلامی، کبھی مکمل سکوت (خاموشی)، تنہائی سے پیار، زندگی کا عجیب حال ہو کے رہ گیا۔

حسبِ معمول سلطان بلخ کا دربار لگا ہوا تھا۔ فریادیوں کے مقدمات کی سماعت شروع ہو چکی تھی۔

اتنے میں نقیب نے آکر اطلاع دی ایک فقیر شہنشاہ کے دربار میں حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔ حکم ہوا اسے اندر بھیجا جائے۔ سلطان نے کہا تمہاری کیا فریاد ہے۔ فقیر نے کہا ایسی فریاد لے کر آیا ہوں جسے مجمع عام میں پیش نہیں کرسکتا۔ تنہائی کا موقع عنایت فرمائیے۔ دربار ختم ہونے کے بعد فقیر طلب کیا گیا۔ وزیر نے دریافت کیا۔ جہاں پناہ کے حضور تمہیں کیا کہنا ہے۔ فقیر نے جرأت سے جواب دیا۔ جہاں پناہ کی شہزادی سے نکاح کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔ فرطِ غضب سے وزیر کی آنکھوں میں چنگاریاں اُڑنے لگیں۔ بات کرنے سے پہلے تمہیں اپنی حیثیت کا اندازہ کرنا چاہیے تھا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا اسے کہہ دو کہ اپنا جواب حاصل کرنے کیلئے ایک ہفتہ بعد آئے۔

اس دوران میں بادشاہ نے وزیر سے کہا صاف انکار کی بجائے فقیر کو حُسنِ تدبیر سے ٹالا جائے کوئی ایسی شرط رکھ دی جائے جو پورا کرنا ناممکن ہو۔

ساتویں روز فقیر حاضر ہوا تو وزیر نے کہا عظیم المرتبت بادشاہوں کی طرف سے پیغامات موصول ہوئے ہیں تمہارا پیغام بھی انہی میں شامل کرلیا گیا ہے۔ البتہ تم ایک شرط پوری کردو تو میں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا پیغام قبول کرلیا جائیگا۔

فقیر نے کہا فرمایا جائے میرے لائق کیا خدمت ہے۔ وزیر نے کہا شہزادی کی انگوٹھی کیلئے سیاہ رنگ کا ہیرا چاہیے۔ فقیر نے کہا اگرچہ یہ شرط بہت مشکل ہے لیکن میں اسے پورا کرنے کی کوشش کرونگا۔ سنا ہے وہ ہیرا سیاہ رنگ کے پہاڑوں کی برفیلی چوٹی میں پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری مدد کریگا۔ فقیر کچھ عرصہ پہاڑوں کی خاک چھانتا رہا ایک دن پہاڑوں کے سلسلہ میں محوخواب تھا کہ ایک بوڑھے شخص نے آکر جگایا اور کہا اس کالے پہاڑ کی برفیلی چوٹی سے ایک بہت بڑی چٹان ٹوٹ کر گری ہے۔ تیشہ اُٹھا اور کاٹ کر اپنے نکلنے کا راستہ بنالو ورنہ آج شام تک یہ ساری وادی برف کے سیلاب میں ڈوب جائیگی۔ فقیر گھبرا کر اُٹھا اور برف کے پہاڑ پر تیشہ چلانا شروع کیا۔ بھرپور وار سے چٹان کا بہت بڑا حصہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ جونہی چٹان کے اندر سیاہ رنگ کا چمکدار ہیرا نظر آیا۔ حیرت کے ساتھ کھود کر نکالا، ہتھیلی پر رکھتے ہی ایک کرن پھوٹی اور آنکھیں

خیرہ ہو کر رہ گئیں۔

ایک حیرت انگیز خوشی کے ساتھ کئی دن کے شبانہ روز سفر کے بعد بلخ پہنچ گیا۔ دوسرے دن شاہی دربار میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا۔ سیاہ رنگ کا چمکدار ہیرا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ بے مثل ہیرا دیکھ کر سارے درباری دنگ رہ گئے۔ وزیر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تم نے طلب صادق کا حق ادا کر دیا ہے لیکن آخری شرط ابھی رہ گئی۔ اسے بھی پورا کر دو تو تمہاری درخواست یقیناً قبول کر لی جائیگی۔ عرض کیا وہ کیا ہے۔ وزیر نے کہا شہزادی کے کان کے آویزوں کیلئے دو بڑے سفید موتی مطلوب ہیں۔ فقیر آج دوسری مرتبہ گھائل ہوا لیکن مایوس نہ تھا۔ صبح ہوئی تو اللہ کا نام لے کر عشق کی آخری مہم پر روانہ ہو گیا۔

کئی دن چلنے کے بعد سمندر کے کنارے پہنچ کر دم لیا۔ آنکھوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو سمندر اُبل پڑا۔ نظر جھکی تو موجوں کا ایک ریلا جگمگاتے ہوئے موتیوں کا ڈھیر کنارے ڈال کر واپس جا رہا تھا۔ فقیر کی پیشانی سجدہ شکر کیلئے زمین پر تھی۔ سجدہ شکر کی لذتوں سے شاد کام ہونے کے بعد موتیوں کا ڈھیر دامن میں رکھ لیا اور جھومتا ہوا بلخ کی طرف چل پڑا۔ بلخ پہنچ کر سیدھا شاہی محل میں داخل ہوا۔ بھرے دربار میں بادشاہ کے سامنے سارے موتی بکھیر دیئے۔ حیرت سے سارے درباریوں پر سکتے کا عالم طاری تھا۔

وزیر نے کہا تم نے ساری شرطیں پوری کر دیں لیکن ذرا غور کرو کہ ایک گمنام فقیر اور ایک معزز شہزادی کے درمیان جو حیثیت کا فرق ہے اسے کیونکر مٹایا جا سکتا ہے۔ بہتر ہے تم اپنے مطالبے سے دستبردار ہو جاؤ۔ وزیر کا یہ جواب ایک تیز نشتر کی طرح فقیر کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ دل کا نگینہ ٹوٹ گیا۔ پہاڑوں اور سمندروں کا فاتح کامیابی کی منزل کے قریب پہنچ کر شکست کھا چکا تھا کہ اچانک شاہی محل میں شور برپا ہوا۔ بدحواسی کے عالم میں ایک کنیز نے آ کر خبر دی کہ اچانک شہزادی بے ہوش ہو چکی ہے۔ نبض ٹھنڈی ہو رہی ہے اور آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ سارے محل میں کہرام مچ گیا۔ بادشاہ کے پہنچتے پہنچتے شہزادی کی زندگی کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ اس حادثہ پر ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ سارا دربار سوگ میں ڈوب گیا۔

جب تک شہزادی کی تجہیز و تکفین کا سامان ہوتا رہا فقیر سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ شاہی محل سے جنازہ اُٹھا تو ہمراہ چلنے والوں میں فقیر بھی شامل ہو گیا۔ نماز جنازہ کے بعد شہزادی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

سارا شہر سوگوار اداسیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تنہا فقیر اپنی کٹیا میں جاگ رہا تھا۔ سناٹے کی خاموشی اور رات کی تنہائی میں اچانک فقیر اُٹھا اپنا تیشہ لیا اور شاہی محل کے قبرستان میں داخل ہو گیا۔ قبر کی مٹی ہٹائی اور جلد ہی تختے تک پہنچ گیا۔ چند تختے کھولنے کے بعد جونہی کفن کا آنچل نظر آیا۔ اس کے ضبط کا پیمانہ چھلک اُٹھا۔ بے اختیار قبر میں اُترا نعش کو باہر نکالا۔ کندھے پر رکھا۔ ویران جھاڑیوں سے تیز تیز گذرتا ہوا اپنی کٹیا میں پہنچ کر دم لیا۔ کاندھے سے نعش اتار کر نہایت احترام سے ایک گوشے میں لٹا دیا۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی دعا عرش سے ٹکرائی تو دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آنے والا حکیم تھا اور ساتھ ہی دواؤں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ایک ملازم بھی تھا۔

کٹیا کے اندر داخل ہوتے ہی طبیب نے شہزادی کا کفن اُٹھایا۔ نبض پر ہاتھ رکھا اور فقیر کو آواز دی۔ شہزادی کی موت واقع نہیں ہوئی یہ سکتے کی حالت میں ہے۔ دوا کی ایک شیشی نکال کر فقیر کو دیتے ہوئے کہا نہایت تیزی سے شہزادی کے تلووں کی مالش کرو۔ ایسے کرتے ہوئے اس کی نگاہیں شہزادی کے چہرے پر جم گئیں۔ چند لمحے بعد شہزادی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ فقیر یہ کرشمہ دیکھ کر خوشی سے جھوم اُٹھا۔ اچانک ایک اجنبی ماحول میں اپنے آپ کو دیکھ کر شہزادی حیران رہ گئی۔ کفن کے آنچل سے منہ ڈھانپتے ہوئے کہا۔

''میں اس وقت کہاں ہوں اور میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔''

فقیر نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں۔ آپ اس وقت ایک محفوظ پناہ گاہ میں ہیں۔ اس کے بعد سارا واقعہ تفصیل سے بیان کر دیا۔ شہزادی حیرت میں ڈوبی ہوئی سنتی رہی۔ سارا ماجرا سن لینے کے بعد شہزادی کو عشقِ صادق کی حمایت میں قدرت کی کارفرمائی کا یقین آ گیا۔

طبیب نے فقیر کو سامنے بٹھایا اور اپنے ملازم کو شاہد بنا کر ایجاب وقبول کی رسم ادا کر دی اور فرشتہ غیب کی طرح دعا مانگتا ہوا نظروں سے اُوجھل ہو گیا۔ فقیر کی زندگی کا آج نیا دور شروع ہوا تھا۔ شریکِ غم کی طرح شہزادی نے رفاقت کا حق ادا کر دیا۔ نہایت خندہ پیشانی سے شاہی زندگی غربت وافلاس کے سانچے میں ڈھل گئی۔ فقیر کی کٹیا سے شاہی محل کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ صرف فقیر کیلئے زندہ کی گئی ہے۔

خاندان کی لاڈلی بیٹی کے انتقال کے بعد شاہی محل پر ہمیشہ کیلئے غم چھا گیا۔ دربار کی رونقیں سرد پڑ گئیں۔ ماں باپ بیٹی کی موت کے غم میں اداس رہتے۔ دینی مشاغل سے دلچسپیاں بڑھنے لگیں۔ مسجد، مکتب کی تعمیر اور مجلس واعظ کا انعقاد انکا مشغلہ بن گیا۔ ہفتہ میں ایک دن تعلیمی اداروں کا معائنہ کرنے کیلئے مخصوص تھا۔ آج ایک مکتب کی سالانہ تقریب تھی تمام بچے صاف ستھرے لباس میں بادشاہ کے خیر مقدم کیلئے کھڑے تھے۔ جونہی بادشاہ کی سواری آئی۔ تمام بچوں نے جھک کر سلام کیا۔ ناگہاں بادشاہ کی نظر ایک چار سالہ بچے پر پڑی اور دل اس کی طرف کھینچنے لگا۔ بار بار اسے دیکھنے کی خواہش مچلنے لگی اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور معلم سے دریافت کیا اتنا دلکش چہرہ ریاست میں پہلی بار نظر سے گذرا ہے۔ یہ کسی ارجمند باپ کے چمن کا پھول ہے۔

معلم نے جواب دیا مدرسہ میں داخل ہوئے ابھی چند ہی دن ہوئے ہیں کبھی کبھی اس کا باپ بھی ہمراہ آتا ہے۔ ظاہری وضع قطع سے مسکین آدمی معلوم ہوتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا اس بچے کو اپنے باپ کے ہمراہ دربار میں حاضر کیا جائے۔ فقیر نے شہزادی سے اس کا ذکر کیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اسے محسوس ہونے لگا شاید مَشِیَّتِ الٰہی اس راز کو بے نقاب کرنا چاہتی ہے۔ حاکم کا حکم تھا دوسرے دن فقیر بھیس بدل کر دربار میں حاضر ہوا۔ سیکڑوں نگاہیں بچے کی طرف مرکوز ہو گئیں۔ تخت شاہی سے اُٹھ کر بادشاہ نے بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ نامعلوم طور پر دل کی کشش تیز ہو گئی اور رگوں کا خون جوش مارنے لگا۔ ملکہ دوڑی ہوئی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مانوس شکل وصورت کا بچہ دیکھ کر ملکہ حیرت میں پڑ گئی۔ بے ساختہ بول اُٹھی۔ ذرا غور سے دیکھئے اس کی پیشانی اور ہونٹ ہو بہو مرحوم شہزادی کی طرح ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہو یہ بچہ مجھے دلا دیجئے۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ میں نے معلوم کیا ہے یہ ایک فقیر کا بچہ ہے لیکن کسی کی گود کا کھلونا جبراً چھین لینا انسانی مروّت کے خلاف ہے۔ ملکہ نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا لیکن ایسا کرنے میں کیا حرج ہے کہ اس کے والدین کو بھی رہائش کا انتظام کر دیا جائے۔ بادشاہ نے فقیر سے کہا ملکہ تمہارے بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے کیا تم اس کی اجازت دو گے؟ فقیر نے جواب دیا۔ جہاں پناہ ملکہ کی خوشنودی کی خاطر میں گوارہ کر بھی لوں تو اس کی ماں اسے برداشت نہیں کرے گی۔

بادشاہ نے کہا اگر شاہی محل کے ایک گوشے میں تم لوگوں کی رہائش کا انتظام کر دیا جائے۔ تو کیا

حرج ہے۔ بچہ بھی ماں سے علیحدہ نہ ہوگا اور ملکہ بھی اپنا دل بہلاتی رہے گی۔ فقیر نے کہا میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ میری اہلیہ اسے پسند کرے گی یا نہیں۔ بادشاہ نے کہا تم اس کی فکر نہ کرو تمہاری اہلیہ کو بھی راضی کر لیں گے۔
دوسرے دن ملکہ کی سواری فقیر کی کٹیا کے باہر تھی۔ خوجہ سرا نے فقیر کو اطلاع دی۔ ملکہ تشریف لائی ہیں وہ تمہاری اہلیہ سے ملنا چاہتی ہیں۔ یہ سن کر فقیر کا دل دھڑکنے لگا۔ شہزادی کو اطلاع دی گئی۔ سالہا سال کا مخفی راز آج بے نقاب ہوا چاہتا ہے اب چھپنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔ ملکہ جب کٹیا میں داخل ہوئی تو شہزادی دم بخود کھڑی تھی۔ پہلی نظر پڑتے ہی آنکھ جھپک گئی۔ دوبارہ کھلی تو سکتے کا عالم طاری ہوا۔ تھوڑی دیر بعد منہ سے ایک چیخ نکلی۔ شہزادی کی فوراً ہی دوسری چیخ بلند ہوئی۔ دفنائی ہوئی بیٹی کیونکر زندہ ہوسکتی ہے۔ ایک ناممکن بات کبھی واقع نہیں ہوسکتی یہ صرف نظر کا دھوکہ ہے۔

ملکہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا۔ کیا واقعی شہزادی ہو۔ میری لختِ جگر ہو۔ سچ بتاؤ تم کون ہو۔ شہزادی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا یقین کیجئے میں سچ مچ آپ کی شہزادی ہوں میں آپ کی وہی بد نصیب بیٹی ہوں جسے مُردہ سمجھ کر دفنا دیا گیا تھا۔ کرشمہ قدرت سے دوبارہ جی اُٹھی ہوں۔ صرف ایک سچے اللہ والے فقیر کیلئے زندہ کی گئی ہوں۔ اسکے بعد شہزادی نے تفصیل سے ساری سرگذشت بیان کر دی۔ اب بات کٹیا سے باہر نکل چکی تھی۔ بجلی کی طرح سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ چار سال کی مری ہوئی شہزادی اچانک جی اُٹھی ہے۔ بادشاہ نے سنا تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔ یہ سن کر سارا شہر فقیر کی کٹیا کی طرف چل پڑا۔ شاہانہ تزک و احتشام سے فقیر اور شہزادی کا جلوس نکالا گیا۔ نہایت اعزاز کے ساتھ فقیر کو شاہی محل میں اُتارا گیا۔

اب وہ فقیر نہیں تھا بلکہ سلطنت کی آنکھوں کا تارا تھا۔ بادشاہ کا ولی عہد اور بلخ کا بادشاہ تھا۔

تاریخ ولایت میں اس فقیر کا نام حضرت ابراہیم اَدہم بلخی ؒ مشہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(81) اورنگ زیب عالم گیر کا انصاف

جن دنوں حضرت اورنگزیب عالم گیر کی ہندوستان میں حکومت تھی۔ ابراہیم خاں نامی ایک شخص کو بنارس کا کوتوال مقرر کیا گیا۔ چند ہی روز ہوئے تھے کہ سارے بنارس میں اس کے خلاف دہشت پھیل گئی۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک نہایت عیاش اور ظالم شخص تھا اس کی ہولناک نگاہوں سے کسی نوشگفتہ کلی کا بچ نکلنا، بہت مشکل تھا۔ اس کے جاسوس گلی گلی سراغ لگا کر اس کو اطلاع پہنچاتے۔ آہستہ آہستہ کوتوال کی ہوس پرستی اور عیاش مزاجی کی داستانیں پورے شہر میں مشہور ہو گئیں۔ کسی کی بہو، بیٹی کی آبرو اسکی درندگی سے محفوظ نہیں تھی۔ جب تک وہ کسی عصمت کا تازہ خون نہ کر لیتا۔ اس کی رات چین سے نہیں کٹتی تھی۔ بنارس میں اس سے پہلے شقی القلب اور بدمست حاکم پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ کوتوال کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اسی شہر میں پنڈت لالہ رام کی نوجوان بیٹی شکنتلا ایک ایسا ہیرا ہے جس پر آج تک کسی کی نظر نہیں پڑی۔ کوتوال کی طرف سے پنڈت کو پیغام بھیجا گیا کہ ''مجھے خبر ہے کہ شکنتلا نام کی تمہاری بیٹی ہے جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے اپنے گھر کی زینت بنایا جائے۔ لہٰذا اس کی ڈولی سجا کر میرے دروازے تک پہنچا دو۔''

ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اگر اس دوران میرے حکم کی تعمیل نہ ہوئی اور تمہاری بیٹی کی ڈولی میرے دروازے پر نہ لگی تو پھر میرے سپاہی اسے زبردستی اُٹھالیں گے۔ باپ نے بیٹی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا آپ حاکم شہر سے ایک ماہ کی مہلت لے لیں۔ ایک ماہ کی مہلت طلب کی گئی۔ جسکی اجازت دے دی گئی۔

اب شکنتلا نے مردانہ لباس پہنا، سر پر عمامہ، گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی روانہ ہو گئی۔ سلطان نماز جمعہ سے فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کے سامنے شہزادوں کا لباس پہنے ایک نوجوان کھڑا تھا۔ روشن ضمیر بادشاہ کو حقیقت تک پہنچنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ ہوئی۔ نقیب کو حکم دیا اس نوجوان کو دیوانِ خاص میں میرے سامنے پیش کیا جائے۔ اورنگ زیب عالمگیر جونہی دیوانِ خاص میں اپنے تخت شاہی پر براجمان ہوئے۔ نوجوان کو پیش کر دیا گیا۔ سلطان نے حکم دیا دربار فوراً خالی کر دیا جائے۔ سارا دربار خالی ہو گیا تو سلطان نوجوان کی طرف چادر

بڑھاتے ہوئے کہا۔ بیٹی لو یہ دستار اُتار کر چادر اُوڑھ لو۔ ایک اجنبی عورت کو مردوں کے سامنے بے نقاب نہیں رہنا چاہیے۔ اپنی نسوانیت کا رازمت چھپاؤ میں تمہاری فریاد سننے کیلئے تیار ہوں۔ شکنتلا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس نے ساری کہانی بیان کر دی۔ دردناک سرگزشت سننے کے بعد سلطان نے اپنا حکم سنایا۔ ایک مہینے کی مہلت میں اب چند ہی دن باقی رہ گئے ہیں اب تم اپنے شہر لوٹ جاؤ۔ والدین سے کہہ دو کہ وہ فوراً تمہارے ڈولے کا انتظام کریں۔

حکم سن کر شکنتلا کے سارے ارمانوں کا خون ہو گیا اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ گھوڑے پر سوار ہوئی اور بنارس کی طرف روانہ ہو گئی۔ راستے میں بار بار سوچتی کہ بادشاہ نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا پھر کبھی خیال آتا کہ بادشاہ کے منہ سے بیٹی کا خطاب کوئی معمولی چیز نہیں وہ ضرور اس کا حق ادا کریگا۔

مقررہ تاریخ پر شکنتلا کا ڈولا تیار ہو گیا سارے شہر میں کوتوال کے مظالم کی بھیانک دہشت طاری ہو گئی بوڑھا کوتوال خوشی سے پھولا نہیں سمارہا تھا آج ملکہ حُسن اس کے گھر کی دولہن بن رہی تھی۔ ایک سپاہی نے اطلاع دی سرکار! شکنتلا کا ڈولا بہت قریب آگیا ہے۔

بس چند قدم کے فاصلے پر آگیا، بوڑھا کوتوال پیسے لٹانے میں مصروف ہو گیا۔ بنارس کے بھکاریوں میں ایک لوٹ مچ گئی مبارک۔ سلامت کے شور میں کوتوال کا غرور جاگ اٹھا پیسے لٹاتا لٹاتا ڈولے کے قریب پہنچ گیا۔ اب جو نظر اٹھی تو سامنے شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کھڑے تھے۔ کوتوال خوف سے کانپنے لگا دہشت کے مارے سارے جسم کا خون سوکھ گیا بُت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا تھا غصے سے کانپتے ہوئے شہنشاہ نے کہا کیوں۔ بے ننگِ اسلام اسی کرتوت کے لئے تجھے بنارس بھیجا تھا کہ ایک ہولناک ظلم کا تماشہ رچاتے ہوئے تجھے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ کیا تجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ سارا ہندوستان اسلام کی پناہ میں ہے۔ اقوام کی عزت و ابرو اور جان و مال کا تحفظ ایک مسلمان کا سب سے مقدس فریضہ ہے۔ فرطِ غضب سے شہنشاہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اسی دوران دہلی سے چلا ہوا فوجی دستہ بھی آموجود ہوا کوتوال کی طرف اشارہ کر کے شہنشاہ نے سپہ سالار کو حکم دیا اس سیاہ کار کو فوراً کیفر کردار تک پہنچاؤ تاکہ

دوسرے لوگ اس کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔اس کے دونوں پاؤں الگ الگ دو خونخوار ہاتھیوں کی ٹانگوں سے باندھ دیے جائیں اور پوری قوت کے ساتھ ہاتھیوں کو مخالف سمت میں دوڑایا جائے۔ یہاں تک کہ زمین پر اس کے جسم کے ٹکڑے بکھر جائیں شہنشاہ کے حکم کی تعمیل میں فوجی دستہ حرکت میں آ گیا اور کوتوال اپنے انجام کو پہنچ گیا سارا شہر شہنشاہ اورنگ زیب کے انصاف سے گونج رہا تھا۔اور اس کی قوت فیصلہ پر ہر شخص مبہوت ہو کے رہ گیا۔شہنشاہ کے فیصلے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔واقعہ کی اطلاع پاتے ہی شکنتلا کے ماں باپ خوشی سے پاگل ہو گئے۔شکنتلا اپنے گھر جیسے ہی پہنچی شہنشاہ بھی اپنی بیٹی کے گھر پہنچ گئے۔

پہلے مجھے پانی پلایئے۔اس دن سے پیاسا ہوں جس دن سے شکنتلا میرے دربار میں فریاد لے کر گئی تھی۔میں نے اپنے خدا سے عہد کر لیا تھا کہ جب تک میں ایک مظلوم برہمن کو اسکا انصاف نہیں دے لونگا اپنے حلق کے نیچے پانی کا ایک قطرہ نہیں اتاروں گا۔حضرت اورنگ زیب نے وضو کر کے پہلے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی بعد میں کھانا تناول فرمایا جونہی واپس ہونا چاہتے تھے پنڈت لالہ رام ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔جہاں پناہ جس جگہ آپ نے نماز ادا کی اسے ہم اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مسجد کے لئے وقف کرتے ہیں۔شہنشاہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے تانبے کے پترے پر یہ تحریر لکھ کر دے دی اس مسجد کے متولی ہمیشہ اسی خاندان کے لوگ رہیں گے وہ مسجد آج بھی گنگا کے کنارے کھڑی ہے اور اسکا نام دھریرا کی مسجد ہے۔حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفی قادری نے تانبے کے پترے پر حضرت اورنگ زیب کا وہ تاریخی دستاویز بچشم خود ملاحظہ فرمایا ہے۔آج بھی اسی خاندان کا شخص اس مسجد کا متولی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استغفار

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص رات کو (سونے کیلئے) اپنے بستر پر آئے اور تین مرتبہ یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا جنگل کی ریت کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں یا دنیا کے دن رات کے برابر ہوں۔ (جامع ترمذی)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ.

(82) جادوگر فقیر

یہ واقعہ 1935 کا ہے۔ سید شبیر حسن کی صرف ایک اولاد تھی اور وہ تھا سید محمد ہاشم خوبصورت ذہین، فرمانبردار ولی عہد کا اکلوتا لڑکا ہونے کی وجہ سے ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تھا۔ سید شبیر الہ آباد میں میونسپلٹی کے دفتر میں ملازم تھے۔ متوسط گھرانے سے تعلق تھا اس لئے اپنے بیٹے کو میٹرک سے زیادہ تعلیم نہ دلا سکے۔ ہاشم نے میٹرک کے بعد محکمہ پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف میں ملازمت اختیار کر لی۔ جلد ہی وہ انسپکٹر پوسٹ آفس بن گیا۔ بنارس میں ملازم تھا ہولی کی رخصت میں اس نے اپنے گھر الہ آباد میں خط لکھا کہ وہ آ رہا ہے۔ شادی بھی نئی نئی تھی والدین کیساتھ اسکی بیوی بھی سراپاء انتظار تھی۔ ہولی کی چھٹیاں ہو گئیں مگر ہاشم الہ آباد نہیں پہنچا۔

ان دنوں ہندو مسلم فسادات تھے اور یو پی کے کئی شہروں میں حسب معمول فساد ہوا تھا۔ اس وجہ سے گھر والوں کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ ہولی سے ایک روز قبل اس کا انتظار کیا گیا اور پھر دوسرے روز ہندو مسلم فساد بھی ہوا۔ تمام ہسپتال اور کوتوالی وغیرہ میں اس کی تلاش کی گئی کہ کہیں شہر پہنچتے ہی کسی ہندو غنڈے کی بربریت کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ آخر ہولی کے دوسرے روز اس کے والد بنارس پہنچے۔ وہاں ہاشم کے گھر کا نقشہ یہ تھا کہ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کھانا میز پر اس طرح رکھا تھا گویا ابھی کھاتے کھاتے کوئی باہر گیا ہے۔ محلے والوں سے دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا ہم نے پچھلے تین دن سے ہاشم کو نہیں دیکھا۔ دفتر سے بھی اس کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا۔ اب صورت حال کافی تشویش ناک ہو گئی تھی کافی تلاش کے بعد اس کے والد اپنے گھر الہ آباد آ گئے اور گھر میں گویا کہرام مچ گیا۔ پولیس میں گمشدگی کی اطلاع دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ سارا خاندان تلاش میں لگ گیا۔ اخبارات میں اشتہارات دیئے گئے تصویر شائع کی گئی۔ مگر ہاشم کا کوئی سراغ نہ ملا۔ دن گذرتے گئے اُمید نا اُمیدی میں بدل گئی۔ ماں باپ اور عزیز و اقارب نے صبر کر لیا اس سانحہ کو نو سال گذر گئے مگر ہاشم کا کچھ پتہ نہ چلا پھر یکا یک ستمبر 1944 میں حالات نے ایسی کروٹ لی کہ خاندان بھر کے مُندمل شُدہ زخم پھر

سے تازہ ہو گئے۔ ایک رات سید شبیر نماز عشاء پڑھ کر گھر آئے تو باہر دالان میں ایک بوڑھے فقیر کو دیکھا جسکی داڑھی خوفناک حد تک بڑی ہوئی تھی اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ ہاتھ پیر کے ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے خیال کیا کوئی فقیر ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا۔ میں ہاشم ہوں آپ کا بیٹا ہاشم۔ سارے محلے میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ اس جانور نما انسان کو سارا گھر دیکھ رہا تھا کسی کو یقین نہ آیا کہ یہ ہاشم ہوسکتا ہے۔ حجام کو بلا کر حجامت کروائی اور اس نے غسل کیا۔ جب وہ جنگلی جانور سے انسان بنا تو پتہ چلا وہ واقعی ہاشم ہے۔

اسی وقت اس کی بیوی کو خبر دی گئی۔ اس کا سارا خاندان بھی آ موجود ہوا۔ ہاشم پیٹ کے درد میں مبتلا تھا۔ اس کی حالت پوری طرح نارمل نہیں تھی۔ کبھی کبھی بات کرتے ذہنی طور پر غائب ہو جاتا اور ماضی کے حالات یاد کرنے لگتا ہاشم نے اپنی داستان اس طرح بیان کی۔

ہولی کے تہوار سے ایک روز قبل جس شام میں الہ آباد کیلئے روانہ ہونے والا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھانے والا تھا کہ باہر کسی فقیر نے آواز لگائی۔ میں روٹی لے کر باہر نکلا۔ فقیر نے مجھے گھور کر دیکھا اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا جب ہوش میں آیا۔ تو اپنے آپ کو پہاڑ پر پایا۔ جہاں ہر طرف برف جمی ہوئی تھی اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔

ہاشم کی گمشدگی مارچ 1935ء میں ہوئی۔ جب اسے ہوش آیا واقعات کچھ یاد نہیں تھے۔ قیاس ہے کہ وہ فقیر کوئی جادوگر تھا۔ جو اپنے عمل وغیرہ کے سلسلہ میں اسے اغوا کر کے لے گیا تھا۔ ہاشم نے صرف اس قدر بتایا کہ وہ فقیر اسے پہاڑ پر ایک جھونپڑی میں رکھتا تھا اور اکثر میرے گرد ایک حصار بنا کر مجھے چھوڑ کر چلا جاتا تھا۔ میری یادداشت ختم ہو چکی تھی کہ اپنا نام تک بھول گیا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں رہتا ہوں۔

ایک روز یکایک شیر کی گرجدار آواز آئی جس سے اسکے خیالات کا طلسم ٹوٹ گیا اور شیر کو دیکھ کر وہ درخت پر چڑھ گیا اور فقیر کے کھینچے ہوئے دائرے سے باہر نکل گیا۔ پیڑ پر چڑھتے ہی اسے یاد آیا کہ وہ تو ہاشم ہے اور الہ آباد کا رہنے والا ہے بس اتنی یادداشت جاگتے ہی وہ شیر کے جانے کے بعد جس طرف راستہ ملا

بھاگنے لگا۔ خدا معلوم کتنے دن اور کتنی راتیں پہاڑ، جنگل اور دریا عبور کرتے ہوئے وہ ایک شہر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جس کا نام "گونڈے" تھا۔ اس سارے راستے میں اس نے جو بھی ملا گھاس جنگل پھل بیر وغیر کھا کر زندہ رہا۔

ستمبر 1944ء میں رمضان المبارک تھا گونڈے میں مسلم لیگ کے کارکنوں نے اس کیلئے چندہ اکٹھا کیا اور الہ آباد تک کے سفر کا انتظام کر دیا ہاشم کا مکمل علاج کیا گیا۔ اسکی حالت قدرے سنبھلنے لگی مگر جب بھی وہ ماضی کو یاد کرتا اس کی حالت خراب ہونے لگتی۔ 4 اکتوبر 1944ء کو اسے اچانک تمام حالات یاد آنے لگے اور اس نے خوشی سے چلا کر اپنے والد کو آواز دی۔ کہ مجھے سب یاد آ گیا ہے اور قبل اس کے کہ وہ واقعات بتاتا اسے ایک جھرجھری سے آئی اور اس کا تمام بدن لرزنے لگا وہ چکرا کر گرا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دم توڑ دیا۔

سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ والدین، ماموں اور اسکی بیوی کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی ایک بھرا ہوا زخم از سر نو تازہ ہو گیا تھا یہ واقعہ الہ آباد میں اتنا مشہور ہوا کہ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ جس ہاشم کیلئے اس کے والدین صبر کر چکے تھے۔ وہ ساڑھے نو سال بعد ملنے پر دوبارہ بچھڑ گیا۔ پاکستان میں اس واقعہ کی کئی عینی شاہد موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جوامع الکلم

مصیبت: تاجدارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا جسے اسکے مال یا جسم میں کوئی مصیبت پہنچی، اس نے اسے چھپایا اور لوگوں کے سامنے اسکی شکایت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کی بخشش کر دے۔ (مجمع الزوائد)

علاج: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا: دو شفا دینے والی چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لو (یعنی ان کا استعمال ضرور کیا کرو)۔ ان میں سے ایک تو قرآن ہے اور دوسرا شہد ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(83) عورت کو گدھی بنانا

پہلے آپ اس کے ایک چیلے کا واقعہ سینے۔ اس کے چیلے نے اس سے تھوڑا علم حاصل کر کے اپنے آپ کو مانگنے والا فقیر بنالیا اور ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر بھیک مانگتا اور عموماً اس وقت جب لوگ کاموں پر گئے ہوتے۔ جس گھر میں کوئی بچہ بھی نہ ہوتا اور وہ تانک جھانک کرتا اور جس گھر میں کوئی خوبصورت عورت دل کو بھا جاتی اس سے خیرات لیکر اس کو تعویذ دھاگے کے چکر میں پھنسا لیتا۔ اسی طرح ایک مرتبہ وہ بنوں کی ایک سید فیملی کے دروازے پر گیا۔ معمول کے مطابق مرد گھر میں موجود نہیں تھے خیرات دینے کیلئے عورت دروازے پر آئی۔

فقیر نے کہاں کہ میں تم سے خیرات نہیں لیتا میرا علم کہتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے بس تم اپنے تھوڑے سے بال مجھے دو میں تمہارے جادو کا توڑ کرونگا۔ وہ عورت بھی سید زادی تھی کہنے لگی اچھا لاتی ہوں، اندر جا کر اس نے (گائے کا جو بچھڑا مر جاتا ہے اسکے چمڑے میں بھس بھر دیتے ہیں) اس چمڑے کی دم سے بال کاٹ کر لے آئی اور اس فقیر کو دے دیئے۔ وہ فقیر بھی بڑا خوش کہ چلو اک نیا شکار پھنسا لیا۔ جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے فقیر کی پوری بات بتائی۔ شوہر نے کہا اچھا کیا۔ پھر کھانا کھا کر آرام کرنے لگا جب رات ہوئی تو جس کمرے میں گائے وغیرہ تھی اس کمرے سے آواز آنے لگے اس کا شوہر اٹھا اور جانوروں کے کمرے میں گیا اور یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ گائے کے بچھڑے کا چمڑا اُچھل رہا ہے۔ عورت کا شوہر پوری بات سمجھ گیا اس نے دروازہ بند کیا اور اپنے دو دوست ساتھ لیے اور گھاس کاٹنے والا آرہ لیا پھر کمرے کا دروازہ کھول دیا اب چمڑہ اچھل اچھل کر ایک طرف چل پڑا۔ پیچھے وہ اور اس کے دوست چھپتے چھپاتے تعاقب کرتے رہے۔ اب وہ چمڑا قبرستان میں داخل ہو گیا اور بالکل قبرستان کے درمیان میں وہ فقیر جھونپڑے کے باہر اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ حیران ہوا کہ عورت کی بجائے کوئی اور چیز اسکی سمت آ رہی ہے۔ پھر عورت کے شوہر نے آ کر اس کو پکڑ لیا۔ اس نے کہا کہ میں غلط تھا میں نے عورت کا غلط استعمال کیا مگر

اب میں توبہ کرتا ہوں مگر اس عورت کے شوہر نے کہا کہ میں پھر تمہیں مہلت دیکر اور گھروں کو خراب کرنے نہیں دونگا اور اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا، بعد میں پولیس کو ساری تفصیل بتا دی کیس چلا اور وہ باعزت بری ہو گیا۔

اب سُنیے اس فقیر کو یہ عمل سکھانے والے جادوگر کا حال۔۔۔۔جب بھی کوئی عورت اسکے پاس کوئی جادو کی غرض سے آتی تو وہ پہلی بات کرتا مجھ سے پردہ نہیں کرو، اگر کوئی نوعمر لڑکی یا عورت دل کو بھا جاتی تو اسکا بائیوڈیٹا تو پہلے ہی پوچھ چکا ہوتا اور پھر کہتا جب تمہیں ایام آئیں تو پھر آنا اور عورتیں بھی اپنا مقصد پانے کیلئے اس کی ہر بات پوری کرتیں اور جب رات ہوتی تو وہ اپنے عمل کے زور سے اپنی مطلوبہ لڑکی یا عورت کو اپنے کنٹرول میں کر لیتا اور بالکل اس کے قابو میں ہوتی، عورت آدھی رات کے بعد اپنی نیند سے اُٹھتی گھر کے باہر جیسے ہی وہ قدم نکالتی وہ عورت گدھی کا روپ دھار لیتی اور وہ گدھی چلتی چلتی سیدھا اس جادوگر کے دروازے پر۔بس وہ عورت یا لڑکی پوری طرح اس جادوگر کے قبضے میں۔۔۔اس کا غلط استعمال کرنے کے بعد پھر اس عورت گدھی کا روپ دیکر واپس کر دیتا اور وہ اپنے گھر پہنچ کر صحیح حالت میں آ جاتی۔اس طرح اس نے اپنے جادو سے ہر کسی کا نقصان کیا خاص کر عورتوں کا۔۔۔جس کی قیمت ان عورتوں کو بہت بڑی چکانا پڑتی مگر صرف اور صرف دنیاوی مفاد کی خاطر عورتیں اسکے اڈے پر پروانوں کی طرح موجود ہوتیں۔

اس کی موت اتنی اذیت ناک تھی کہ جس نے دیکھا اللہ سے پناہ مانگی۔ پورا ایک مہینہ وہ نزع کی حالت میں تھا مگر اس کی روح جسم سے نہیں نکلتی تھی، بہت مشکل سے ایک ماہ نزع کی حالت میں رہ کر جب اسکی روح نے پرواز کی تو زمین اسے جگہ دینے کو تیار نہ تھی، پوری تین جگہ اسکی قبر کھودی گئی مگر ہر جگہ نہایت ہی سخت تھی، بمشکل جب قبر تیار ہوئی تو اس میں بچھو اور سانپ موجود تھے، دوسری جگہ قبر بنائی گئی تو وہاں بھی سانپ اور بچھو اور پھر تیسری جگہ جب قبر تیار ہوئی تو سابقہ حالات سے ہی پالا پڑا۔قبر بنانے والے لوگ زمین کھود کھود کر تھک چکے تھے۔اس لیے اُنہوں نے تیسری مرتبہ وہی حالات دیکھ کر کہا کہ مزید ہم کھودائی نہیں کر سکتے۔اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ میت کو اس قبر کے حوالے کر دیں۔مشترکہ فیصلہ کر کے اس قبر میں پھینک کر قبر بند کر دی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(84) آگ کی ہنڈیا

جس زمانے کا یہ ذکر ہے ان دنوں سواری کی سہولت بہت کم میسر تھی۔ ویسے بھی وہ اللہ کے بندے بہت مضبوط جسم کے مالک تھے اور کئی کئی میل با آسانی پیدل سفر فرمالیا کرتے تھے۔

ان دونوں حج بیت اللہ کے لئے کم از کم چھ ماہ کا عرصہ درکار ہوتا تھا۔ وہ سرکاری ملازم تھے۔ اُنہوں نے حج بیت اللہ اور بغداد میں موجود زیارت گاہوں پر جانے کا قصد فرمایا اور تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران انکی ملاقات ایک ایسے شخص جو شب و روز کا بیشتر وقت نہایت عجز و انکساری کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول رہتے اور خدائے عزوجل سے اپنے معاصی کی معافی چاہتے۔

ماموں جان مرحوم اور ان بزرگوار میں اچھی خاصی دوستی ہوگئی۔ ویسے بھی انسان کی فطرت ہے کہ پردیس میں جب انسان اپنے اعزہ سے دور ہو تو وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ راہ و رسم بڑھا کر اپنا وقت اچھی طرح گزارنا چاہتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔ جب مناسک حج سے فراغت کے بعد ماموں جان زیارت گاہوں کے لئے روانہ ہونے لگے تو ان سے بھی واپسی کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان صاحب نے وضاحت فرمائی کہ میں تو اب بقیہ زندگی کے دن یہیں پورے کرونگا کیونکہ میں گھربار اور وطن چھوڑ چکا ہوں۔ ماموں جان نے انکے اہل و عیال کے متعلق جاننا چاہا تو اُنہوں نے بتایا کہ سب ہیں۔ مگر میں نے سب سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ لہٰذا اب وطن لوٹنے کا قطعی ارادہ نہیں ہے۔

ماموں جان کے بہت اصرار پر وہ یوں گویا ہوئے کہ میں بنگال کا رہنے والا ہوں۔ جہاں کا جادو بہت مشہور ہے میں بھی انتہائی ماہر جادوگروں میں شمار ہوتا تھا۔ بلکہ بنگال اور گردونواح میں میرے نام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ اور لوگ بھی میرے پیشہ کے ماہر تھے۔ اکثر اوقات کسی کو کامیابی دوسروں کے لئے حسد اور رقابت کا باعث بھی بن جاتی ہے۔ میرے لئے بھی کئی لوگوں کے دلوں میں پرخاش تھی۔ میں ایک رات اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک دم گھبرا کر بیدار ہوگیا۔ دیکھتا ہوں کہ ایک جادو کی ہنڈیا بہت تیزی

سے میری طرف دوڑتی ہوئی آ رہی ہے جس میں آگ بھری ہوئی تھی۔ اس ہنڈیا کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ مجھے اپنی موت آنکھوں کے سامنے ناچتی ہوئی محسوس ہوئی عموماً گھبراہٹ میں انسان کو کچھ نہیں سوجھتا۔ میرے بھی خوف اور پریشانی کے باعث پسینے چھوٹ گئے اور موت کو سامنے پا کر میں نے آنکھیں بند کر کے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور تصور میں اپنے آپ کو مردہ دیکھنے لگا مگر یہ کیا؟ میرے خیال کے مطابق مجھے اتنی مہلت نہیں ملنی چاہیے تھی۔ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ آگ کی ہنڈیا دروازے کے باہر کھڑی ہے اب مجھے کچھ حوصلہ ہوا تو میں نے جاننا چاہا کہ کس چیز نے ہنڈیا کو اندر آ کر مجھے جھلسنے سے روکا ہے۔ وہ کلام الٰہی تھا جو پرانے زمانے کے دستور کے مطابق دروازے کے اوپر بنی ہوئی شیلف پر لکھا ہوا تھا۔

اس بات سے مجھے تقویت ملی۔ پہلے تو میرا جی چاہا کہ اس ہنڈیا کو اپنے عمل سے زائل کر دوں مگر پھر میرے دل نے کہا تم کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر رہے جو شخص تمہاری جان کے درپے ہوا ہے تم بھی اسے اسی پر الٹ بھیجو۔ لہٰذا میں نے اسکے گھر کے کسی اور فرد کو گزند نہیں پہنچایا اس ہنڈیا پر عمل کیا وہ واپس بھاگتی ہوئی کرنے والے کی طرف لوٹ گئی۔ مجھ پر وار کرنے والا تو اپنی دانست میں مجھے ختم کر کے بےفکر سو رہا ہوگا۔ کہ ناگہانی آفت اس پر پہنچ گئی۔ صبح اس شخص کے جل کر مر جانے کا کہرام مچا ہوا تھا۔ میرے علاوہ کسی کو یہ خبر نہ ہو سکی کہ یہ کس طرح اپنے کمرے کے اندر جھلسا ہوا مردہ پایا گیا ہے۔

واضح ہو کہ ہنڈیا سے صرف میرا بدخواہ ہی اپنی موت آپ مرا تھا۔ اسکے علاوہ ہنڈیا نے کسی اور چیز کو گزند نہیں پہنچائی تھی۔ میں بھی اپنے ہم پیشہ کی موت کا سن کر افسوس کے لئے گیا ہوا تھا اس دن کے بعد میں نے یہ شیطانی کام چھوڑ کر توبہ کر لی۔ اس پاک کلام کی بدولت اسکے نازل کرنے والے کا سچا بندہ بن کر بقیہ زندگی یہیں گزار کر اپنے معاصی کی معافی مانگنے کا ارادہ ہے۔ جس نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔ مرتے دم تک اس مقدس سرزمین پر زندگی کے دن پورے کرونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(85) پانچواں دروازہ

پیش گوئی کیا ہوتی ہے اس کا سادہ جواب یہ ہے نجومی ستاروں کی چال سے اور پانسہ پھینکنے والے فال نکال کر مستقبل کے بارے میں اندازہ لگا لیتے ہیں۔ کئی نجومی ایسی پیش گوئی کرتے ہیں جس میں جزائیات تک شامل ہوتی ہیں اور یہ کبھی نہیں بتاتے کہ یہ پیش گوئی اُنہوں نے کیسے کی اس حوالے سے ایک بہت بڑا نام کیرو کا ہے۔ جس کی بعض پیش گوئیاں دنیا کو حیران کرنے کیلئے کافی تھیں۔

مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم ماہر فلکیات ابوریحان البیرونی کے نام سے گذرے ہیں انکی ایک پیش گوئی فوراً پوری ہوئی اور محمود غزنوی کو حیران ہی نہیں بلکہ مشتعل بھی کر گئی۔ ''عمر خیام'' کے شاگرد ''نظامی عروضی'' نے اپنی کتاب ''چہار مقالہ'' میں البیرونی اور محمود غزنوی کا واقعہ اس طرح درج کیا ہے۔

محمود غزنوی باغ ہزار میں درخت کے پاس بیٹھا تھا اس کے ساتھ البیرونی بھی تھا جہاں وہ بیٹھے تھے وہ چار دیواری تھی جس کے چار دروازے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے اچانک البیرونی سے پوچھا میں تھوڑی دیر میں باہر نکلوں گا تم حساب لگا کر بتاؤ کہ میں ان میں سے کس دروازہ سے باہر نکلوں گا البیرونی نے اصطرلاب (پیشگوئی کا آلہ) منگوایا۔ ارتفاع لیا اور ستاروں کا حساب لگایا پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنا نتیجہ ایک کاغذ پر لکھ کر اسے قالین کے نیچے ڈال دیا۔ محمود غزنوی نے پوچھا حساب لگا لیا؟ البیرونی نے ہاں میں جواب دیا۔ محمود نے کدال اور پھاوڑہ منگوانے کا حکم دیا اور ملازموں سے کہا مشرق کی طرف رُخ کر کے پانچواں دروازہ کھولا جائے۔ چنانچہ دیوار توڑ کر پانچواں دروازہ نکالا گیا اور غزنوی اس میں سے باہر آ گیا۔ باہر جا کر اس نے قالین کے نیچے رکھا جانے والا کاغذ منگوایا اور اسے کھول کر پڑھا اسمیں لکھا تھا۔ ''سلطان ان چاروں دروازوں میں سے کسی سے بھی باہر نہیں نکلیں گے اس کی بجائے وہ مشرق کی طرف پانچواں دروازہ کھول کر اس میں سے باہر نکلیں گے۔''

سلطان محمود کو تعجب تو ہوا لیکن وہ اس ''غیر شرعی'' پیش گوئی پر بہت مشتعل ہوا۔ اسی اشتعال میں اس

نے حکم دیا کہ البیرونی کو عمارت کی چاردیواری سے نیچے باہر کی طرف گرا دیا جائے۔البیرونی کو باہر پھینک دیا گیا لیکن وہاں ایک جال پہلے سے البیرونی نے لٹکا رکھا تھا وہ اس میں گرا اور مرنے یا زخمی ہونے سے بچ گیا۔

سلطان نے اسے بلا کر پوچھا کہ تمہیں گویا یہ بھی پتہ تھا کہ میں ایسا حکم دونگا۔البیرونی نے کہا جی ہاں مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔سلطان نے پوچھا اس کا کیا ثبوت ہے۔ابوریحان نے اپنے ملازم کو بلوایا اور اس کے دیئے گئے اپنے تحریری حکم نامہ طلب کیا جس میں لکھا تھا کہ دیوار کے باہر ایک جال لٹکا دیا جائے۔ سلطان اور بھی غصہ میں آ گیا اور البیرونی کو قید کرنے کا حکم دیا البیرونی کئی مہینے غزنی کے قلعہ میں قید رہا۔اسے قید ہوئے چھ ماہ گذر گئے تھے ایک روز البیرونی کا وہ غلام جو قید کے دوران اسکی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔غزنی کے بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک نجومی نے اسے بلایا اور اس سے دو درہم طلب کیے۔غلام نے اسے دو درہم ادا کر دیئے جس پر فال گو نے کہا تیرا آقا مصیبت میں مبتلا ہے آج سے ٹھیک تیسرے دن رہا ہو جائے گا۔ غلام نے آ کر یہ بات البیرونی کو بتائی۔وہ ہنسا کہ پتہ نہیں کون تھا اور کہا تو نے دو درہم یونہی ضائع کر دیئے۔ اسی دوران ایک بزرگ ''حسن مہندی'' سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے اور البیرونی کو رہا کرنے کی سفارش کی۔سلطان نے کہا البیرونی کی دو پیشنگوئی سے ایک بھی غلط ثابت ہو جاتی تو میں اسے قید نہ کرتا۔چلو ٹھیک ہے کل اس کی رہائی کا حکم دے دیا جائے گا۔چنانچہ تیسرے روز فال گو کی پیش گوئی کے عین مطابق البیرونی کو رہا کر دیا گیا۔بادشاہ نے ازالہ کے طور پر البیرونی کو ایک گھوڑا، طلائی زین، جُبہ دستار، ایک ہزار دینار، ایک غلام اور ایک کنیز دینے کا حکم دیا۔

البیرونی رہا ہو کر واپس آیا تو اسے فال گو کی پیش گوئی یاد آئی تلاش کر کے اسے بلایا گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بالکل جاہل اور ان پڑھ تھا۔البیرونی نے اس سے پوچھا تمہارے پاس زائچہ پیدائش موجود ہے۔اس نے دکھایا البیرونی نے دیکھا تو معلوم ہوا اسکے درجہ طالع کے عین درمیان ''فہم الغیب'' موجود تھا۔ یعنی وہ صلاحیت جس کی بدولت وہ جو بھی پیش گوئی کرتا وہ پوری ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(86) موت کے بعد روح سے ملاقات

کاونٹ کیرو کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ عصر حاضر کا عظیم الشان مُنجم، دست شناس اور ماہر علم الاعداد تھا۔ ایک مرتبہ لندن کے ایک امیر کبیر شخص نے اسے بلا کر کہا۔ مسٹر کیرو میرا ایک معزز دوست آپ کو اپنا ہاتھ دکھانا چاہتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ محض ہاتھ دیکھنے پر اکتفا کریں اس کی شکل وشباہت دیکھنے کا تقاضا نہ کریں۔ ''کیرو'' کہنے لگا مجھے یہ شرط منظور ہے چنانچہ ایک دن کیرو نے اس پس پردہ شخص کا ہاتھ دیکھا اور دیکھتے ہی کہنے لگا باقی باتیں تو بعد میں بتاؤں گا سب سے پہلے میں یہ بتادوں کہ یہ ہاتھ کسی بادشاہ کا ہے۔

یہ سنتے ہی پس پردہ شخص باہر نکل آیا وہ انگلستان کا بادشاہ ایڈورڈ ہفتم تھا۔ وہ کیرو سے کہنے لگا میں تمہارے علم کا قائل ہوگیا ہوں میں اور کچھ پوچھنا نہیں چاہتا صرف اتنا بتادو کہ میں کس سن میں فوت ہونگا۔ کیرو نے اس کے نام کے اعداد نکالے، حساب لگا کر بتادیا کہ آپ 1910 میں وفات پائیں گے چنانچہ ایڈورڈ ہفتم اس سن میں فوت ہوا۔

کیرو کی مہارت فن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں شاہ ایڈورڈ ہفتم، لارڈ کچنر کی وفات، روس کے آخری زار کا قتل، یہودیوں کی سلطنت، اسرائیل کے قیام اور جاپانیوں کے برطانوی ہند پر حملے کے متعلق جتنی پیش گوئیاں کیں وہ سب حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ کیرو نے یہ مہارت مصر، عرب اور ہندوؤں کی قدیم کتب نجوم اور علم الاعداد کے پچاس سالہ گہرے مطالعے اور تجربے کے بعد حاصل کی تھی۔ اپنے والد کے مرنے کے بعد اس کی ملاقات کیسے ہوئی۔ اسکی تفصیل درج ذیل ہے وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت ایسا تھا جب مجھے بھی اپنی زندگی میں اس کا یقین نہ آتا تھا کہ انسان مرنے کے بعد بھی کبھی اس دنیا میں واپس آسکتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ میری زندگی میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ مارچ 1896ء میں جب میں امریکہ میں مقیم تھا مجھے اپنے والد کی بیماری کی اطلاع ملی۔ میں فوراً انگلستان روانہ ہوگیا۔ میرے والد تکیوں کے سہارے لیے بمشکل بول سکتے تھے اُنھوں نے بہت سی ایسی باتیں بتائیں جن سے میں بے خبر

تھا۔ بہت سے قیمتی جائیداد کے کاغذات۔ اُنہوں نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔ لندن کی ایک دوکان میں پڑے ہیں۔ فرشتہ موت نے انہیں بولنے کی مہلت نہ دی اور وہ اس راز کو اپنے سینے میں لئے ہمیشہ کے لیے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تین سال گذر گئے ایک دن اخبار میں اشتہار دیکھا آج شام مسٹر سیل ہنک اپنے مکان میں مجلس منعقد کریں گے اور روحوں کو بلائیں گے۔

بروقت میں اس جگہ پہنچا جہاں ترانہ حمد کے ساتھ مجلس کا آغاز ہو رہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ تعالٰی ہماری رہنمائی فرما اور اچھی راہ پر چلا۔ ہلکی سی روشنی کے ساتھ مجلس میں تمام نشستیں پُر ہو چکی تھیں۔ عامل میرے قریب بیٹھا تھا میں صاف طور پر اس کا چہرہ دیکھ سکتا تھا ایک بوڑھا آدمی کچھ عمل پڑھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک دھواں سا میرے سامنے نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ وہ چیز غیر شفاف ہوتی گئی میں نے دیکھا ایک انسان کا سراپا میرے پاس آیا اور مجھے تھپکی دی۔ ترانہ حمد پھر پڑھا گیا بتدریج میرے مرحوم والد کی شبیہہ نمودار ہونے لگی۔ مجھے یہ سوچ کر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ ہو بہو میرے والد کی شکل بنانے میں کس طرح کامیاب ہو گئے۔

میرے والد کی شکل مجھ سے اور قریب ہو گئی اب میں ہر لفظ بہ آسانی سن سکتا تھا۔ بالکل میرے والد کی آواز تھی۔ وہی لہجہ، وہی تلفظ اپنی ماں سے کہنا آج رات میں تم سے ملاقات کرونگا۔ میرے والد نے کہا بیٹا مرتے وقت میں تجھے جائیداد کے کاغذات کی تفصیل نہ بتا سکا۔ میرا حلق مفلوج ہو گیا تھا۔ میری یہ تمنا تھی کہ تم سے مل کر یہ راز تمہیں بتا دوں۔ غور سے سنو مسٹر ینڈ میں ایک گرجا کے پاس ایک چھوٹی سڑک ہے اس کے بائیں جانب ایک پیتل کی پلیٹ پر "ڈیوس اینڈ سینس سالسیٹر لیس" درج ہو گا۔ انہی کے پاس وہ کاغذات ہونگے اس وقت میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دوسری روحیں بھی اپنے احباب سے کچھ نہ کچھ کہنے کیلئے بے قرار ہیں۔

میں نے کہا والد صاحب آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اس مجلس میں حاضر ہونگا۔ انہوں نے کہا مجھے اس کا علم نہ تھا البتہ جب سے میں مرا ہوں۔ یہ باتیں تمہیں بتانے کیلئے میں بے قرار تھا میں نے اللہ تعالٰی سے دعا کی تھی اور کسی نہ کسی طرح یہاں کھنچا چلا آیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے روشنی کی کرن کے پیچھے

پیچھے چل رہا ہوں اور آخر میں مجھے تمہارا چہرہ نظر آ گیا۔ اللہ نے میرے دعا قبول کر لی تھی۔

دوسرے دن مطلوبہ جگہ پہنچا وہ پتیل کی پلیٹ نظر آئی میں وہاں داخل ہوا اور اپنے کاغذات حاصل کر کے گھر لوٹ آیا۔ میں کسی روحانی سوسائٹی کا ممبر نہیں ہوں۔ لیکن 1899ء کے بعد اب تک اس قسم کے سیکڑوں واقعات سے دوچار ہو چکا ہوں اور پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تین محبوب چیزیں

1) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِس دنیا میں تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی۔ ☆خوشبو ☆عورتیں (سلیقہ شعار، عفت مآب، اطاعت گزار) ☆میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

2) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے بجا ارشاد فرمایا، اس دنیا میں مجھے بھی تین چیزیں محبوب ہیں۔ ☆رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور کا دیدار ☆اپنا مال و منال رسول اللہ ﷺ پر خرچ کرنا۔ ☆اور یہ کہ میری بیٹی رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں ہے۔

3) حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بڑی محبوب ہیں۔ ☆نیکیوں کا حکم دنیا۔ ☆برے کاموں سے روکنا۔ ☆اور پرانا کپڑا (پہننا)۔

4) حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بڑی محبوب ہیں۔ ☆بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔ ☆ننگوں (بے لباس) کو کپڑے پہنانا۔ ☆قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

5) حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے بھی اس دنیا میں تین چیزیں بڑی محبوب ہیں۔ ☆مہمان کی خدمت کرنا۔ ☆گرمیوں میں روزے رکھنا۔ ☆تلوار سے (دشمنان اسلام) کے خلاف جہاد کرنا۔ (سنن نسائی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(87) چالیس دن بعد زندہ ہونے والا فقیر

ہندوستانیوں کے یوگیوں اور سنیاسیوں سے کئی قسم کے محیر العقول واقعات منسوب ہیں۔ان میں سے ایک حبسِ دم (جسے عرف عام میں سانس روکنے کا عمل بھی کہا جاتا ہے) کا مظاہرہ بھی ہے جو پچھلے زمانے میں کثرت سے دیکھنے میں آتا تھا۔ باوجود تحقیق کے حبسِ دم کی حقیقت کا آج تک کسی کو علم نہیں ہو سکا۔ بعض لوگ اسے سانس روکنے کی مشق کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مشق جتنی کثرت سے بھی کی جائے اور اس پر جتنا بھی عبور حاصل کر لیا جائے۔ سائنس اس ناقابل شکست اُصول کو کس طرح توڑ سکتی ہے کہ سانس بند ہونے کے بعد کوئی ذی روح چند منٹ سے زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ سانس روکنے کی مشق کے علاوہ بھی کوئی ٹونا یا طلسم اس مظاہرے کا حصہ ہے۔ اسکے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

انیسویں صدی کی شروع میں لارڈ آک لینڈ ہندوستان کا گورنر جنرل تھا انکے ملٹری سیکرٹری ڈبلیو جی آسبورن نے اپنی کتاب میں حبس دم کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے لاہور میں ایک فقیر نے دعویٰ کیا کہ وہ بند صندوق میں کچھ کھائے پیئے بغیر غیر معینہ عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے۔ رنجیت سنگھ نے جب یہ دعویٰ سنا۔ تو اسے آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے فقیر کو لکڑی کے ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے اس کے ڈھکنے پر بڑا سا قفل لگا دیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ صندوق ایک مکان کے تہہ خانہ میں رکھوا دیا اور مکان کو بھی تالا لگا دیا۔ پھر اس مکان کے باہر کے دروازے کو اینٹوں سے چنوا کر بند کر دیا گیا اور سپاہیوں کا ایک دستہ اس مکان کے سخت پہرے پر مقرر کر دیا گیا۔ چالیس دن رات تک اس مکان کی نگرانی جاری رہی۔ چالیس دن کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے پوتے اور چند سردار اور جنرل ونتورا اور ڈاکٹر میکریگر کے ہمراہ اس جگہ پہنچا جہاں فقیر کو صندوق میں بند کر کے رکھا گیا تھا۔ چنے ہوئے دروازے کی اینٹیں اکھاڑی گئیں۔ پھر مکان کا تالا کھولا گیا اور پھر صندوق کھولا گیا جس میں فقیر بند تھا فقیر سفید چادر میں لیٹا ہوا تھا اور لگ رہا تھا کہ مر چکا ہے۔

اس کے بازو اور ہاتھ پہلوؤں سے جڑے ہوئے تھے۔ پہلے اس کے سر پر گرم پانی ڈالا گیا پھر آٹے کی گرم روٹی اس کے سر کی چوٹی پر رکھی گئی اور پھر موم کی ایک گولی جو اس کے نتھنے میں رکھی گئی تھی نکالی گی۔ اس پر اس نے زور سے سانس لیا اب جو اس کا منہ کھول کر دیکھا گیا تو پتہ چلا کہ اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی ہے اسے اس کی اصل جگہ پر لایا گیا پھر اس کے جسم اور ہونٹوں پر گھی سے مالش کی گئی۔ اسکی نبض اب بھی بند تھی لیکن جسم میں گرمی آچکی تھی اس کے بعد اس کی ٹانگیں اور بازو اچھی طرح سہلائے گئے اور آنکھوں پر بھی گھی کی مالش کی گئی اس کی آنکھیں کھل گئیں تو پتلیاں بے نور اور پھیلی ہوئی تھیں۔ کچھ لمحوں بعد آہستہ آہستہ لاش میں زندگی کی علامتیں رونما ہونے لگیں۔ یوں لگا جیسے وہ بولنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن کمزوری سے بول نہیں پا رہا۔ آخر اس نے کچھ الفاظ منہ سے نکالے لیکن اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ کچھ سنائی نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز بحال ہوگئی پھر اس نے اپنے اردگرد کھڑے بعض آدمیوں کو پہچان لیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بھی کلام کیا۔ مہاراجہ نے فقیر کے اس کارنامہ پر توپوں کی سلامی کا حکم دیا اور سونے کا ایک وزنی ہار اس کے گلے میں ڈال دیا اور کچھ تحائف بھی دیئے۔

فقیر نے دعویٰ کیا کہ اس نے چالیس دن اور رات کے عرصے میں اپنا سانس مکمل طور پر بند کر لیا تھا۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے سارا وقت ایک خوشگوار سمادھی میں گذارا۔ اہل ہند کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ریاضتوں کی مدد سے کئی کئی دن نہایت قلیل خوراک پر اپنے آپکو زندہ رکھ سکتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ لمبے عرصے کی ریاضت کے بعد یہ لوگ چند منٹ تک پھیپھڑوں میں ہوا کو بھی بند کر سکتے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں سکی کہ ہاضمے اور تنفس کا عمل اتنی دیر تک کس طرح روکا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(88) انسانی قالب میں داخل ہونے والا سادھو۔

روزانہ شام کو دریا کی سیر میرا معمول تھا۔ ایک دن شام کو گھر سے نکلا اور دریا کی طرف چلا گیا۔ دریا میرے گاؤں سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آج میلے کا دن تھا دور دور سے دیہاتی اس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ لوگوں کا ایک گروہ جب قریب آیا۔ تو میری نظر ایک سولہ، سترہ سال کی لڑکی پر پڑی جو سب سے آگے چل رہی تھی۔ دیکھتے ہی میں اس میں محو ہو گیا اور جب تک اسے دیکھ سکا دیکھتا رہا اور پھر دیر تک خلا میں اس طرف دیکھتا رہا اس سے آپ میری خود وارفتگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میری ساری ہستی کو سمیٹ کر لے گئی ہے۔ اس نے بھی مڑ مڑ کر کئی بار مجھے دیکھا میں نے اس کا خیال دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن جتنا بھی بھولنا چاہتا تھا اتنا ہی وہ یاد آتی تھی۔ رفتہ رفتہ میری یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت اُٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے وہ میری نظر کے سامنے رہتی حتیٰ کہ میں بیداری کی حالت میں اس کے خواب دیکھنے لگا۔ اب ہر روز دریا پہ جا کے اس جگہ بیٹھ جاتا جہاں اس سے میری آنکھیں چار ہوئی تھیں۔ پندرہ دن گذر گئے میرے جنون میں کمی نہ آئی۔

دریا کے کنارے بیٹھے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی میں نے دیکھا وہ پھر آ رہی ہے اس دفعہ وہ بالکل اکیلی تھی۔ میرے اندر جذبات کا طوفان برپا تھا۔ میں بے ساختہ اس کی طرف دوڑ پڑا۔ پھر۔۔۔۔۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ یعنی میری قوت متخیلہ تھی اور میرے حواس کا دھوکا تھا۔ میں نے اسے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا مگر وہ نظر نہ آئی۔ میرے قریب ایک لمبے چوغے والا سادھو کھڑا تھا۔ وہ کچھ فاصلے پر اپنی کٹیا میں رہتا تھا۔ لوگ اناج وغیرہ اسے لا دیتے اس طرح اسکی گذر اوقات ہو جاتی۔

سادھو نے مجھ سے پوچھا بیٹا تم پریشان دکھائی دیتے ہو۔ جب میں نے اسے بتایا تو اُس نے کہا۔ اگر تم میری ہدایات پر عمل کرو تو میں تمہاری اس سے ملاقات کرا سکتا ہوں۔ اس کیلئے تم کو ایک ہفتہ کیلئے میری کٹیا میں رہنا پڑے گا۔ دوسرے دن تیار ہو کر میں اس کے پاس پہنچا اس نے مجھے لٹا کر عمل شروع کیا۔ میں خواب کی دنیا

میں پہنچ گیا۔ وہ کہنے لگی مجھے یقین تھا کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور مجھ سے ملو گے۔

پریما مجھ سے لپٹ گئی اور اس نے مجھے اپنی محبت کا یقین دلایا۔ جس وقت وہ میرے جسم کو چومتی اس وقت میری روح میں ایک لطیف لہر دوڑ جاتی۔ سادھو روزانہ ایک گھنٹہ کیلئے مجھ پر تنویمی عمل کرتا اور میں مدہوشی کی حالت میں اس سے ہم آغوش ہو جاتا۔ ایک دن دریا کے کنارے بیٹھے ہم موجوں سے کھیل رہے تھے۔ یکا یک وہ سہم کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے خوفزدہ ہو کر ایک طرف اشارہ کیا۔ بالکل سیاہ اندھی کا طوفان ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ جب طوفان قریب آیا میں نے دیکھا ایک ڈاکو ہاتھ میں تلوار لیے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ پریما کو الگ کر کے ڈاکو کو روک دوں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ڈاکو کی تلوار پریما کے سینہ میں اُتر گئی۔ میں ڈاکو پر جھپٹا اور اسے پکڑ لیا۔ اس نے مجھ پر وار کیا اور میری گرفت سے نکل گیا۔ اب میرے سامنے کچھ نہ تھا میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میرے سامنے سادھو بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ تمہارے خواب کی میعاد پوری ہو گئی ہے کہو کسی سیر تھی؟

اُس نے کہا اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں خواب کی لذت میں محو چلا جا رہا تھا کہ میرے کان میں آواز پڑی۔ بیچاری کو کس نے قتل اور کیوں کیا یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اسکے شوہر نے قاتل کو پکڑ لیا تھا لیکن وہ دامن چھڑا کر بھاگ نکلا۔ اس کا شوہر قاتل کو پہچانتا ہے۔۔۔۔ نہ جانے کس جذبہ سے مغلوب ہو کر میں نے گاؤں کا پتہ پوچھا اور اس کی طرف روانہ ہو گیا۔ پولیس موقع پر موجود تھی اور عوام کا ہجوم بہت زیادہ تھا۔ دو سپاہیوں نے مجھے غور سے دیکھا اور حراست میں لے لیا۔ کیونکہ قاتل کا حلیہ مجھ سے ملتا تھا۔ ایک شخص بھیڑ کو پھاڑتا ہوا میری طرف بڑھا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ ہاں۔ یہی ہے اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

تھانیدار نے لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا تو نے اسے کیوں قتل کیا ہے۔ میری نظر لاش پر پڑی تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ یہ تو پریما تھی جو میرے خوابوں میں آتی تھی۔ اس کے سینہ پر اسی جگہ زخم تھا جہاں ڈاکو نے تلوار ماری تھی۔ میں بے اختیار اس سے لپٹ گیا اور کہنے لگا یہ تو میری پریما ہے۔ اسے ڈاکو نے قتل کیا ہے۔ جب میں نے سادھو کا قصہ بیان کیا تو میری بات پر کسی نے یقین نہ کیا۔ تھانیدار نے سادھو کو بلایا تو اس نے کہا کہ میں روزانہ اس لڑکے کو منع کرتا تھا لیکن روزانہ اسکے راستے میں

گھنٹوں بیٹھا انتظار کرتا رہتا۔ میری طرح یہ بھی اس کے عشق میں مبتلا تھا۔

مجھے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ مجھے سب کچھ خواب معلوم ہو رہا تھا۔ سات روز کا خواب ایک ناقابل انکار حقیقت تھی۔ میرے گھر والوں نے مجھے رہا کرانے کیلئے۔ انتہائی قابل وکیل کی خدمات حاصل کیں جس نے مجھے پاگل ثابت کر دیا۔ میرے گواہوں میں سادھو بھی تھا اس نے مجھے فاترالعقل ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ عدالت میں مجھے بنارس کے پاگل خانے میں بھیج دیا۔ پاگل خانے کی فضا نے مجھے واقعی پاگل بنا دیا چھ سال تک میرا علاج ہوتا رہا۔ اس کے بعد مجھے گھر بھیج دیا گیا۔ لوگ مجھے دیکھنے اور ملنے کیلئے آ رہے تھے۔ تقریباً دو ہفتے بعد مجھے سادھو بھی ملنے آیا۔ اسے دیکھ کر دفعتاً میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جبکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ سادھو کو قتل کر دوں لیکن نہ جانے اس کی آنکھوں میں کیا اثر تھا کہ میرا غصہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا۔ سادھو نے کہا اب تک میں اس لئے نہیں آیا تھا کہ آپ اچھی طرح آرام کر لیں میں تم سے ایک ضروری بات کہنے آیا ہوں میں نے بات کاٹ کر کہا، خریت اسی میں ہے کہ تم فوراً اسی وقت یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

اس نے لاپرواہی سے جواب دیا خریت تو ہر حال میں ہے میں تجھے اپنی کہانی سنانے آیا ہوں پریما کو میں نے قتل کیا تھا۔ میں نے کہا بدمعاش میں تو جانتا تھا یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے میں ابھی پولیس والوں کو بلواتا ہوں۔ اس نے کہا کوئی نہیں مانے گا بلکہ لوگ تجھ کو پھر پاگل کہنا شروع کر دیں گے

اس نے جو سرگزشت بیان کی وہ یہ ہے "میں قوم کا کھتری ہوں میرا نام "ہرنام سنگھ" ہے۔ میں اُسی گاؤں کا رہنے والا ہوں جہاں پریما رہتی تھی۔ میں اس کی ماں بملا سے محبت کرتا تھا اس کی ماں سے میں نے محبت کی شادی کی تھی لیکن مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ بملا گاؤں کے زمیندار ٹھاکر سنگھ کو پسند کرتی ہے۔ مجھے اپنے ذرائع سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے شادی سے پہلے بھی ٹھاکر سنگھ سے ناجائز تعلقات تھے۔ میں نے اپنی بیوی کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا لیکن کسی طریقے اسے بھی میرے ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے ٹھاکر سنگھ کو بتایا تو اس نے کھلم کھلا میری بیوی کو اپنے مکان میں رکھ لیا۔ گاؤں کا امیر آدمی تھا میں اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر شنوائی نہ ہوئی۔ ٹھاکر سنگھ سے اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام پریما تھا۔ میں

نے گاؤں چھوڑ دیا اور سادھو بن گیا۔ سادھوؤں کے ساتھ رہ کر میں نے بہت سے کمالات حاصل کیے۔

1) اس وقت میں لوگوں کے دلوں کی باتیں جان سکتا ہوں۔

2) دوسروں کو انکے ارادے سے باز رکھ سکتا ہوں۔

3) کسی لڑکی کے دل میں اپنی محبت پیدا کر سکتا ہوں۔

4) دوسرے لوگوں سے یعنی مخالفین سے اپنی بات منوا سکتا ہوں۔

5) سب سے بڑھ کر یہ کمال حاصل کیا کہ دوسرے شخص کے قالب (جسم) میں داخل ہو سکتا ہوں بشرطیکہ وہ شخص اپنے آپ کو میرے سپرد کر دے۔

تمہارے معاملے میں بھی یہی ہوا ہے۔ پچیس سال بعد میں اپنے گاؤں لوٹا تو مجھے کسی نے نہیں پہچانا میں نے گاؤں سے باہر کٹیا بنائی اور سادھو کا روپ دھار کر رہنے لگا۔ میرے اندر ابھی جذبہ انتقام زندہ تھا اور یہی نیت کر کے یہاں آیا کہ میں ٹھاکر سنگھ اور اپنی بیوی بملا سے انتقام لونگا مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ البتہ انکی بیٹی پریما جوان ہے۔ جب میں نے اسے دیکھا بالکل اپنی ماں کی ہمشکل تھی میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ اپنا بدلہ اس لڑکی سے لونگا۔ یہ تمہاری پریما تھی۔ ایک سال تک مجھے کوئی ایسا شخص نہ ملا جسے میں اپنا آلہ کار بنا سکتا۔ آخر تم سے ملاقات ہوئی میں نے اپنا قالب تم کو دیا اور تمہارا قالب خود لے کر اس کو قتل کر دیا اس کے شوہر نے مجھے پکڑ لیا تھا مگر میں بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ سات دن بعد اسے اس لئے قتل کیا کہ تم سات دن تک اس سے لطف اندوز ہو لو۔ قتل کے ساتھ تمہارا ہوش میں آ جانا یقینی تھا۔ میں اپنا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کہو تو ہمیشہ کیلئے پریما سے ملا دوں۔ لیکن تمہارے لئے بہتر ہوگا کہ مہینہ میں ایک ہفتہ اس سے ملاقات کر لیا کرو۔ آئندہ سے ایسا ہی ہوا کریگا۔ اب میں چلتا ہوں ابھی مجھے اپنی ذات سے بھی انتقام لینا ہے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بغیر اجازت لیے رخصت ہو گیا۔ صبح کے وقت ایک شور تھا کہ ہرنام سنگھ نامی نوجوان جو برسوں سے غائب تھا آج اس کی لاش سادھو کی کٹیا کے سامنے پڑی ملی ہے۔ موت خنجر کے ایک زخم سے ہوئی ہے جو عین اس جگہ تھا جہاں اس دن پریما کے سینہ پر دیکھا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی افواہ تھی کہ سادھو غائب ہے لوگوں کو سادھو پر طرح طرح کے شبے تھے۔ میں ندی کے کنارے پہنچا تو دیکھا نہ سادھو اور نہ

ہی اس کا جلال بلکہ ایک معمولی شکل وصورت کا انسان زمین پر مردہ پڑا ہے یہ اس شعبدہ باز کا انجام تھا۔ میں مہینہ میں ایک ہفتہ کے لیے خواب کی دنیا میں پہنچ جاتا ہوں وہاں اپنی محبوبہ پریما کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہوں ۔میرے گھر والے کہتے ہیں مہینہ میں ایک ہفتہ کیلئے مجھے خواب کا دورہ پڑتا ہے اور میں چوبیس گھنٹے بے حس و حرکت پڑا سویا رہتا ہوں۔

ڈاکٹروں نے اسے ایک قسم کی بیماری بتایا ہے جسے انگریزی میں Try Pano Somasis ٹرائی پنو سو ماسس کہتے ہیں۔ یہ مرض ایک قسم کے جراثیم سے پیدا ہوتا ہے جو مریض کے دماغ میں گھس جاتے ہیں یہ مرض مہلک ہوتا ہے دو سال سے یہ مرض بدستور قائم ہے اور میں مرا نہیں۔ ڈاکٹروں نے اپنی تشخیص بدل دی ہے اب Somnuleuce یعنی معمولی خواب کی بیماری بتاتے ہیں۔

میں خود اس کو ایک مقدس راز سمجھتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خلیفہ راشد حضرت عمرؓ

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کسی کو گورنر یا حاکم مقرر کرنے سے پہلے یہ عہد لیتے تھے کہ:

1) وہ اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار نہیں ہونگے۔

2) باریک کپڑے نہیں پہنیں گے۔

3) چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے۔

4) خدمت کیلئے نوکر چاکر نہیں رکھیں گے۔

5) ضرورت مندوں سے ملاقات کا دروازہ بند نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا: اے عمر! اگر دریائے نیل کے کنارے کتا بھی پیاسا مر گیا تو تمہیں روز قیامت پوچھا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(89) کھنڈرات کا جنّ

راہوں ہندوستان کا ایک تاریخی قصبہ تھا۔ یہ وہی قصبہ ہے جہاں معروف صحافی، کالم نگارم۔ش (محمد شفیع) کالم نویس روزنامہ نوائے وقت پیدا ہوئے تھے۔ اُنہوں نے بھی جب وہ زندہ تھے اس واقعے کی تصدیق کی تھی۔ اس کہانی کا تعلق ایک کھاتے پیتے سادات گھرانے سے ہے کرداروں کے نام بدل کر واقعہ پیش کیا جارہا ہے۔

جالندھر شہر میں رہنے والے ایک جوان تنویر علی پہلی جنگ عظیم کے بعد لیفٹیننٹ کے عہدے سے ایک ریزرو فوجی کی حیثیت سے ریٹائر ہوکر اپنے وطن واپس آیا تھا۔ انکا قصبہ راہوں کے پاس ایک گاؤں ''سوتہ آسمان'' میں اپنی اچھی خاصی زمینیں تھیں۔ یہ 1926ء کی بات ہے اس وقت اس کی شادی کو آٹھ سال گذر چکے تھے۔ ایک روز اسے اپنے گاؤں جانا پڑا۔ بیگم فردوس بھی ساتھ تھی انکا گاؤں جنگل کے قریب واقع تھا جہاں پرانے تاریخی محل اور عمارتیں تھیں جو مسمار ہوچکی تھیں۔ تین دن ٹھہرنے کے بعد اُنہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستے میں برگد کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے تاکہ کچھ آرام کرلیں۔ انکی ملازمہ بھی ساتھ تھی۔ اچانک میاؤں میاؤں کی آواز سنائی دی۔ فردوس بیگم اور اسکی ملازمہ نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ ذرا دیر بعد پھر بلی کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ اس بار پتہ چل گیا کہ آواز برگد کے درخت سے آرہی ہے۔

فردوس بیگم نے اُوپر دیکھا تو اسے ایک جھکے ہوئے ٹہن پر ایک بلی بیٹھی نظر آئی۔ جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ اس سنسان جنگل میں دوپہر کے وقت بلی کو دیکھ کر خوف سا محسوس ہونے لگا۔ بلی کے بال سنہرے اور خوب صورت تھے۔ پھر وہ اظہار محبت کیلئے دُم ہلانے لگی۔ فردوس بیگم نے اسے پچکارا تو وہ فرمانبرداری سے آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگی۔ قریب آنے پر اسے معلوم ہوا کہ وہ بلی نہیں بلکہ بلا ہے۔ یہ تو کسی کے گھر کا پالتو لگتا ہے۔ ملازمہ نے فردوس بیگم سے کہا شاید اسکے گھر والوں نے نکال دیا ہے اور یہ بے چارہ اجاڑ جنگل میں رہ رہا ہے اور انسانوں کو دیکھتے ہی اس طرف آگیا ہے۔ بلا کبھی اچھلتا، کبھی

زمین پر لیٹ جاتا پھر وہ لوٹ پوٹ ہو کر فردوس بیگم کے قدموں میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ بلے کی ان حرکتوں کو فردوس نے بڑی دلچسپی سے دیکھا اس نے گود میں بٹھالیا اور پیار کرنے لگی۔

میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤنگی۔ نہ جانے کب سے اس ویران جگہ پر رہ رہا ہے۔ گھر پہنچنے پر بچوں نے بلے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس کے ساتھ کھیلنے لگے بلا بھی بچوں کے ساتھ مانوس ہو گیا۔ تنویر علی کو حلوہ بہت پسند تھا جب بھی حلوہ پکتا۔ بلا پیٹ بھر کے حلوہ کھاتا۔ بلے کی اس حرکت پر سب حیران ہوتے تھے کہ یہ کیسا بلا ہے جو گوشت اور دودھ کی بجائے حلوہ شوق سے کھاتا ہے جب اسے بھوک لگتی تو فردوس بیگم کے پاس آ کر میاؤں میاؤں کرنے لگتا۔ بیگم پابند صوم وصلوٰۃ تھی جس وقت وہ نماز اور تسبیح کرتی بلا پرے کھسک جاتا اور بچوں کے ساتھ کھیلنے لگتا۔

فردوس کا سسر مبارک علی بڑا جہاندیدہ اور تجربہ کار انسان تھا اس نے ضلع حصار سے اعلیٰ نسل کی گائے اور بیلوں کی جوڑی منگوائی۔ بیگم دیکھنے کیلئے گئی تو بلا بھی پیچھے پیچھے چلا آیا۔ جونہی گائے کی نظر بلے پر پڑی تو وہ بدک کر رسہ تڑانے لگی حالانکہ وہ اس سے پہلے اطمینان سے جگالی کر رہی تھی۔ مبارک علی یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا اس نے اندازہ لگایا کہ یقیناً یہ کوئی جناتی مخلوق ہے اس نے اپنے ملازم کو حکم دیا۔ کہ بلے کو بوری میں بند کر کے راہوں کے قریب جنگل کے کھنڈرات میں چھوڑ آئے۔ ملازم ریٹائرڈ فوجی تھا اور انتہائی دلیر آدمی تھا اس نے بلے کو بوری میں بند کیا اور بوری اُٹھا کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا ابھی اس نے بوری اُٹھا کر گھوڑے پر رکھی ہی تھی کہ گھوڑا بری طرح اُچھلنے لگا اس نے ہنہنا کر ایک جھٹکے سے لگام چھڑالی اور جدھر منہ اُٹھا سرپٹ بھاگ نکلا۔ فوجی ملازم بہت حیران ہوا اور بوری کو کندھے سے لٹکا کر پیدل ہی چل پڑا۔ قصبے کے کھنڈرات کے قریب پہنچتے اسے شام ہو چکی تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ بوری ایک دم ہلکی ہو گئی ہے اس نے بوری کی رسی کھولی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بالکل خالی تھی۔

یہ دیکھ کر فوجی جوان کے پسینے چھوٹ گئے، اُلٹے پاؤں بھاگا اور قصبے میں رات گذارنے کے بعد واپس لوٹ آیا۔ مبارک علی کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ بوری کا منہ کھول کر بلے کو محل کے کھنڈرات میں چھوڑ آیا تھا اس بات کو ابھی دو ہی دن گذرے تھے کہ بلا گھر واپس آ گیا وہ بڑی زوردار آواز میں میاؤں میاؤں کر رہا تھا۔ بچے اور بیگم بہت خوش تھے کہ گھر میں دوبارہ رونق آ گئی ہے۔ بلے کو گھر میں آئے دو سال کا

عرصہ گذر چکا تھا۔ فردوس کو اس خوبصورت جانور سے اُنس سا ہو گیا تھا۔ بلا بھی اس سے محبت کرتا تھا جہاں جاتی اس کے ساتھ رہتا۔ فردوس کے گھر چوتھی بچی نے جنم لیا جب کچھ بڑی ہو گئی تو بلا اکثر چھلانگ لگا کر بیگم کی گود میں جا بیٹھتا اور ننھی منی بچی سے کھیلنے لگتا۔ بلے کی ان حرکتوں کو دیکھ کر سارے گھر والے بہت خوش ہوتے تھے۔

بیگم کا سسر مبارک علی بلّے کی گھر میں موجودگی سے خوش نہ تھا۔ بلکہ اس کے بارے میں خوف زدہ تھا۔ دوسری طرف بلا بھی مبارک علی کو پسند نہ کرتا اور کبھی بھولے سے بھی اس کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔ ایک دن گھر میں کچھ مہمان آئے اور طرح طرح کے پکوان بنائے گئے۔ مزیدار حلوہ بھی پکایا گیا مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد بیگم تھک چکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ بلا میاؤں میاؤں کر رہا ہے۔ بیگم نے حلوہ پیالی میں ڈال دیا تو اس نے حلوے کی طرف دیکھا تک نہیں اور بے چینی کا اظہار کرنے لگا۔ بلا دراصل بیگم کی گود میں بیٹھنا چاہتا تھا اور درمیان میں حلوے سے بھری پرات رکھی تھی۔ بلّے نے وہیں سے جست لگائی تو اس کے پچھلے دونوں پاؤں حلوے کی پرات میں پڑے اور حلوے میں لت پت ہو گئے۔ اس حالت میں وہ جمپ لگا کر فردوس بیگم کی گود میں جا بیٹھا۔ بیگم بڑے قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھی وہ حلوے سے خراب ہو گئے۔ اس نے غصے سے بلّے کو گود سے پھینک دیا مگر بلّا دوبارہ اس کی گود میں بیٹھنے کیلئے آگے بڑھا۔ بیگم نے طیش میں آ کر قریب پڑا ہوا چمٹا اُٹھایا اور بلّے کو دے مارا۔ چمٹا بلے کے سر پر لگا اور خون بہنے لگا۔ بلا خوفناک آوازوں کے ساتھ چلانے لگا۔ پہلے کچھ فاصلے پر کھڑا رہا پھر باورچی خانہ سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد بیگم کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اسے افسوس ہوا کہ بلا اسکے ہاتھوں زخمی ہو گیا ہے وہ بھی بلّے کے ساتھ محبت کرتی تھی اور اس نے کبھی بلے کو جھڑکا تک نہیں تھا۔ زخمی ہونے کے بعد نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔ تمام گھر والے اور ملازم بلّے کو ڈھونڈتے رہے لیکن وہ نہ ملا۔ چلو اچھا ہوا وہ منحوس یہاں سے دفعہ ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔

اُسی روز آدھی رات کے وقت حویلی کا دروازہ بڑے زور سے کھٹکا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی دروازے کو توڑنا چاہتا ہے۔ سب گھر والے گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ تنویر علی اُٹھ کر باہر آیا تو اس نے ڈیوڑھی کے دروازے پر ایک قد آور شخص کو دیکھا حالانکہ دروازہ بند تھا۔ وہ اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اس شخص کے سر بہت

بڑا تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ''تنویر علی ڈرو نہیں'' اس آدمی نے کہا میں تمہیں کچھ نہیں کہونگا۔ میری بات غور سے سنو۔ میں آدم زاد نہیں ہوں میں ایک جن ہوں۔ کئی سال سے تمہارے گھر میں ایک بلا بن کر رہا ہوں۔ میں تمہاری بیوی پر اس وقت عاشق ہو گیا تھا جب کافی سال پہلے تم لوگ جنگل سے گذر رہے تھے اور ویران محل کے کھنڈرات کے پاس کچھ دیر کیلئے ٹھہرے تھے۔ تمہاری حسین بیوی برگد کے درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ میں اس وقت وہاں موجود تھا اور پہلی نظر میں اس کی زلف کا اسیر ہو گیا تھا۔

میں نے زبردستی کرنے یا اسے قابو کرنے کی بجائے۔ ایک بلے کا روپ دھار لیا اور اسکے ساتھ رہنے لگا۔ وہ دل کو اتنی اچھی لگی تھی کہ میں نے ساری زندگی بلا بن کر اس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی میرے ساتھ محبت کرنے لگی تھی لیکن اس نے غصے میں آ کر بڑی بے دردی سے چمٹا مار کر مجھے زخمی کر دیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اب تمہاری بیوی کو میرے ساتھ چل کر وہاں رہنا ہوگا۔ جہاں میں چاہوں گا۔ اس آدمی نما جن کی باتیں سن کر پہلے تو تنویر علی ہکا بکا رہ گیا پھر اس کی منت ساجت کرنے لگا۔ آپ میرے بچوں پر رحم کریں۔ تنویر علی نے ہاتھ جوڑ کر جن سے کہا۔ وہ ماں کے بغیر کیسے رہ سکیں گے میں تو برباد ہو جاؤنگا۔ میرا خاندان بدنام ہو جائیگا۔ لوگ کہیں گے کہ اسکی بیوی اپنے بچوں کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نکل گئی ہے آپ کو میرے بچوں کا واسطہ یہ ظلم نہ کریں۔

یہ ناممکن ہے میں ہر حالت میں فردوس کو لے کر جاؤنگا۔ میری بھی مجبوری ہے میں اپنے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا چکا ہوں کہ میں اپنے عشق کی خاطر جب تک فردوس زندہ رہے گی۔ اس کے ساتھ رہونگا۔ تمہارے والد مبارک علی کو یقین کی حد تک شک ہو گیا تھا کہ میں انسانی مخلوق نہیں ہوں۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے آج سے دو روز بعد فردوس کو رات کے پچھلے پہر درمیان والے کمرے میں بھیج دینا۔ اسے کہنا کہ وہ دیکھ کر آئے کہ تمہاری جیبی گھڑی کارنس پر پڑی ہے یا نہیں اگر ہے تو اُٹھا کر لے آئے۔ یاد رکھو'' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہاری اور تمہارے بچوں کی لاشیں بھیانک حالت میں فردوس کو دیکھنا پڑیں گی۔'' یہ کہہ کر جن تنویر علی کی نظروں کے سامنے کھڑے کھڑے غائب ہو گیا۔ تنویر علی کی نیندیں حرام ہو گئیں وہ ہر وقت اپنی سوچوں میں کھویا رہنے لگا کہ کیا کرے۔ بہت سوچ سوچ کر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جن کی بات مانے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ بیگم اپنے شوہر کی پریشان صورت دیکھ کر حیران ہوئی اور پوچھا کیا بات ہے لیکن اس نے

پھر وہ منحوس رات آگئی جب جن نے فردوس بیگم کو لینے کیلئے آنا تھا۔ اس نے تنویر علی سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو نہانے دھونے اور خوبصورت کپڑے پہننے کو کہے۔ خاوند نے بیوی سے کہا تو وہ نہا دھو کر خوبصورت کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر اس کے پاس آگئی۔ تنویر کروٹ بدل کر آنسو بہاتا رہا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو اس نے بیگم کو جگایا اور کہا کہ درمیان والے کمرے میں جائے اور وہاں کارنس پر پڑی ہوئی جیبی گھڑی لے آئے۔ بیگم آنکھیں ملتی ہوئی اٹھی اور کمرے میں چلی گئی۔ جونہی کمرے میں داخل ہوئی اسکی ہولناک چیخ سنائی دی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ تنویر علی بھاگ کر کمرے میں پہنچا۔ اس نے دیکھا کمرے میں کوئی نہ تھا۔ نہ فردوس بیگم نہ جن۔ اچانک اس کی نظر کمرے کی چھت کی طرف گئی۔ کمرے کی چھت پھٹی ہوئی تھی اور وہاں ایک بڑا سوراخ بن چکا تھا۔ یہ

دیکھ کر تنویر علی کو غش پڑ گیا اور وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر گر پڑا۔ گھر والوں نے بھی یہ آوازیں سن لی تھیں وہ دوڑتے ہوئے اس طرف آئے اور تنویر علی کو اٹھایا ہوش میں آنے کے بعد اس نے ساری بات سنائی۔

جب فردوس کے جانے کا ذکر آیا تو وہ پھر غش کھا کر گرا۔ اسکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہ فردوس کی جدائی برداشت نہ سکا اور راہی مُلکِ عدم ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استغفار

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ نے کہا ''کثرت سے استغفار کرو'' کسی نے آ کر اپنی تنگ دستی کا شکوہ کیا تو فرمایا ''استغفار کرو''۔ ایک اور شخص حاضر ہوا عرض کیا میرے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ''استغفار کرو''۔ کوئی اور آیا اور کہا کھیت خشک ہو رہا ہے اور پیداوار نہیں ہے فرمایا ''استغفار کرو''۔

حاضرین کو تعجب ہوا آپ نے فرمایا میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ''پھر میں نے کہا تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر زوردار بارش بھیجے گا اور تمہاری مدد مال اور اولاد کے ذریعے فرمائیگا اور تمہارے لئے باغات آگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کریگا۔ (نوح ۱۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(90) قبر کا بھوت

ایک شخص کو بھوت تابع کرنے کا شوق تھا وہ کسی اُستاد کے پاس گیا۔ اس نے کہا کوئی شخص مرے تو اطلاع کرنا۔ پھر بھوت تابع کرنے کا عمل سکھاؤں گا۔ ایک شخص مرا اسے دفن کر دیا گیا۔ اُستاد کو اطلاع دی اس نے کہا آج رات عمل سکھاؤں گا۔ آدھی رات کے وقت قبرستان میں گئے خوب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تازہ قبر کی مٹی ہٹائی اور لاش کو سامنے رکھا جو کہ کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ استاد نے اس شخص سے کہا تم اس کے قدموں میں بیٹھ جاؤ۔ میں سرہانے بیٹھتا ہوں پہلے تو یہ شخص خوفزدہ ہوا پھر ہمت کر کے لاش کے پیروں میں بیٹھ گیا۔ استاد سرہانے بیٹھا اس نے کفن کھول کر مردہ کے دونوں ہاتھ نکالے اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک چھری دے دی اس کے بعد منتر پڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔ پاؤں میں بیٹھا ہوا شخص ڈرنے لگا لیکن استاد نے اشارے سے ہمت دلائی بیٹھے رہو۔ ڈرومت۔ مگر لاش اپنی دونوں کہنیوں کو ٹیک لگا کر اُٹھتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ ڈر کے مارے کھڑا ہوا اور اُچھل کر قبر سے باہر آ گیا۔ اس کا باہر آنا تھا کہ مردہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چُھریاں اس جگہ ماریں جہاں وہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہاں کوئی نہ ملا تو مردہ نے پیچھے مڑ کر اپنے سرہانے بیٹھے شخص کو دونوں چُھریاں ماردیں۔ جس سے وہ شخص زخمی ہو کر چیخنے لگا۔ یہ تماشا دیکھ کر وہ شخص بھاگا اور ذرا رُک کر پیچھے کی طرف دیکھا کہ مردہ کفن پہنے اور دونوں چھریاں ہاتھ میں اُٹھائے دوڑا چلا آ رہا ہے اور کہتا جاتا ہے میں نے اپنی بھینٹ لے لی اور اس آدمی کو مار ڈالا ہے۔ اب میں تمہارا تابع ہوں۔ اس نے بھاگتے ہوئے جواب دیا۔ خدا کیلئے واپس جا۔ تجھے تابع بنانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے مگر وہ مردہ برابر دوڑتا رہا۔ کسی بزرگ کی درگاہ کے پاس ایک حجرہ تھا اس میں ایک سید صاحب رہتے تھے۔ اس نے شاہ صاحب کو آواز دی اُنہوں نے دروازہ کھولا۔ جب یہ شخص اندر گیا تو دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اتنی دیر میں مردہ بھی پہنچ چکا تھا۔ مردہ نے دروازے کے باہر کھڑا ہو کر کہنا شروع کیا۔ دروازہ کھولو میں تمہارا تابع

ہوں۔ تم جس کام کو کہو گے میں وہ کام کرونگا۔

شاہ صاحب نے کہا ہم تیری اطاعت سے بہت خوش ہوئے اور تجھ کو حکم دیتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی قبر میں لیٹ کر سو جاؤ اور آئندہ کبھی نہ آنا۔ جب تک کہ ہم نہ بلائیں۔ یہ سن کر مردہ چلا گیا اور وہ شخص بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ دس گھنٹے بعد ہوش آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد کئی مہینے بیمار رہا۔ اس کے بعد انہوں نے بھوتوں کو تابع کرنے کا شوق ترک کر دیا مگر قبر کے بھوت کا خوف ساری عمر اس پر طاری رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لقمے کا بدلہ

روایت ہے ایک بار بنی اسرائیل میں سخت قحط پڑا۔ اس زمانے میں کسی عورت کے پاس کھانے کا ایک لقمہ موجود تھا اس نے اسے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فقیر نے سوال کیا عورت نے وہ لقمہ اسے دے دیا۔ پھر وہ عورت اپنے چھوٹے بچے کو لے کر جنگل میں لکڑیاں کاٹنے چلی گئی اور بچے کو ایک جگہ بٹھا کر اپنے کام میں مشغول تھی کہ بھیڑیا اُس کے بچے کو اُٹھا کر لے بھاگا۔ عورت شور مچاتی اس کے پیچھے دوڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو بھیجا۔ اُنہوں نے بھیڑیے کے منہ سے بچے کو چھڑا کر عورت کے حوالے کر دیا اور کہا تو نے اپنے منہ کا لقمہ اللہ کی راہ میں دیا تھا۔ اس کے بدلے میں اللہ نے بھیڑیے کے منہ کا لقمہ لے کر تجھے تیرا بچہ دلا دیا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صدقہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کثرت سے صدقہ دو (چھپے اور ظاہری طور پر) ثواب پاؤ گے۔ اور تعریف کیے جاؤ گے۔ روزی دیئے جاؤ گے اور مدد کیے جاؤ گے۔

(مُسند احمد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(91) ایک رات کی شادی

احمد یار خاں کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ پولیس انسپکٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ جرم وسزا انکا پسندیدہ موضوع ہے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ تفتیش کے میدان میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں انکی زبانی ایک قتل کی واردات کا حال سینئے۔

انسانی فطرت بڑی مکار اور عیار ہے جرم کا ارتکاب صرف جرائم پیشہ لوگ ہی نہیں کرتے۔ مومن بھی بوقت ضرورت مجرم بن جاتا ہے۔ میں پنجاب کے ایک قصبے میں پولیس اسٹیشن کا انچارج تھا۔ صبح سویرے اطلاع آئی کہ قصبے سے کوئی نصف میل دور ایک لاش پڑی ہے اس کے گلے میں رسی باندھی ہوئی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے اسکو پھندے دے مارا گیا ہے۔ جتنے بھی نام لکھواں گا وہ فرضی ہونگے۔ موقع واردات پر پہنچا۔ مقتول نے کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کی جیب سے تین سو بچپن روپے ایک چاقو لمبے پھل والا اور ایک نکاح نامہ برآمد ہوا۔ اس وقت تین سو بچپن روپے اچھی خاصی رقم سمجھی جاتی تھی۔ اتنا بڑا چاقو جو کمانی دار تھا کوئی عام آدمی جیب میں نہیں رکھتا تھا۔ یہ تو چھوٹی سی مسجد کا ایک غریب امام تھا۔ نکاح نامے پر چار روز پہلے کی تاریخ درج تھی۔ اس کے مطابق کسی عبدالمجید کا نکاح کسی رحمت بی بی سے پڑھا گیا تھا۔ عورت مطلقہ لکھی تھی اسے طلاق ہوئی تھی۔ یہ نکاح نامہ مقتول کا اپنا تھا اتنے میں کھوجی آگیا وہ اپنے فن کا ماہر تھا۔ محلے والوں سے معلوم ہوا مقتول امام مسجد ہے اور کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ پچھلے چار دن سے اس کے مکان کو تالا لگا ہوا تھا۔ کھوجی نے رپورٹ دی کہ وہ اس خیال سے کھرے ڈھونڈتا رہا کہ مقتول قصبے سے کہیں جا رہا ہوگا اور راستے میں مارا گیا مگر کھرے کچھ اور بتا رہے تھے کہ مقتول جا نہیں رہا تھا بلکہ قصبے میں آ رہا تھا اور اسکے ساتھ ایک عورت اور دو آدمی تھے۔ یہی کہا جا سکتا تھا کہ مقتول نے چوری چھپے۔ رحمت بی بی سے نکاح پڑھوایا اور رات ہی رات اسے کسی گاؤں لے گیا جہاں اس کے رشتہ دار ہونگے۔ چوتھے دن قصبے کو واپس آ رہا تھا کہ راستے میں قتل ہو گیا۔ عورت غائب تھی ہم نے معلوم کیا کہ مولوی عبدالمجید کی رشتہ داری کسی

گاؤں میں تھی۔ وہ سات میل دور تھا ہم اسکے گاؤں پہنچے۔ لوگ پولیس کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ مقتول کے رشتہ داروں کے گھر پہنچے۔ تو ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا ہم نے اسے کہہ دیا تھا کہ ہم اسے گھر نہیں رکھ سکتے بلکہ ہم نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ کہتا تھا میں نے اس عورت سے شادی کی ہے جبکہ عورت روتی تھی اور کہتی تھی میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ دوسرے ہی دن اسکے پاس ایک آدمی جس کا نام خواجہ امین تھا آیا اور آپس میں باتیں کرنے لگے تیسرے دن تین آدمی آئے اور بات چیت کرتے رہے اگلے دن پھر دو آدمی آئے اور اسکے ساتھ وہ چلا گیا۔

ہم خواجہ امین کو تھانے بلایا تو اس نے بتایا اگر آپ یہ معاملہ گول کر دیں تو میں سب کچھ بتانے کیلئے تیار ہوں ہم نے وعدہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہوا ہم آپ کی مدد کریں گے خواجہ امین نے بتایا رحمت بی بی میری بہن ہے۔ جو خواجہ اللہ بخش کی بیوی ہے۔ چند دن پہلے میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو خواجہ اللہ بخش غصہ میں رحمت بی بی کو تین مرتبہ طلاق دے دی۔ خواجہ صاحب کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور رحمت بی بی سے کہا مجھے معاف کر دو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں تین دفعہ طلاق دے چکا ہوں اب تو مجھ پر حرام ہے۔ حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ دیہاتوں میں حلالہ کرنے والے بھی مل جاتے ہیں وہ اصل خاوند سے کچھ رقم لے کر کاغذی خاوند بن جاتے ہیں۔ عملاً نہیں اور پھر طلاق دے کر عورت کو پہلے خاوند کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خواجہ اللہ بخش مذہبی آدمی تھا اس نے حلالہ کرانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مقامی مولوی جو مسجد میں امام تھا اس سے بات ہوئی۔ اسے کہا گیا ایک سو روپیہ حلالہ کی فیس اور دو سو روپے اس بات کی فیس دی جائیگی کہ بیوی کے جسم سے دور رہے۔ عبدالمجید نے اس کام کی تین سو روپے فیس مانگی۔ اڑھائی سو روپے پر سودا ہو گیا۔ ان دنوں اڑھائی سو روپے بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی۔ اسے اگلی صبح اس نے کہا میں خود ہی نکاح پڑھ لونگا۔ نکاح کے بعد رحمت بی بی اسکے گھر پہنچ گئی۔ صبح کی اذان کے وقت خواجہ اللہ بخش مولوی کے گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر چکرا گیا کہ وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ خواجہ امین کو اس کے گاؤں جہاں اسکے رشتہ دار رہتے تھے۔ وہاں بھیجا گیا اس نے بیوی واپس کرنے سے انکار کر دیا اس نے کہا یہ میری شرعی بیوی ہے۔ لہٰذا کسی قیمت پر طلاق نہیں دونگا۔ دوسرے دن دو آدمی بھیجے گئے انہوں نے ایک ہزار روپے پیش کیے۔ جو اس نے قبول نہ کیا وہ آدمی بہت

ہوشیار اور جرائم پیشہ تھے۔ اُنہوں نے کہا چلو خواجہ صاحب سے صلح کرا دیتے ہیں جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ لہٰذا ہم خواجہ امین صاحب کو سمجھائیں گے کہ وہ آپ کو اپنا بہنوئی بنا لیں۔ وہ شخص دوسرے کے دماغ کو قبضے میں لینے کا ماہر تھا مقتول کے گھٹنے چھو کر اور یہ وعدہ لے کر آ گئے کہ وہ بیوی کو لے کر واپس آ جائے کل شام آپ کو دو آدمی لینے آئینگے۔ خواجہ امین اور عاشق حسین نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ شخص طلاق نہیں دے گا اس کا قتل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ عاشق حسین جرائم پیشہ اور دو مرتبہ کا سزا یافتہ تھا دوسرے دن اس نے ایک ملنگ کو ساتھ لیا اور مولوی عبدالمجید کو لینے اس کے گاؤں پہنچ گئے۔ اسے جا کر بتایا کہ خواجہ امین صاحب رضا مند ہو چکے ہیں۔ لہٰذا واپس جانے میں کوئی خطرہ نہیں آپ ہمارے ساتھ چلیں ہم آپ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ مولوی انکے دام فریب میں آ گیا اور رحمت بی بی سمیت رات کو انکے ساتھ چل پڑا۔ آدھی رات کے قریب اپنے گاؤں کے قریب پہنچے تو عاشق حسین نے مولوی کو اپنے بازوؤں میں لے کر للکارا ملنگ گلے میں رسی ڈال کر گرہ لگائی اور اس وقت چھوڑا جب وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ رحمت بی بی خوفزدہ ہو کر چیخ و پکار کرنے لگی اسے حوصلہ دیا گیا کہ گھبراؤ نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ خواجہ امین نے عاشق کو تین ہزار اور ملنگ ایک ہزار روپیہ قتل کا معاوضہ دے کر رخصت کر دیا۔

خواجہ امین ہر آدمی کی نشاندہی کرتا چلا جا رہا تھا ان سب کو اسی روز گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ امین اور خواجہ اللہ بخش اور نکاح کے گواہوں کو بھی گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ رحمت بی بی اہم گواہ تھی۔ شریف اور باعزت گھرانے کی پردہ نشیں عورت کی تو جیسے جان ہی نکلی ہوئی تھی۔ اسکے ساتھ بہت ظلم ہوا تھا خاوند نے اسے ایک، دو، تین طلاق کہہ دیا تھا اگرچہ اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ لیکن سزا اسے ہی ملی۔ اس کا نکاح ایک جانور صفت کے آدمی سے پڑھا دیا گیا۔ اسے خواجہ اللہ بخش نے یقین دلایا تھا کہ شریعت کا حکم پورا کرنے کیلئے محض کاغذی کاروائی ہو رہی ہے۔ صبح کی روشنی سے پہلے وہ گھر واپس آ جائیگی وہ اطمینان سے مقتول کے ساتھ اسکے گھر چلی گئی وہ اس کیلئے غیر مرد تھا اس نے گھونگھٹ نیچے کیے رکھا۔ مقتول نے اسے بتایا کہ نکاح نامہ میرے پاس ہے اور وہ اسکی شرعی بیوی ہے۔ رحمت بی بی نے کہا اگر اس نے چھیڑا تو وہ اپنے گھر چلی جائیگی۔ مقتول پر وحشی پن سوار ہو چکا تھا۔ رحمت بی بی نے اپنے آپ کو بچانے کی بہت کوشش کی۔ بستر پر

اور فرش پر چوڑیوں کے اتنے زیادہ ٹکڑے ملے تھے وہ اسی کوشش میں ٹوٹے تھے۔ مقتول نے وہ چاقو نکال لیا جو اس کی لاش سے برآمد ہوا تھا۔ مقتول نے رحمت بی بی سے کہا کہ وہ اسے قتل کر کے پھانسی چڑھ جائیگا میری نہ کوئی بیوی ہے نہ بچہ۔ لہٰذا مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ پردہ نشیں عورت کہاں تک مقابلہ کرتی اس نے زبردستی اپنی ہوس پوری کر لی۔ رحمت بی بی نے اپنا بیان دیتے ہوئے کہا۔ اس کی شکل خوفناک ہو گئی تھی اور اسکی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں ہار گئی۔ وظیفہ زوجیت سے فارغ ہونے کے بعد چاقو کی نوک پر وہ اسے شہر سے باہر لے گیا۔

ہم نے کیس بڑی محنت سے تیار کیا تھا۔ مجسٹریٹ کی عدالت سے کیس سیشن سپرد کر دیا گیا۔ سیشن کورٹ نے عاشق حسین، ملنگ اور خواجہ امین کو عمر قید کی سزا دی۔ خواجہ اللہ بخش اور نکاح کے دونوں گواہوں کو ایک ایک سال قید کی سزا دی گئی۔ یعنی نکاح خواں اسی کو بنایا جسکا نکاح پڑھا جا رہا تھا۔ دوسرا جرم یہ تھا کہ رحمت بی بی مطلقہ نہیں شادی شدہ تھی کیونکہ عدالت میں تحریری طلاق نامہ پیش نہ کیا گیا۔ زبانی طلاق کو عدالت نے تسلیم نہ کیا۔ تیسرا جرم یہ تھا کہ رحمت بی بی کے وارث زندہ تھے۔ ان سے نکاح کی اجازت نہ لی گئی نہ ہی وہ نکاح میں شریک تھے۔

ہائی کورٹ نے اپیلیں مسترد کرتے ہوئے سزائیں بحال رکھیں اسکے بعد ایک اور حادثہ ہوا کہ رحمت بی بی اپنے بھائی اور خاوند کی سزائیں سنتے ہی قہقہے لگاتی ہوئی باہر کی طرف بھاگ نکلی۔ وہ دماغی توازن کھو بیٹھی تھی اسکے بعد رحمت بی بی کا کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں چلی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
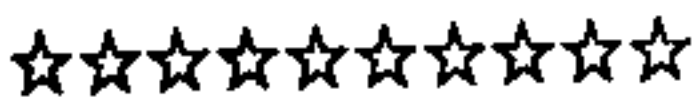
(92) عمل ہمزاد

میری عمر پچیس سال کی تھی۔ ریاست پٹیالہ کے ایک بزرگ عامل نے مجھے ہمزاد کا عمل سکھایا اور کہا کہ یہ عمل الٹی بسم اللہ کا ہے۔ اس کو انیس ہزار انیس مرتبہ کھڑے ہو کر روزانہ رات کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ چراغ پیٹھ کے پیچھے رکھا جاتا ہے اور چھری دائرہ کی اندر رکھی جاتی ہے۔ استاد کا کہنا تھا کہ کنڈل کے باہر جو بھی تماشا دیکھو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی چیز دائرہ کے اندر آ جائے تو چھری مارنا یہ عمل چھ گھنٹے میں پورا ہوتا تھا میں کھڑے کھڑے اس قدر تھک جاتا تھا کہ چکر آنے لگتے تھے۔ آٹھویں دن مجھے اپنا سایہ ہلتا دکھائی دیا۔ نویں دن وہ سایہ قلابازیاں کھانے لگا اور دسویں دن غائب ہو گیا یعنی میرا سایہ مجھے دکھائی نہ دیا اور انیسویں دن تک غائب رہا۔

میں روزانہ عمل پڑھتا تھا روشنی پشت پر ہوتی تھی مگر مجھے اپنے قد کا سایہ حجرہ کے اندر دکھائی نہ دیتا تھا اس حجرہ میں میری پشت پر ایک روشن دان تھا۔ جسکے کواڑ بند کر کے میں کنڈی لگا لیتا تھا۔ انیسویں رات میں کھڑا عمل پڑھ رہا تھا کوئی دو بجے رات کا وقت ہوگا۔ یکا یک مجھے روشن دان سے کسی جانور کے اُڑنے کی اور اندر آنے کی آواز آئی۔ سامنے روشنی میں دیکھا کہ ہو بہو میری شکل وصورت اور لباس کا ایک آدمی میرے سامنے دروازے کی طرف پیٹھ کیے بیٹھ گیا۔ وہ آدمی گھور گھور کر مجھے دیکھ رہا تھا مگر دائرہ کے باہر ہی تھا۔ مجھے اپنی صورت کا آدمی دیکھ کر حیرت ہوئی اور کچھ دیر کے بعد مجھ پر خوف طاری ہوا۔ عمل پڑھتا تھا مگر ڈر سے عمل پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا زبان سوکھ گئی ہے اور حلق خشک ہو چکا ہے۔ عمل کے فقرے زبان سے ادا کرنے دشوار معلوم ہوتے تھے۔ آخر میں نے آنکھیں بند کر لی۔ تب بھی وہ شکل آنکھوں سے دور نہ ہوئی اور بند آنکھوں کو بھی نظر آتی رہی۔ آخر کار میں نے آنکھیں کھول دیں یکا یک پھر کسی جانور کے اُڑنے کی اور روشن دان کے اندر آنے کی آواز آئی اور ایک دوسرا آدمی میری شکل کا پہلے آدمی کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔

وہ دونوں چپ تھے اور گھور گھور کر غصے کی آنکھوں سے مجھے دیکھتے جاتے تھے کچھ دیر کے بعد پھر کسی

جانور کے اُڑنے کی اور اندر آنے کی آواز آئی اور تیسرا آدمی میری صورت کا اور آ گیا اور یہ بھی مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ میرا عجیب حال تھا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ عمل کے فقرے زبان سے ادا ہونے بند ہو گئے تھے۔ تسبیح ہاتھ سے گر پڑی تھی۔ اچانک میں نے سنا کہ پہلے آنے والے نے میری سی آواز میں بعد کے دونوں آنے والوں سے کہا میاں کچھ پکاتے نہیں۔ دوسرے نے کہا کیا پکائیں۔ تیسرے نے کہا کڑھائی کرو۔ یہ کہتے ہی پہلا آدمی آ چکا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ اُڑ کر میرے سر کے اوپر سے روشن دان میں گھس گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ آدمی پھر اندر آیا اور اسکے ہاتھ میں لوہے کا ایک چولھا اور لکڑیاں تھیں۔ اس کے بعد دوسرا آدمی اُڑ گیا اور کچھ دیر بعد آیا تو ایک کڑھائی اور تیل کا کنستر لایا۔ اُنہوں نے کڑھائی میں تیل ڈال کر چولھے پر رکھ دی۔ تیسرے آدمی نے لکڑیوں پر پھونک ماری تو لکڑیاں خود بخود جلنے لگیں اور تیل اُبلنے لگا۔ اس کے بعد تینوں آپس میں کہنے لگے اب اس تیل میں کیا تلیں پہلے آنے والی آدمی نے کہا اس آدمی کو تیل میں ڈال دو۔ جو سامنے کھڑا ہے۔ یہ سن کے مجھے غش آتا معلوم ہوا۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے اور سارا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میں پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ آخر میں جھکا اور کانپتے ہاتھوں سے چھری۔ زمین سے اُٹھالی اور میں نے خیال کیا کہ اگر میری طرف بڑھے تو استاد کی ہدایت کے مطابق انکو چھری ماروں۔ میں نے دیکھا کہ چولھے کی بھڑکتی ہوئی آگ کے اندر ایک زندہ چوہا پھر رہا ہے۔ میرے خوف میں ذرا کمی ہوئی اور میں چوہے کو دیکھنے لگا کہ یہ جلتا نہیں۔ ایک آدمی نے چولھے کے اندر ہاتھ ڈالا اور چوہے کی دم پکڑی اور چوہے کو آگ سے باہر لے آیا۔ پھر چوہے کو کڑھائی کے جوش کھاتے ہوئے تیل میں ڈال دیا۔ چوہا تیل میں غوطے لینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنا سر نکالا اور اس کے ناک کے اندر سے خون کا فوارہ نکلنے لگا اور اتنا نکلا کہ کڑھائی میں تیل کی بجائے خون دکھائی دینے لگا۔ اس خون کے اندر سے کالے آدمی کا سر نکلا جسکے بال حبشیوں جیسے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور پھٹی ہوئی۔ لال لال چہرے کا رنگ بالکل سیاہ لمبے دانت زرد اور بے حد خوفناک۔ اس چہرے نے مجھے گھورنا شروع کیا اور اسکے اندر سے غرانے کی سی گرج پیدا ہوئی۔ رفتہ رفتہ وہ گرج بڑھی اور شیر کی گرج میں تبدیل ہو گئی۔

مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کالا حبشی اپنے لمبے دانت، خوفناک آنکھوں سے غراتا ہوا میری طرف بڑھا اور کنڈل (حصار) کے اندر آ گیا ہے۔ میرا خوف سے برا حال تھا شاید چیخ مار کر گر پڑتا مجھے استاد کی بات

یاد آئی کہ کوئی چیز حصار کے اندر آئے تو چھری مارنا۔ میں نے چھری کا دستہ لرزتے ہاتھوں سے پکڑا اور بہت زور سے وہ چھری اس حبشی کے تالو پر ماری۔ چھری کا مارنا تھا کہ ایسا معلوم ہوا گویا میں نے وہ چھری اپنے دل میں ماری ہے میں غش کھا کر گر پڑا۔

میں ساری رات بے ہوش پڑا رہا۔ صبح ہوئی سورج نکلا تو ہوش آیا۔ میں نے دیکھا وہاں نہ کڑھائی ہے نہ چولھا ہے۔ نہ لکڑیاں ہیں۔ نہ آگ کا نشان ہے۔ نہ ان تینوں آدمیوں کا پتہ ہے نہ انکے بیٹھنے کی جگہ پر کوئی علامت ہے اور چھری کنڈل کے باہر زمین پر گڑی ہوئی ہے باوجود خوف کے میں نے چھری اس زور سے ماری تھی کہ وہ آدھی سے زیادہ زمین کے اندر گھس گئی تھی۔ میرا یہ حال تھا جیسے برسوں سے بیمار ہوں۔ بڑی مشکل سے اُٹھا اور حجرے کے کواڑ کھولے۔ ہاتھ پاؤں میں دم نہ تھا اور سر مسلسل چکرا رہا تھا۔ میں تقریباً چھ ماہ تک بیمار رہا۔ میرا ہمزاد کا عمل خراب ہو چکا تھا۔ استاد نے کہا اگر تم صبر کرتے اور حبشی کے سر میں چھری نہ مارتے تو عمل پورا ہو جاتا اور ہمزاد تابع ہو جاتا۔ جب تم اپنے دل میں خیال کرتے کہ ہمزاد آ جائے تو فوراً تمہاری صورت کا آدمی تمہاری پشت کی طرف، کان کے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا کرتا اور تمہارے کان میں باتیں کیا کرتا اور ہزاروں ایسے کام کرتا جو کسی انسان سے نہیں ہو سکتے۔

میں نے استاد سے پوچھا ہمزاد کیا باتیں کرتا ہے۔ استاد نے کہا وہ دور دراز علاقے کی خبریں سناتا ہے کہ فلاں جگہ ایسا ہوا ہے۔ فلاں آدمی جو تمہارے سامنے آیا ہے۔ فلاں جگہ کا رہنے والا ہے۔ اس کا نام یہ ہے اور تم سے اس کا یہ کام ہے۔ استاد نے کہا ہمزاد سے جو منگا نا ہو اس کی قیمت دے دو۔ فوراً بازار سے وہ چیز سامنے آ جائیگی۔ ہمزاد یہ بھی بتا دیتا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں شخص نے چوری کی ہے اور چوری کا مال فلاں جگہ رکھا ہے۔ بس یہ تھا میرے ہمزاد کا قصہ جو خود مجھے پیش آیا۔

(خواجہ حسن نظامی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(93) لاش کا انتقام

پنجاب کے ایک معروف قصبہ میں بازار کے شروع ہی میں ایک کھوجی کی دوکان تھی۔ پیشے کے لحاظ سے وہ موچی تھا لیکن متجسس طبیعت کے لحاظ سے گاؤں والوں نے اس کا نام کھوجی رکھا تھا۔ قصبے میں داخل ہونے والا ہر شخص سب سے پہلے اسکی دوکان سے گذرتا اور وہ جوتے کے تلے کو پاؤں میں دبائے ٹانکے لگاتے ہوئے ایک نظر ہر اجنبی کو دیکھ لیتا۔ اس کے دوست اس سے بڑھ کر کھوجی تھے۔ ایک دفعہ گاؤں کے چوہدری نے بوٹ بنانے کا آرڈر دیا اور دوسرے دن تک بوٹ تیار ہونے چاہیے تھے اس ارجنٹ آرڈر کی تکمیل کیلئے وہ ساری رات دوکان پر کام میں مصروف رہا۔

صبح اذان فجر سے بہت پہلے ایک اجنبی شخص دوکان کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ شکل وصورت سے کوئی شہری معلوم ہوتا تھا اگرچہ اس نے کوٹ اور پتلون پہن رکھی تھی لیکن سارا لباس اور سر کے بال اور چہرہ سب مٹی سے بھرا پڑا تھا۔ جسمانی لحاظ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ پچکے ہوئے گال، سوکھے ہاتھ اور آنکھوں میں لاش کی سی مردنی واضح تھی۔ دوکان میں داخل ہو کر اجنبی نے کوئی بات نہ کی۔ آہستگی سے جھک کر موچی کے ہاتھ سے تیار جوتا لے لیا اور ایک پاؤں میں پہن کر دوکان کے اندر ہی چل پھر کر دیکھا۔ ٹھیک ہے۔ دوسرا پیر کہاں ہے۔ اس نے مری ہوئی آوازی میں کہا۔ موچی نے اُسے بتایا دوسرا جوتا ابھی تیار نہیں ہوا۔ اجنبی نے سو کا نوٹ اسکی طرف پھینکتے ہوئے کہا آج تیار کر ڈالو کل اسی وقت آ کر میں لے جاؤنگا۔

نہیں جناب یہ آپ کو نہیں مل سکتا کھوجی نے جواب دیا اور اجنبی کے پاؤں سے اپنا بوٹ اتارنے کی کوشش کی۔ یہ آرڈر پر بنا ہے اور مجھے آج ہی گاؤں کے چودھری کو دینا ہے۔ اجنبی نے ایک جھٹکے سے پاؤں پیچھے کھینچ لیا اور اپنے ہاتھوں سے بوٹ اتار کر موچی کے آگے پھینک دیا۔ اجنبی نے کہا میرے لئے اس جیسا ایک جوڑا تیار کردو۔ میں پرسوں اسی وقت آ کر لے جاؤنگا۔ ٹھیک ہے صاحب موچی نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا موچی پیر کا ناپ لینے کیلئے آگے بڑھا۔ اجنبی اور پیچھے ہٹ گیا۔ ناپ کی ضرورت نہیں

یہی ناپ ٹھیک ہے۔ جوتا پرسوں اسی وقت تیار ملنا چاہیے یہ کہہ وہ دوکان کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کھوجی ایک لحہ کیلئے حیران و پریشان اجنبی کے پیچھے دوڑا۔ اس نے بازار کی واحد سڑک پر دونوں جانب دور دور تک اجنبی کو تلاش کیا مگر اس کا کہیں نام نشان نہ تھا۔ بے شمار سوالات اس کے ذہن میں آتے رہے۔ سارا دن اس کے پاس جو بھی آیا کھوجی نے اس کو اجنبی گاہک کے بارے میں ضرور بتایا۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ اب یہ واقعہ انہونی بات بن کر گاؤں بھر کے لوگوں کیلئے موضوع گفتگو بن گیا تھا۔ کھوجیوں کے کئی ساتھیوں نے اس پُراسرار شخص کے بارے میں پورا پورا کھوج لگانے کی ذمہ داری قبول کر لی اور طے پایا کہ وہ مقررہ وقت پر کھوجی کی دکان پر پہنچ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ یہ شخص کون ہے اور اتنی صبح سویرے اسے چھپ چھپا کر جوتا بنوانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

ایک دن کے وقفے سے اگلی صبح جبکہ اذان ہونے میں کافی دیر تھی وہ جوتا تیار کر کے اپنے پُراسرار گاہک کا منتظر تھا۔ دوکان کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور اجنبی گاہک نہایت خاموشی سے اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس نے اشارے سے اپنے بوٹ طلب کیے۔ کھوجی نے دونوں پیر اس کے آگے رکھے۔ اجنبی نے جوتے پہنے اور ایک سو کا نوٹ مزید دوکاندار کی طرف پھینکنے کے بعد خاموشی سے نکل گیا۔ کھوجی بھی اس کے پیچھے لپکا وہ قریبی قبرستان کی طرف لمبے لمبے قدم اُٹھاتا جا رہا تھا۔ اسکی رفتار کافی تیز تھی۔ کھوجی تیز تیز قدم اُٹھاتا اور چھپتا چھپاتا اسکے پیچھے جا رہا تھا۔ ابھی فجر کی اذان میں کافی وقت تھا اور اچھا خاصا اندھیرا تھا پھر بھی اس نے اجنبی کو اپنی نظروں سے اُوجھل نہ ہونے دیا۔ اس نے دیکھا کہ اجنبی قبرستان میں ایک پختہ قبر کے پاس جا کر رُک گیا۔ کھوجی جلدی سے ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اجنبی نے قبر کی سل ہٹائی اور اسکے اندر داخل ہو گیا۔ کھوجی خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا واپس مڑنا ہی چاہتا تھا کہ اسکے تین ساتھی مختلف درختوں کی آڑ سے باہر نکل آئے۔ ہم بھی تمہارے گاہک کا تعاقب کر رہے تھے ہم نے بھی اسے قبر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔

سورج نکلنے سے پہلے پورا گاؤں قبرستان میں اُمڈ آیا۔ کیا لڑکے، جوان کیا بوڑھے ہر شخص اپنے ہاتھ میں لاٹھیاں، بیلچے اور کلہاڑیاں پکڑے قبر کھودنے کیلئے بے چین تھا۔ گاؤں کے چودھری کو بلایا گیا اور

اسکی موجودگی میں قبر کی سل ہٹا کی قبر سے تابوت نکالا گیا۔ یہ مضبوط لکڑی کا تابوت تھا جیسے کیل ٹھونک کر اچھی طرح سے بند کیا گیا تھا۔ چودھری کے حکم سے تابوت کھولا گیا اس میں کھوجی کے پراسرار گاہک کی لاش موجود تھی۔ کھوجی کے علاوہ تین دوسرے نوجوانوں نے بھی گواہی دی کہ یہ وہی شخص ہے۔

یہ دیکھو اس نے میرے بنائے ہوئے جوتے بھی پہن رکھے ہیں۔ آج ہی صبح سویرے مجھ سے لے کر آیا تھا۔ کھوجی چلا اٹھا۔ لاش کو ہلا کر دیکھا گیا۔ اس میں زندگی اور حرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ طے پایا کہ اسے پھر دفن کر دیا جائے۔ کھوجی نے مطالبہ کیا کہ لاش کے نئے جوتے اُتار کر اسے دے دیئے جائیں کیونکہ کسی مردے کو بوٹوں سمیت ویسے بھی دفن نہیں کیا جاتا چنانچہ کھوجی نے بڑھ کر اس کے بوٹ اُتار لیے۔

اگلی صبح لوگوں نے دیکھا کہ موچی کی لاش قبرستان میں پڑی ہے اس کا منہ کھلا اور خوفناک لگ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے گردن میں کسی نے فولادی پنجہ گاڑ دیا ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

السلامُ علیکم

1) کسی شخص نے حضور علیہ السلام سے پوچھا اسلام کی کونسی بات سب سے اچھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کھانا کھلاؤ اور دوسروں کو سلام کرو خواہ تم ان کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ (بخاری)

2) جب آپ کسی محفل میں جائیں تو سلام کریں اور جب وہاں سے رخصت ہوں تو بھی سلام کریں۔ (ترمذی)

3) وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

4) سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ پیدل بیٹھنے والے کو اور تھوڑے (لوگ) زیادہ کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (بخاری و مسلم)

5) جو دو مسلمان باہمی ملاقات میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے اُن کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(94) وہ کون تھی؟

میرا تعلق پاکستان کے حسین علاقے ''شمالی علاقہ جات'' سے ہے، میں کراچی میں زیر تعلیم ہوں لیکن ہر سال گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کے لئے گلگت جاتا ہوں۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی چھٹیاں گزارنے کے لئے گلگت کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں بس میں میرے سامنے والی سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین جوان بیٹھا ہوا تھا وہ اپنی سوچوں میں گم تھا۔ لیکن شکل وصورت سے گلگتی ہی لگ رہا تھا۔ کافی دیر تو خاموشی رہی لیکن پھر میرے اور اسکے درمیان باتوں کا آغاز ہو گیا۔ پھر باتوں باتوں میں میں نے اس سے سوچوں میں کھو جانے کی وجہ دریافت کی تو ابتداء تو اس نے اپنے بارے میں کچھ بتانے سے ہچکچاہٹ محسوس کی لیکن پھر میرے بہت اصرار پر اپنی کہانی بیان کرنا شروع کی جو میں اسکی زبانی تحریر کر رہا ہوں۔

یہ واقعہ 12 جون 1996ء کا ہے۔ میرا نام نصیر حسین ہے میرا تعلق گلگت خاص سے ہے لیکن راولپنڈی میں سیٹلائٹ ٹاؤن میں مقیم ہوں اور راولپنڈی میں ہی ایک کالج میں بی ایس سی پارٹ II پری میڈیکل کا طالبعلم ہوں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کالج سے گھر آنے کے بعد شام کے وقت ٹیوشن پڑھنے جاتا تھا اور پھر کھیل کود کے بعد رات کو بہت دیر سے گھر آتا تھا یہ میرا روز کا معمول تھا۔ ایک دن میں حسب معمول اپنی موٹر سائیکل پر گھر آ رہا تھا (اس روز مجھے کافی دیر ہو چکی تھی) کہ جب میں آدھے راستے میں پہنچا تو ایک نہایت ہی حسین لڑکی نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا، پہلے تو میں تھوڑا سا ہچکچایا لیکن پھر اسکے اصرار پر اسے لفٹ دے دی۔ اس نے مجھے اپنے گھر کے پاس اتارنے کو کہا اور ایڈریس سمجھانے لگی۔ میں نے اسے ساتھ بٹھا لیا اور پھر راستے میں اسکے اور میرے درمیان کافی باتیں ہوئیں۔ اس نے اپنا نام زینب بتایا اور کہا کہ وہ اکثر شام کو تفریح کے لئے قریبی پارک میں آیا کرتی ہے اور ایک نہایت ہی شاندار بنگلے کے سامنے اس نے مجھے رکنے کو کہا اور خدا حافظ کہہ کر اگلے دن ملنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

میں تو بس اسی کی سوچوں میں کھو گیا اور رات بھر سکون سے نہ سو سکا۔ اگلے دن اسی مقام پر پہنچا تو وہ لڑکی پہلے ہی سے وہاں کھڑی تھی، میں نے اسے موٹر سائیکل پر بٹھا لیا اور اس نے گھر کے بجائے پارک میں

چلنے کا اشارہ کیا، پارک میں جا کر ہم ساتھ ساتھ چلنے اور باتیں کرتے رہے، باتوں باتوں میں اس نے مجھ سے محبت کا اظہار کر دیا۔ جسے سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی، کیونکہ میں تو خود اسکی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ باتیں کرتے کرتے وقت کا اندازہ نہ ہوا اور شام ڈھلنے لگی تو میں نے اس سے گھر چلنے کو کہا لیکن وہ گھر جانے پر راضی نہیں تھی۔ بہر حال میرے بہت اصرار پر وہ میرے پیچھے بیٹھ گئی میں نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی، اسے اس کے گھر کے سامنے اُتارا اور خوشی خوشی گھر چلا آیا۔

پھر یہ تقریباً ہمارا معمول بن گیا، ہم اسی پارک میں آ کر باتیں کرتے اور ایک دوسرے کے بغیر زندگی نہ گزارنے کی قسمیں کھاتے۔ ایک روز باتوں باتوں میں میں نے اس سے کہا کہ کل میں اپنے والدین کو تمہارے گھر پر رشتہ مانگنے کے لیے بھیج دونگا۔ پہلے تو وہ ٹالنے کی کوشش کرتی رہی کہ ابھی بہت وقت ہے لیکن میرے زیادہ اصرار پر وہ خاموش ہو گئی۔ اس کو اُتارتے وقت میں نے اسے دوبارہ یاد دلایا کہ میں اور میری والدہ کل ٹھیک بارہ بجے تمہارے گھر رشتہ مانگنے آئینگے۔

اگلے دن میں اور امی انکے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک نہایت خوش لباس خاتون نے دروازہ کھولا، ہمیں بیٹھک میں بٹھایا، ہماری بہت مہمان نوازی کی، لیکن ان کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے اور جب امی نے انکو اپنے آنے کا مقصد بتایا کہ میں اپنے بیٹے نصیر حسین کے لئے آپ کی بیٹی زینب کا رشتہ مانگنے آئی ہوں تو وہ خاتون ایک دم چونک گئیں اور کہا کون سی زینب؟ کیا آپ لوگ میرا مذاق اُڑانے آئے ہیں، زینب کو تو وفات پائے تین سال ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والا سارا واقعہ انہیں سنایا تو اسکی امی مجھے گلے لگا کر خوب روئیں۔ اس روز تو ہم واپس آ گئے مگر اسکے بعد وہ لڑکی کہیں نظر نہیں آئی، لیکن وہ آج تک میرے دل اور خیالوں میں اسی طرح جیتی جاگتی ہے جیسی پہلے دن مجھے سڑک پر کھڑی ملی تھی۔

اس واقعہ کی جب مقامی عالم دین سے وضاحت چاہی تو اُنہوں نے کہا کہ یہ لڑکی شہید ہو سکتی ہے اور شہداء اپنے مادی جسم کے ساتھ جہاں چاہے آ جا سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(95) ہرن کا شکار

محیر العقول واقعات پڑھ کر ہمارے اوپر تفکر کی راہیں کھلتی ہیں اور ہم حیرت واستعجاب کے ساتھ یہ ضرور سوچتے ہیں کہ ایسا کس طرح ممکن ہے۔ ''نینی تال'' اور ''گڑھا کوٹہ'' کے تاریک جنگلات جہاں ہر طرح کے جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے۔ یہ جنگلات دہشت ناک اور پراسرار واقعات کی وجہ سے بھی مشہور ہیں۔ یہ ایک ڈھلتی ہوئی شام کا ذکر ہے۔ فدا صاحب اپنے چند شکاری ساتھیوں کے ہمراہ ''گڑھا کوٹہ'' کے مشہور جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ انکی جیپ جتنی دیر میں جنگل کی حدود میں داخل ہوئی۔ اتنی دیر میں رات کی تاریکی ہر طرف مُسلط ہو چکی تھی۔ فدا صاحب نے ٹارچ روشن کر کے اطراف میں گھمائی روشنی کے دائرے میں ایک ہرن کی جھلک دکھائی دی۔ اگلے ہی لمحے وہ رائفل سیدھی کر کے ہرن پر گولی چلا چکے تھے۔

گولی ہرن کو لگی اور وہ گر پڑا لیکن فوراً لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اور پوری تیزی کے ساتھ دوڑ پڑا۔ فدا صاحب حیران ہوئے کہ ہرن زخمی ہونے کے باوجود اتنی تیزی سے دوڑا کہ نظروں سے اُوجھل ہو گیا۔ فدا صاحب نے تعاقب کیا اور بھاگتے ہوئے جنگل کے قلب میں پہنچ گئے۔ جہاں تاریکی کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اُنہوں نے ٹارچ روشن کی اور ایک درخت کے نیچے بڑی مقدار میں خون کے دھبے نظر آئے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا کہ ایک شخص درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ فدا صاحب نے پوچھا میں زخمی ہرن کا پیچھا کر رہا تھا۔ آپ نے اسے گزرتے تو نہیں دیکھا اس شخص نے غور سے انکی طرف دیکھا اور اپنے چہرے پر ایک ہاتھ پھیر کر کہا ''دیکھیے کہیں میں تو نہیں تھا؟۔۔۔ یہ الفاظ اسکے منہ سے نکلتے ہی اسکی انسانی شکل وصورت ایک بھیانک اور غیر انسانی مخلوق کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ فدا صاحب دہشت زدہ ہو کر اُلٹے قدم واپس بھاگے۔ انکے حواس منتشر ہو چکے تھے اور ذہن سے شکار کا خیال محو ہو چکا تھا اسی اثناء میں ایک ساتھی انہیں تلاش کرتے ہوئے انکے پاس پہنچ گیا۔ فدا صاحب نے اپنے دوست کو قریب دیکھا تو جان میں جان آئی۔ لرزتے ہونٹوں سے تمام کہانی سنائی اور کہا نہ جانے وہ ہرن کون سی مخلوق تھا؟ انکے دوست نے

یہ سب کچھ سن کر انکی طرف دیکھا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہا ذرا دیکھیے کہیں میں تو نہیں تھا؟۔۔۔ اور اتنا کہتے ہی دوست کی صورت اسی خبیث اور مکروہ شکل میں تبدیل ہو گئی۔ جو چند منٹ پہلے وہ دیکھ چکے تھے۔

شعور پر پڑنے والی یہ دوسری ضرب پہلی ضرب کے مقابلے میں کتنی شدید ہو گی اسکا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ وحشت کے عالم میں انہوں نے راستہ تبدیل کیا اور جسم و جان کی تمام قوت کے ساتھ دوڑ لگا دی تا کہ کسی طرح جنگل سے نکل کر جیپ تک پہنچ سکیں ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مُڑ کر اپنے دوست کو دیکھتے کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا تو انہوں نے دیکھا ان کے نزدیک ایک اور ساتھی جو اُن کے سفر میں شریک تھے۔ انہیں پکارتے ہوئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔

ایک بار پھر انہیں ڈھارس بندھی۔ دوسرے دوست نے بھی نہایت حیرت اور تشویش سے ماجرا دریافت کیا جو لڑکھڑاتی زبان میں بتا دیا گیا۔ انکے دوست نے یہ سب کچھ حیرت کے ساتھ سنا اور ذرا سا رُک کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور ان سے پوچھا "ذرا دیکھیے کہیں میں تو نہیں تھا؟۔۔۔۔ الاماں و الحفیظ وہی بھیانک صورت۔ اب فدا صاحب میں برداشت کی قوت نہ رہی ذہن ماؤف ہو گیا حواس معطل ہو گئے۔ اعصاب بکھر گئے رائفل اور ٹارچ بھی ہاتھ سے گر گئی۔ چنانچہ انہوں نے جیپ اور ساتھیوں کو چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف دوڑنا شروع کر دیا انکا سانس اکھڑ چکا تھا۔ دل کی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ اپنے مکان کی گلی مڑنے لگے تو انکی ملاقات اپنے پڑوسی سے ہوئی۔ انہیں وحشت زدگی کے عالم میں دیکھ کر پریشان ہوا اور انہیں سہارا دے کر پوچھا کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟

ان میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ حال دل بیان کرتے کسی نہ کسی طرح سنبھل کے بے ربط الفاظ میں بتایا۔ کس طرح جنگل سے گھر تک وہ دوڑتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور کس طرح وہ انجانی مخلوق انکا پیچھا کرتی رہی۔ پڑوسی نے خوف اور حیرت سے یہ سب کچھ سنا پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا "ذرا دیکھیے کہیں میں تو نہیں تھا؟۔۔۔۔ اُف خدایا وہی خوفناک شکل، وہی مکروہ چہرہ، اس خبیث نے ابھی تک پیچھا نہ چھوڑا تھا۔ فدا صاحب بے تحاشا اپنے دروازے کی طرف بھاگے اور بُری طرح دروازے کو پیٹ ڈالا انکی بیگم نے دروازہ کھولا اور ایسی حالت میں دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ انہیں سنبھالا دیا اور بے اختیار ہو کر پوچھا آپ نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے۔ نہ جانے کس غیبی طاقت کے زیر اثر انہوں نے کچھ بتانے کی بجائے پوری قوت

قوت کے ساتھ بیگم کے چہرہ پر تھپڑ مارا اور لڑکھڑاتے ہوئے اپنے بستر پر جا گرے۔

اس سے قبل انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی اپنی بیگم پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اگر وہ بیگم کو تھپڑ مار کر بات کو اُدھورا نہ چھوڑتے تو پھر وہی کچھ پیش آتا جو اس سے پہلے دوستوں اور پڑوسی کے روپ میں اُنہوں نے دیکھا تھا۔ کئی ماہ علاج کرانے کے بعد اس قابل ہو سکے کہ اُنہوں نے یہ پورا واقعہ بیان کیا! (روحانی ڈائجسٹ کراچی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(96) حافظ قرآن کی قبر

ہمارے گاؤں کا نام ''خدر خیل'' ہے۔ جو کوہاٹ سے پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں دو حافظ قرآن بھائی رہتے تھے۔ دونوں آپس میں گہرے دوست بھی تھے ایک بھائی سعودی عرب میں جاب کرتا تھا وہ چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ اس کو اپنے پاسپورٹ سے متعلق کاغذات لینے کیلئے ''کرک'' جانا پڑا۔ دونوں بھائی موٹر سائیکل پر روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک ٹینکر نے انکو پیچھے سے ٹکر مار دی۔ اور وہ دونوں موقع پر ہی انتقال کر گئے۔ جب انکی نعشیں گھر لائی گئیں۔ تو ایک عجیب بات ہوگی ایک سفید ریش بزرگ سفید لباس پہنے جنکے چہرے پر بھی سفید نقاب تھا وہ انکی چارپائی کی قریب بیٹھے تھے اور انکی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے جب انہیں نہلایا گیا تو بھی وہ بزرگ موجود تھے لوگوں کو حیرانی ہوئی کہ یہ بزرگ کون ہیں اچانک وہ غائب ہو گئے۔ جب قبرستان میں جنازہ پڑھایا گیا تو وہ نقاب پوش بزرگ نے بھی نماز جنارہ ادا کی۔ جب انہیں دفنایا گیا تو انکی قبریں خوشبو سے مہک اُٹھیں۔ ایسی شاندار خوشبو جو آج تک کسی نے دیکھی اور نہ ہی اس کا تصور کیا ہو۔ ایسے لگتا تھا جیسے قبریں گلاب کے پھولوں سے بھر گئی ہیں۔

ایک چرواہا اپنے اُونٹوں کو لے کر وہاں سے گذر رہا تھا۔ اچانک اُونٹ بھاگا اور دونوں قبروں سے اپنا چہرہ ملنے لگا۔ اُونٹ کبھی اپنی ٹانگیں قبر سے لگاتا اور کبھی اپنا جسم قبر پر ملتا۔ چرواہے نے بڑی مشکل سے اس اُونٹ کو ہٹایا۔ وہ قبر سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ دونوں بھائیوں کی قبروں سے اُٹھنے والی خوشبو نے پورے قبرستان کو مہکا دیا۔ (ماہنامہ عبقری لاہور)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(97) مُردہ زندہ ہوگیا

انور اور فرحت ایک دوسرے کو چاہتے تھے اُن کے والدین بھی اس رشتے پر راضی تھے۔پس دنوں کی شادی دھوم دھام سے کردی گئی۔اس خوشی کے موقع پر انور کے والدین نے غریبوں میں کپڑے، روپے اور کھانا وغیرہ خیرات کیا۔فرحت بلا کی حسین تھی۔اسکے سر کے بال بہت لمبے تھے۔شادی کی رات مستقبل کے تانے بانے بننے کے بعد وہ آرام کی غرض سے لیٹ گئے سوتے وقت فرحت کے سر سے بال فرش کو چھو رہے تھے۔صبح جب فرحت نیند سے بیدار ہوئی تو انور سویا ہوا تھا۔جونہی اس نے انور کو جگانے کے لئے اسکے چہرہ سے چادر ہٹائی تو اسکی چیخ نکل گئی انور کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی اسکا رنگ نیلا پڑ چکا تھا۔فرحت اس حادثہ سے نیم پاگل ہوگئی وہ زور زور سے چیخنے چلانے لگی۔انور کے والدین فرحت کی چیخ وپکار سن کر دوڑتے ہوئے آئے۔انور کا جسم اس وقت تک ٹھنڈا پڑ چکا تھا گھر میں کہرام برپا ہوگیا انور کے والدین صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے دیواروں سے سر ٹکرانے لگے۔انور کو سوتے ہوئے کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا تھا۔بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بتایا گیا سب نے انور کا معائنہ کرنے کے بعد ایک ہی جواب دیا کہ زہر اپنا اثر دکھا چکا ہے اب کچھ نہیں ہوسکتا۔پچھلے پہر انور کا جنازہ اُٹھایا گیا۔چیخ وپکار سے درودیوار ہل گئے۔

قبرستان کی طرف جاتے راستے میں دو بوڑھے جوگی بین بجاتے ہوئے نظر آئے۔انہوں نے جنازہ کو دیکھ کر بین بجانا بند کردی ایک جوگی نے جنازہ میں شریک لوگوں سے میت کے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ زمیندار فضل دین کے بیٹے انور کی میت ہے جسے رات کو کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا تھا یہ جان کر جوگیوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ ہمیں مرنے والے کا چہرہ دکھایا جائے ان کے اصرار پر لوگوں نے میت رکھ دی۔دونوں جوگی انور کی لاش کا بغور جائزہ لینے کے بعد کہنے لگے کہ ہم مردہ جسم میں جان ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کام کے لئے ہمیں گائے کا ایک من دودھ چاہیے۔لوگ یہ باتیں سن کر انہیں خرافات سنانے لگے لیکن انور کے والد کے منع کرنے پر خاموش ہوگئے پھر گاؤں سے ایک من دودھ منگوایا

گیا۔ایک جوگی نے حکم دیا کہ انور کی بیوی کو بھی بلایا جائے انور کے والد کے کہنے پر فرحت کو گھر سے بلایا گیا اور ایک چارپائی بھی منگوائی گئی جوگیوں نے چارپائی کے اردگرد چادر تان دی اور فرحت کو چارپائی پر لٹا کر اس کے سر کے بال کھول دیئے۔ پھر انور کی لاش کو اُٹھا کر فرحت کے ساتھ چارپائی پر لٹا دیا ایک جوگی نے فرحت سے کہا بیٹی آنکھیں بند کرلو اگر سانپ آئے تو ڈرنا نہیں۔تقریبا آدھ گھنٹہ تک جوگی نہ جانے کیا کیا منتر پڑھتے رہے لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔

سورج غروب ہونے والا تھا ایک بڑا سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا آیا اور فرحت کے بالوں کے سہارے چارپائی پر چڑھ گیا اور انور کے پیر کے گرد لپٹ کر انگوٹھے سے اپنا زہر چوسنے لگا۔تھوڑی دیر بعد سانپ چارپائی سے اتر کر قریب رکھے ہوئے دودھ کے ڈرم میں جا گرا پانچ منٹ بعد سانپ دودھ سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔لوگوں کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔دودھ کا رنگ ہلدی جیسا پیلا ہوگیا تھا کچھ ہی دیر بعد انور نے آنکھیں کھول دیں اور پوچھنے لگا میں یہاں پر کیسے آگیا۔میں تو اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا۔جوگیوں کی کرامات سے ہر آدمی خوش تھا جن لوگوں نے جوگیوں سے مذاق کیا تھا وہ اپنے کئے پر معافی مانگنے لگے۔انور کے والد اور فرحت کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

انور کے والد نے جوگیوں سے کہا جو دل میں آئے مانگو میں تمہیں دینے کے لیے تیار ہوں جتنی دولت چاہیے مجھے بتاؤ۔تم لوگوں نے میرے اکلوتے بیٹے کو دوسری زندگی دیکر مجھے خرید لیا ہے۔لیکن دونوں جوگیوں نے کچھ نہ لیا اور کہنے لگے بابو جی ہم ایک پیسہ بھی نہیں لیتے جس روز پیسہ لیں گے اسی روز سے ہمارا عمل ختم ہو جائے گا ہم یہ کام مفت کرتے ہیں ہم نے تو صرف کوشش کی تھی زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے" کہتے ہیں اسکے بعد انور نے مزید چالیس سال زندگی پائی اس دوران اسکے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(98) اُونچے گھرانے میں شادی

میرا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے۔ والد صاحب ریلوے ورکشاپ میں فورمین تھے۔ مختصر سا کنبہ تھا۔ امی ابو میں اور ایک چھوٹی بہن اندرون شہر میں رہتے تھے۔ والد صاحب کا اپنا مکان تھا۔ زندگی خوشحال تھی۔ والد صاحب کی خواہش تھی۔ میں انجینئر بنوں۔ میں نے ایف ایس سی کر کے انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ جس سال میرا فائنل ایر کا رزلٹ آیا۔ والد صاحب۔ نے نوکری سے ریٹائرمنٹ لے لی۔ شاندار تعلیمی ریکارڈ کی وجہ سے مجھے انجینئرنگ یونیورسٹی میں لیکچرر شپ مل گئی۔ اس دوران مجھے سعودی عرب میں کام کرنے والی ایک مشہور امریکی فرم میں ملازمت مل گئی۔ مجھے بہن کی شادی کی فکر تھی۔ میرا خیال تھا کہ پرانے دور کے بنے ہوئے مکان میں رہتے ہوئے۔ اچھا رشتہ ملنا مشکل ہے۔ کئی رشتے آئے لیکن بات طے نہ ہو سکی۔ میں نے لاہور کی ایک جدید آبادی میں کوٹھی تعمیر کی اور وہاں منتقل ہو گئے۔ نئے گھر میں شفٹ ہوئے ایک ماہ ہو گیا مگر ہمیں کوئی مبارکباد بھی دینے نہ آیا۔ میں نے والدہ سے مشورہ کے بعد ختم قرآن کرایا اور محلے والوں کی پُر تکلف دعوت کیلئے آس پاس کی لین میں واقع تمام کوٹھیوں میں دعوت نامے تقسیم کیے۔ سامنے کی لین میں آخری گھر والے افراد میں تین خواتین بھی اس محفل میں شریک ہوئیں ان میں ایک ماں اور دو اسکی بیٹیاں تھیں۔ نہایت شائستہ لب و لہجہ میں بات کرتی تھیں۔

اُنہوں نے میری ماں اور بہن سے بڑی اپنائیت کا مظاہرہ کیا۔ لڑکیوں کی ماں تو باقاعدہ اِدھر اُدھر کے کاموں میں میری والدہ اور بہن کا ساتھ دیتی رہیں۔ لڑکیاں خوبصورت تھیں۔ میری ماں سے وہ گھل مل گئیں۔ چار پانچ روز گذرنے کے بعد لڑکیوں کی ماں ہمارے گھر آئی اور اصرار کر کے وعدہ لیا کہ ہم سب کل شام کا کھانا انکے گھر کھائیں۔ خاصے مالدار لوگ تھے۔ نئی طرز کی عالیشان کوٹھی، پورچ میں چمکتی ہوئی دو کاریں اور تین ملازم موجود تھے۔ اس گھر میں ایک خوش پوش نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ گھر کی مالکن نے اس کا تعارف کرایا کہ یہ لڑکا اس کا بھائی ہے اور انکے ساتھ ہی رہتا ہے۔ عورت کا خاوند بیرون ملک اپنا کاروبار کرتا ہے۔ لڑکیاں میری بہن کی سہیلیاں بن گئیں۔ چند ہفتوں میں دونوں خاندان آپس میں ایسے گھل مل

گئے۔ جیسے مدتوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ ایک دن مجھے میری ماں نے بتایا کہ لڑکیوں کی ماں آئی تھی اور اپنے بھائی کیلئے تمہاری بہن کے رشتے کی بات کر گئی ہے۔ لڑکا امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے۔ شریف اور مہذب لگتا ہے۔ اسکے پاس اپنی کار ہے۔ نہ جانے کس خدشہ کے پیشِ نظر میرا یہاں بہن کا رشتہ دینے کو دل نہیں مانتا تھا۔ میں نے ماں سے کہاں اسکی دو لڑکیاں ہیں۔ انکی لڑکی کا رشتہ میرے لئے مانگے۔ اُنہوں نے فوراً ہاں کہہ دی۔ میری ہونے والی ساس نے مشورہ دیا کہ شادی میں دھوم دھام سے خرچ کرنے کی بجائے۔ جو کچھ بھی لینا دینا ہے نقد دے دیتے ہیں۔ اس طرح رقم ضائع نہیں ہوگی۔ میں نے ماں سے کہہ دیا ہمیں جہیز کی ضرورت نہیں۔ البتہ اپنی بہن کو ہم نے ضرورت کی ہر چیز دی۔ یہ بہن میری اکلوتی بہن تھی ماں نے کہا کہ میری بیٹی یہ نہ سوچے کہ رخصت کرتے وقت گھر والوں نے ضرورت کی چیزیں نہیں دیں۔ ہم نے ٹی۔ وی، فریج، واشنگ مشین، وی سی آر حتی کہ اے سی تک بہن کو دیا۔ پھر یوں ہوا کہ میری بہن کی ڈولی اُدھر گئی اور انکی لڑکی کی ڈولی میں لے آیا۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس فرض سے فراغت ملی۔

اس کے بعد ایک فرض میرے ذمے رہ گیا۔ میں ماں کو حج کرانا چاہتا تھا۔ میری چھٹی ختم ہوگئی میں ماں سے یہ کہہ کر سعودیہ چلا گیا کہ اسے حج کیلئے بلاؤں گا۔ میں نے حکومت کی حج سپانسرشپ سکیم کے تحت ماں کی درخواست جمع کراوئی جو منظور ہوگئی۔ حج میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا میں نے ماں کو سعودیہ بلالیا۔ روانگی سے پہلے ماں نے بہو سے کہا کہ وہ اپنے گھر چلی جائے۔ کیونکہ یہاں اکیلے رہنا مناسب نہیں۔ ہفتہ میں ایک دن گھر کی صفائی وغیرہ کروادیا کرے۔ پھر حج ہوا ماں کو میں نے مقدس مقامات کی زیارتیں کروائیں۔ ماں نے اپنی بہو اور بیٹی کیلئے دل کھول کر شاپنگ کی۔ ویزے کی میعاد ختم ہوئی تو ماں کی واپسی کا مسئلہ سامنے آگیا۔ میں نے سوچا اتنے سارے سامان کے ساتھ ماں کا اکیلے واپس جانا مناسب نہیں وہ بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں کسٹم والے پریشان کرینگے۔ میں نے دس دن کی چھٹی لی اور ماں کے ساتھ واپس آگیا۔

ماں کے ساتھ میں پاکستان پہنچا اور یہ سوچ کر کہ میری بیوی اپنی ماں کے گھر ہوگی۔ ہم اُدھر ہی چلے گئے لیکن وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ میں حیران ہوا کہ یہ سب لوگ کہاں چلے گئے ہیں۔ دس روز پہلے میری اپنی بیوی اور ساس سے فون پر بات ہوئی تھی اور میں نے اگلے ہفتہ واپسی کا پروگرام بھی بتایا تھا۔ میں نے ساتھ والے گھر کی گھنٹی بجائی۔ ملازمہ باہر نکلی میں نے پوچھا یہ لوگ کہاں گئے ہیں۔ اس نے کہا ہمیں کوئی علم نہیں۔

سامنے والی کوٹھی سے پتہ کیا تو اُنہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ میری ماں ایک اور کوٹھی کے دروازے پر پہنچی۔ اندر سے ایک عورت نکلی وہ میری ماں سے کہہ رہی تھی۔ ہمیں کیا معلوم پڑوسیوں سے کوئی اچھا سلوک رکھا ہوتو کسی کو بتائیں نا۔ ایک بار میرے بچے کی گیند انکی کوٹھی میں جا گری۔ بچہ گیند لینے گیا تو گالی گلوچ کر کے نکال دیا اور گیند بھی نہ دی۔

اُف خدایا۔ یہ کس قسم کا علاقہ ہے! میں سر پکڑ کر رہ گیا۔ ہم اپنے گھر پہنچے وہاں تالا لگا ہوا تھا جسکی چابیاں میری بیوی کے پاس تھیں۔ ہم نے تالا توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ ہائے یہ کیا؟ تمام تالے کھلے تھے، گھر کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ ٹی، وی، وی۔ سی۔ آر، فریج، فریزر سب غائب تھے۔ پانچ اٹیچی کیس جن میں قیمتی زیورات اور پارچہ جات تھے۔ وہ بھی غائب تھے۔ ہم تو لٹ گئے، برباد ہو گئے ماں پر غشی طاری ہونے لگی۔ ماں کی طبیعت بگڑتی دیکھ کر میں نے اسے تسلی دی کہ تمہاری بہو آ جائے۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے رات بھر انکا انتظار کیا انکے گھر کے چکر لگائے رات گذار دی۔ مگر وہ واپس نہ لوٹے۔ اس وقت مجھے اپنے تنہا ہونے اور والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کا شدید احساس ہوا۔

ہمارے محلہ میں رہنے والی بڑی اماں نے بتایا تقریباً دس دن پہلے اس نے کچھ آدمیوں کو میری کوٹھی سے سامان ٹرکوں پر لادتے دیکھا تھا۔ انکے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔ جسے میں پہنچان نہ سکی۔ مجھے کچھ شک سا ہونے لگا میں اپنے سسرال والوں کی کوٹھی کی دیوار پھاند کر اندر گیا۔ وہاں کا نقشہ بھی ہماری کوٹھی جیسا ہی تھا۔ قیمتی سامان غائب اور اندر خالی تھا۔ ایک خیال مجھے زیادہ پریشان کرتا تھا کہ میری بہن اتنی غیر ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ماں نے اب کسی بھی دن واپس آ جانا ہے۔ وہ یوں چلی جاتی اور پھر اتنے دن بے خبر رہتی۔ ماں کی طبیعت اتنی خراب ہوئی کہ اسے ہسپتال داخل کرانا پڑا۔ میری ذہنی اور جسمانی حالت بہت بُری تھی۔ نہ کھانے کی ہوش نہ سونے کی پرواہ کئی طرح کے اندیشے سامنے آئے جنکا روح فرسا تصور مجھے تڑپا کے دکھ دیتا۔ مالی صدمے کے ساتھ اب بہن کی عزت کی فکر بھی دامن گیر تھی۔ میرے پاس سسرال والوں کا سرگودھا کے ایک گاؤں کا پتہ موجود تھا۔ اُنہوں نے بتایا تھا وہاں ان کی زرعی زمین اور فارم ہے۔ میں وہاں چلا گیا ان لوگوں نے بتایا کہ ہم شادی میں شریک ضرور ہوئے تھے لیکن ہماری ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ اب مجھے شک ہونے لگا کہ میں بہت بڑے فراڈ کا شکار ہو گیا ہوں۔ شک تو اسی وقت ہو جانا چاہیے تھا جب میں نے دیکھ لیا تھا کہ میرے گھر سے تمام قیمتی اشیاء اور زیوارت غائب ہیں اور

میرے سسرال کی کوٹھی خالی پڑی ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو دھوکہ دیتا رہا تھا۔ میری ذہنی اور جذباتی حالت ایسی بگڑ گئی کہ میں پاؤں پر بھی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہماری کال بیل بجی میں دوڑ کر باہر آیا۔ ڈاکیے نے مجھے ٹیلی گرام دیا مجھے کچھ اطمینان سا ہوا۔ یہ تار ضرور میری بہن کے سسرال والوں کا ہوگا۔ کھولا تو دیکھا تار حیدر آباد سے آیا تھا۔ میری بہن نے صرف اتنا لکھا تھا "فوراً پہنچو" اور ساتھ ایڈریس بھی لکھا تھا میں جہاز پر سیٹ بک کرائی اور دوسرے دن کراچی پہنچ گیا وہاں سے بذریعہ ٹیکسی حیدر آباد مطلوبہ پتے پر پہنچنے، میں کامیاب ہو گیا۔

وہ ایک وسیع و عریض کوٹھی تھی۔ مین گیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ اندر سے دو خوفناک کتے غراتے اور بھونکتے ہوئے لپکے۔ وہ گیٹ کی سلاخوں کو توڑ کر مجھ پر حملہ کرنے کو بیتاب دکھائی دیتے تھے۔ گھنٹی بجانے کی نوبت ہی نہ آئی۔ اندر سے ایک آدمی نکلا جو چوکیدار معلوم ہوتا تھا۔ ملیشا رنگ کا شلوار کرتا اور کندھے سے رائفل لٹک رہی تھی میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ میری بہن اور میرے سسرال اتنی بڑی کوٹھی میں رہتے ہیں۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور میں اپنی بہن کو ملنے کیلئے بے چین تھا۔ کتوں کو پچکارتے ہوئے چوکیدار نے دروازہ کھولا میں نے اپنا تعارف کروایا تو وہ مجھے اندر لے گیا۔ چند لمحے انتظار میں گذر گئے تو چالیس بیالیس سال کا ایک بارعب اور معزز آدمی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ دراز قد، مضبوط گٹھا ہوا جسم، چہرے پر گھنی مونچھیں، شکل سے کوئی وڈیرا ٹائپ کی چیز لگتا تھا۔ سلام دعا کے بعد میں نے تار دکھایا تو اس نے کہا آپ کی بہن تھوڑی دیر میں آرہی ہے۔ اس نے سگار کا کش لگاتے ہوئے کہا اتنے میں میری بہن ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو میں اُسے دیکھ کر چکرا گیا۔ سُوجی ہوئی آنکھیں جنکے نیچے سیاہ حلقے موجود تھے۔ ناک سرخ، چہرے پر اُداسی، صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ کئی راتوں سے سوئی نہیں اور روتی رہی ہے۔ میں اسے دیکھ کر اُٹھا وہ دوڑ کر میرے گلے آ لگی۔ اب جو وہ روئی تو ایسی بے قابو ہوئی کہ میں اسے سنبھال نہ سکا۔ آدھ گھنٹہ اسی کیفیت میں گذرا ذرا سنبھلی تو میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ معاملہ آپ کو میں بتاتا ہوں۔ اس شخص نے کہا اور میری بہن کو دوسرے کمرے میں بھیج دیا۔ اس نے کہا پریشانی کی کوئی بات نہیں اب آپ کی بہن بالکل محفوظ ہے۔ بیچاری کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن یہ یہاں کیسے۔ میں نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔ یہ تو اپنے سسرال میں تھی۔ آپ کی بہن سب سنا چکی ہے کہ اسکی شادی کس طرح ہوئی اور اسکے ساتھ کیا بیتی۔ اپنی فیملی بیک گراؤنڈ بھی بتا چکی ہے۔ میں اتنی ہی بات سن کر پریشان ہو گیا۔ نہ جانے یہ سب کیا

ہوا۔ کیسے ہو گیا۔ میری بہن راستہ بھول گئی تھی یا سسرال والوں نے اسکے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا ہو اور یہ گھر سے بھاگ نکلی ہو۔ شاید سسرال والوں نے اس سے برا سلوک کیا ہو۔ اس قسم کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں بگولوں کی طرح اُٹھ رہے تھے۔ پہلے میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتا دوں۔ ان صاحب نے کہا۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔ شادی شدہ ہوں لیکن بیوی بچوں کو کم ہی اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے زمینداری بھی ہے، کاروبار بھی ہے آپ اسے گناہ کہیں گے لیکن میرے نزدیک یہ ایک شغل ہے۔ میں شراب کا عادی ہوں اور نئی نئی خوبصورت لڑکیوں کا شوقین ہوں۔ شراب میری کمزوری ہے اور عورت میری مجبوری ہے ان دونوں کے بارے میں میرا اپنا ایک الگ ذوق ہے۔ مہینے میں دو چکر کراچی کے ضرور لگاتا ہوں۔ میں صوفے پر گم سُم بیٹھا اس کی باتیں سن رہا تھا وہ اپنے گناہوں کا ذکر اس طرح بے تکلفی سے کر رہا تھا جس طرح کوئی اپنے اچھے کاموں کا بھی نہیں کیا کرتا مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ شخص معاشرے کی اس کلاس سے تعلق رکھتا ہے جو پاکستان کو اپنی جاگیر اور لوگوں کو اپنی رعایا سمجھتی ہے۔ اس نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا ہماری کسی حکومت نے اصلاح معاشرہ کے جوش میں عصمت فروشی کے مخصوص بازار بند کر دیئے تھے۔ بھولے عوام نے اس پر خوب واہ، واہ کی تھی۔ اس طرح پورے شہر کی جو غلاظت اور گندگی ایک گوشے میں اکٹھی کر رکھی تھی وہ اُٹھا کر سارے شہر میں جگہ جگہ پھیلا دی گئی۔ ہر عصمت فروش نے اپنی حیثیت کے مطابق آبادی کو چنا۔ کچی آبادیوں سے لے کر ماڈرن اور فیشن ایبل آبادیوں تک میں آپ کو ایسے لوگ مل جاتے ہیں جنکا پیشہ عصمت فروشی ہے۔ مجھ جیسے لوگوں کو عصمت فروش ہی جانتے ہیں کہ اس گاہک کی کیا ڈیمانڈ ہے۔ وہ میری پسند کا مال میرے لئے ڈھونڈ رکھتے ہیں۔ میرا ایک دوست جو میرے جیسا ذوق رکھتا ہے۔ کراچی میں رہتا ہے۔ اب کی مرتبہ میں وہاں گیا تو اس نے ایک نیا ایڈریس بتا کر کہا کہ وہاں نیا اور تازہ مال آیا ہے۔ میں اپنے دوست کے حوالے سے وہاں پہنچ گیا۔ وہ بہت بڑی کوٹھی ہے۔ پورا علاقہ کوٹھیوں اور بنگلوں کی کالونی ہے۔ اس کوٹھی کو دیکھ کر کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہاں عصمت فروشی ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے میری آؤ بھگت کی۔ میرا دوست چند دن پہلے ہی انکا گاہک بنا تھا۔ معمول کی بات چیت کے بعد اُنہوں نے مجھے چار پانچ لڑکیاں دکھائیں۔ میں نے اسے پسند کیا جو آپ کی بہن ہے۔

یہ خوبصورت تھی، معصوم تھی، اسکے چہرے پر وہ پیشہ وارانہ مکاری نہیں تھی۔ جو عموماً اس پیشے کی لڑکیوں کے چہرے پر آجاتی ہے۔ اُنہوں نے میرے لئے الگ کمرہ دکھایا میں نے ان سے کہا میں اسے

اپنے ساتھ ڈیرے پر دوراتوں کیلئے لے جانا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے اس کیلئے ڈبل فیس مانگی اور ساتھ یہ کہا کہ انکا آدمی میرے ساتھ جائیگا۔ لڑکی کو گاہک نے لے کر جانا ہو تو یہ گاہک سے شناختی کارڈ لے کر اپنے قبضے میں رکھ لیتے ہیں اور گاہک کے ڈیرے تک جو رکشا، ٹیکسی والا چھوڑنے جاتا ہے وہ بھی انکا اپنا آدمی ہوتا ہے۔ میری ضمانت میرا دوست تھا جو کراچی کسٹم میں تھا اور بڑے بڑے لوگوں سے اس کے ذاتی مراسم تھے۔ یہ ضمانت کام کر گئی اور انکا ایک آدمی ہمارے ساتھ آ گیا۔ بس یوں کہہ لیں آپ کی بہن کی قسمت اچھی تھی کہ اُنہوں نے اسے میرے ساتھ بھیج دیا۔ یہ سب کچھ سن کر مجھ پر پاگلوں کی سی کیفیت طاری تھی۔ کبھی مجھے چکر آتے، کبھی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگتے اور کبھی غصے کی شدت کی وجہ سے پورا وجود کانپنے لگتا۔ آپ کی بہن جب میرے گھر میں آئی تو میرے بیڈروم میں آ کر یہ اس طرح روئی جس طرح آپ کو مل کر روئی ہے۔ عصمت فروش لڑکیاں اس طرح رو نہیں سکتیں۔ جس طرح سے یہ رو رہی تھی۔

میں نے پوچھا معاملہ کیا ہے اس نے سنایا کس طرح اس کی شادی اس گھر میں ہوئی پھر آپ سعودیہ گئے۔ والدہ کو حج کیلئے بلایا اور یہ اکیلی رہ گئی۔ میرے پوچھنے پر بہن نے بتایا جب آپ والدہ کو لے کر حج پر روانہ ہوئے تو دو ہی دنوں بعد میری بیوی میرے گھر کا سارا سامان یہ کہہ کر اپنے گھر لے گئی وہاں محفوظ رہے گا۔ چند دن بعد اُنہوں نے کہا ہم ایک ہفتہ کیلئے کراچی جا رہے ہیں۔ میری بیوی اور ملازم گھر میں رہے باقی لوگ میری بہن کو لے کر بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچ گئے۔ جب میں نے پاکستان واپسی کا پروگرام بنایا تو میری بیوی گھر کا سارا سامان بیچ کر نوکر کے ساتھ خود بھی کراچی پرواز کر گئی۔ میری بہن کو اُنہوں نے بتایا کہ تمہارا بھائی والدہ کو مقدس مقامات کی زیارت کے بعد دو ماہ تک آئے گا۔ ایک دن میری بہن کے خاوند نے میری بہن کا تعارف ایک دوست سے کرایا اور خود کمرہ سے باہر نکل گیا۔ جب دوست نے چھیڑ چھاڑ شروع کی تو بہن نے اسے برا بھلا کہا اس پر اُس نے بتایا کہ اس کام کے میں نے تمہارے خاوند کو پیسے دیئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد خاوند اور اسکی بہن نے اسے ڈرایا دھمکایا کہ اسے یہ کام کرنا پڑے گا۔

عصمت فروشی پر رضامند کرنے کیلئے اُنہوں نے تشدد اور ایذا رسانی شروع کر دی اور کہا ہم تمہیں تھانے کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ جاؤ وہاں رپورٹ کر کے دیکھ لو۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مختصراً یہ کہ ان لوگوں نے میری بہن کو اُونچے درجے کی طوائف بنا ڈالا۔ میری بیوی اور اس کی بہن تو پہلے ہی اس پیشہ میں تجربہ کار کھلاڑی تھیں ایک روز یہ صاحب وہاں پہنچے اور میری بہن کو ساتھ لے آئے۔ اس شخص نے بتایا جب یہ لڑکی

روئی تو مجھے اپنی بہن کے آنسو یاد آ گئے۔ ہم لوگ بھی اپنی لڑکی کو دھوکے میں آ کر ایک ماڈرن گھرانے میں دے بیٹھے تھے۔ اس کا خاوند بدکار عورتوں کے ساتھ پھرتا تھا اور میری بہن کو بھی ساتھ لے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے دولت میں کھیلنے والی میری بہن پر چوری کا الزام لگا کر تشدد کیا۔ میں اسے ملنے گیا تو اس کے چہرے اور بازو پر زخم تھے وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی میں اسے اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا۔ لیکن اسکے سسرال والوں نہ آنے دیا میں واپس چلا آیا، چار روز بعد پیغام ملا میری بہن نے ریوالور سے خودکشی کی ہے۔ آپ کی بہن نے رونے کے بعد کہا کہ وہ موقع ملتے ہی خودکشی کر لے گی لہٰذا میں نے ایک جان کو بچانے کا فیصلہ کر لیا۔

ہمارے ساتھ آنے والا آپکی بہن کا بھڑوا، باہر میرے نوکروں کے ساتھ حقہ پی رہا تھا میں نے اسے اندر بلایا اور پوچھا تم ان لڑکیوں کے ساتھ اکثر گاہکوں کے ساتھ جاتے ہو اگر تمہیں کوئی دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دے تو تم کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا گاہک اکثر ہماری عزت کرتے ہیں لیکن اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے تو ہم اتنے کچے بھی نہیں کہ اسے چھوڑ دیں۔ اس نے اپنی جیکٹ کے اندر سے میگزین والا پسٹل نکال کر دکھایا اور کہا یہ پستول میری مدد کرتا ہے۔ میں نے باتوں باتوں میں پستول اسکے ہاتھ سے لے لیا اور اسکے ڈیزائن کی تعریف کرنے لگا۔ اس شخص کا ہتھیار میرے قبضے میں آیا تو میں نے نوکروں سے کہا اس حرام زادے کو اُس سرونٹ کوارٹر میں بند کرو۔ جسکی کھڑکیاں نہیں ہیں ملازم اسے گھسیٹتے اور دھکیلتے ہوئے لے گئے اور اسے کمرہ میں بند کر دیا۔ اس بات کو سن کر میں بم کی طرح پھٹا۔ کہاں ہے وہ میں اسے زندہ نہیں چھوڑونگا۔ آرام سے بیٹھے رہیں۔ اُنہوں نے کہا مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ وہ کہاں ہے اور میں اس کے ساتھ کیا کرونگا۔ یہ میرا معاملہ ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے کہا میں نے تم بہن بھائی کو لاہور بھیجنے کا بندوبست کر دیا ہے میرا ملازم آپ کو لینڈ کروزر میں سڑک کے راستے لاہور لے جا سکتا ہے لیکن آگے علاقے میں ڈاکوؤں کا راج ہے میں آپ کو خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔ اُنہوں نے ایک آدمی کو کراچی بھیج کر لاہور کیلئے جہاز کی دو سیٹیں بک کرائیں اور ہمیں اپنی گاڑی میں کراچی پہنچا دیا۔ رخصت ہوتے وقت اُنہوں نے کہا دیکھو میرے بھائی بہن کو لے جاؤ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اپنی مرحوم بہن کی روح کی تسکین کیلئے آپ کی بہن کو عصمت فروشوں سے نجات دلائی ہے۔

میری تفریح کا ذریعہ بدکار لڑکیاں ہوتی ہیں۔ شریف اور مظلوم لڑکیاں نہیں۔ میرا برادرانہ مشورہ

ہے کہ قانونی چارہ جوئی اور پولیس کے چکر میں نہ پڑنا۔ تم اب کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سوائے اسکے ان بدکردار لوگوں کے ہاتھوں مزید خراب ہوتے پھرو گئے۔ لیکن ہمارے پاس تو باقاعدہ نکاح نامہ ہے اُنہوں نے کہا انکی لڑکی کو میں نے غائب کیا ہے وہ میرے خلاف جو بھی کاروائی کریں میں دیکھ لونگا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ خدا نے ہمیں کس گناہ کی سزا دی ہے۔ میری بہن نے لمبی چُپ سادھ لی ہے۔ اس کا زیادہ وقت مُصلّے پر گذرتا ہے۔ تسبیح اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے شادی کا نام نہیں لیتی۔ اسے عبادت میں سکون ملتا ہے۔ چند ماہ بعد میری بہن کا خاوند سڑک کے حادثے میں مارا گیا۔ حادثے کے بعد گاڑی کو آگ لگ گئی اور وہ گاڑی کے اندر ہی جل کر راکھ ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا جلا ہوا ڈھانچہ گاڑی سے نکالا چونکہ یہ لوگ پیشہ ور عصمت فروش تھے اُنہوں نے میری بیوی کی شادی کراچی کے ایک مالدار شخص سے کر دی۔ وہ ملتان کا رہنے والا تھا ان لوگوں نے اسے بھی لوٹ لیا۔ وہ اپنی بیوی کو لینے گیا تو اُنہوں نے اسکی خوب مرمت کی اس نے پولیس کی مدد مانگی۔ مگر ناکام رہا۔ اس نے سیدھا طریقہ استعمال کیا اس نے ماں اور بیٹی دونوں کو قتل کر کے لاشوں کے چہرے بھی مسخ کر دیئے۔ اس طرح ایک عصمت فروش گھرانہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ عورت ماں بھی ہے، بہن بھی ہے، بیٹی بھی ہے، بیوی بھی ہے اور عورت ایک طوائف بھی ہے اسکے کئی روپ ہیں۔ ہم بہن بھائی اب عبادت کے سہارے زندہ ہیں کہ اللہ کی عبادت میں ہی حقیقی سکون اور طمانیت قلبی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ثناء خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

یہ کوچے یہ نیلام گھر دل کشی کے — یہ لٹتے ہوئے کارواں زندگی کے
کہاں ہیں کہاں ہیں محافظ خودی کے — ثناء خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟
تعفّن سے پُر نیم روشن یہ گلیاں — یہ مَسلی ہوئی اُدھ کِھلی زرد کلیاں
یہ جلتی ہوئی کھوکھلی رنگ رلیاں — ثناء خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟
ذرا مُلک کے رہبروں کو بلاؤ — یہ گلیاں یہ کوچے یہ منظر دکھاؤ
ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کو بلاؤ — ثناء خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

ساحر لدھیانوی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(99) جنات کی کارستانیاں

تم لوگوں نے ہمارے ناک میں دم کر دیا ہے۔ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نے تلخی سے کہا۔ادھر ہم سوئی نکالتے ہیں ادھر تم پھر سوئی لے کر آ جاتے ہو۔ہمارے پاس لڑکی کا علاج نہیں ہے۔اس لڑکی کو ہسٹریا ہے اس کی شادی کر دو۔آپ اس دفعہ سوئی نکال دیں آئندہ آپ کو زحمت نہیں دیں گے۔میری بہن کو آپریشن تھیٹر لے گئے بازوں کا آپریشن کر کے کپڑے سینے والی سوئی نکال دی۔آپریشن تھیٹر سے باہر آ کر ڈاکٹر نے ایکسرے اور سوئی مجھے تھما دی اور بیزاری سے چلا گیا میں نے پریشانی سے اپنا سر پکڑ لیا اور گھر لے آیا۔

ان دنوں ہمارے ہاں یہی معمول تھا۔کبھی دو دن بعد کبھی تین دن بعد اور کبھی دس دن بعد یہ عمل ضرور ہوتا تھا۔جب کوئی خوشی کا موقع ہوتا مثلاً شادی یا کوئی تقریب یا عید کا دن ہوتا تو یہ بلا ضرور نازل ہوتی۔یہ ہماری سب سے چھوٹی بہن کی کہانی ہے۔ہم نے کوئی عامل،پیر یا فقیر یا نجومی نہیں چھوڑا۔کسی نے کہا۔جن ہے۔کسی نے کہا بدروح ہے۔کسی نے کہا سایہ ہے لیکن علاج کسی سے بھی نہ ہو سکا۔اچھی بھلی صحت رکھنے والی بے بی سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔تعویذ وغیرہ سے بھی معمولی افاقہ کے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

سردی کا موسم تھا۔میری والدہ کی ٹانگوں میں شدید درد تھا۔وہ درد سے بلبلا رہی تھیں کہ بے بی نے انھیں اذیت میں دیکھ کر قہقہے لگانے شروع کر دیے۔اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ والدہ درد سے چلاتی تھیں۔تو کسی کے قہقہے لگانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ایسا محسوس ہوتا جیسے یہ آوازیں ہوا میں سے آ رہی ہوں۔

ہم اللہ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے کہ اے اللہ ہماری والدہ کی تکلیف کو دور فرما دے۔اسی مصیبت کی وجہ سے گھر میں کئی کئی دن تک کھانا نہ پکتا۔بے بی نے سکول جانا شروع کر دیا۔ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لڑکی نے آ کر بتایا۔آپ کی بچی سکول میں بے ہوش ہو چکی ہے۔بے بی کی نکسیر جاری تھی اور خون بند ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔سر پر پانی ڈالا،منہ دھلوایا۔مگر خون بند نہ ہوا۔دیکھتے ہی دیکھتے اتنا خون بہہ گیا جیسے بکرا ذبح کیا گیا ہو۔تمام گھر والے دم بخود تھے کہ نکسیر پھوٹنے سے اتنا خون نکلتا ہے۔پھر آہستہ آہستہ اپنے آپ خون

بند ہو گیا۔ایک دو دن کے وقفے سے سارا مہینہ ایسا ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ ہم نے سکول سے بے بی کو اٹھا لیا۔حکیم اور ڈاکٹر سے علاج کرایا۔لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ایک چیز ہم نے محسوس کی کہ جس دن نکسیر پھوٹنی ہوتی۔اس سے پہلے بے بی پر غنودگی ہونے لگتی اور وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتی جیسے کوئی نادیدہ چیز سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو۔ہم سب اس کی حالت دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے۔اس کے بعد بے بی کو مرگی کے دورے پڑنا شروع ہو گئے۔کبھی لیٹے،کبھی بیٹھے،کبھی باورچی خانہ میں اور کبھی غسل خانہ میں دورہ پڑ جاتا اور بعض دفعہ سیڑھیوں میں دورہ پڑتا تو لڑھکتی ہوئی نیچے آپڑتی۔اگر باتھ میں دورہ پڑتا تو غلاظت میں لتھڑ جاتی۔دھڑام سے نیچے گر جاتی۔ہاتھ پاؤں نیلے ہو جاتے،رنگ زرد ہو جاتا اور آنکھیں اوپر کو چڑھ جاتیں۔پھر وہ بُری طرح تڑپنے لگتی۔بالکل ایسا لگتا جیسے مچھلی کو پانی سے باہر نکال کر خشکی پر پھینک دیا گیا ہو۔تڑپتے تڑپتے اس کا جسم ٹھنڈا پڑ جاتا پھر وہ بے ہوش ہو جاتی۔ہوش میں آنے کے بعد دو تین گھنٹے تک اس کے حواس بحال نہ ہوتے۔اس کی حالت پاگلوں جیسی ہو جاتی۔ہم اس سے پوچھتے کہ کیا ہوا تھا تو کہتی کہ کوئی شخص میرا گلا دبا دیتا ہے اور میرا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔پھر دو ہاتھ میرا گلا دبا کر سانس روک دیتے ہیں۔

دورے کی حالت میں اس کے گلے سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلتی تھیں اور کھینچ کھینچ کر مشکل سے سانس لیتی تھی۔پیروں فقیروں کے دروازے کھٹکھٹائے مگر کچھ بھی نہ ہوا۔خوشی کا موقع ہوتا اور دورہ ضرور پڑتا۔والدہ کو شادی بیاہ بھول کر بے بی کے لئے گھر رہنا پڑتا۔شادی ہو یا موت۔دعوت ہو یا عید ایسے خاص موقعوں پر ایسا دورہ ضرور پڑ جاتا تھا۔ایک دفعہ عید کے دن ہم اسے زبردستی تیار کر کے عید میلے پر لے گئے۔ایک باغ میں عید میلا لگا ہوا تھا۔بے بی کو بھرے میلے میں دورہ پڑ گیا۔بڑی مشکل سے اٹھا کر گھر لائے۔سب گھر والوں کی زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔ہم پہلے ہی پریشان تھے ایک نیا عذاب نازل ہو گیا۔یعنی اس دورے کے ساتھ ایک نئی مصیبت کا اضافہ ہو گیا۔

اس سے پہلے دورہ پڑتا تو دو تین گھنٹے بعد ہوش میں آ کر ٹھیک ہو جاتی تھی لیکن اب ہوش میں آتی تو اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پیوست ہو کر جکڑی جاتی تھیں۔اسی طرح منہ سے زبان باہر آ جاتی اور منہ سختی سے بند ہو جاتا اور زبان دانتوں کے درمیان آ جاتی۔آدھی زبان دانتوں سے باہر آ کر لٹک

جاتی۔ زور لگانے کے باوجود اس کا منہ نہ کھلتا۔ ایسا لگتا جیسے بے جان پتھر کا مجسمہ ہو۔ ہم ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتے۔ جب بے بی ٹھیک ہوتی تو دوسرے بہن بھائیوں سے اس کا رویہ پیار والا ہوتا اور ہر وقت بھائیوں کی خدمت کرتی رہتی۔ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتی۔ منع کرنے کے باوجود وہ خاموشی سے کام میں لگی رہتی۔ اللہ سے دعا مانگتی اے اللہ مجھے موت دے دے۔ ایسی تکلیف دہ زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ تین تین گھنٹے تک اس کے ہاتھ جکڑے جاتے اور زبان جکڑی جاتی۔ اس حالت میں وہ بالکل مفلوج ہو جاتی تھی۔ اس لئے جب ٹھیک ہوتی تو اپنے مرنے کی دعا کرتی۔

ایک عامل کامل سے یہ قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا یہ جنات کی کارستانیاں ہیں۔ یہ بڑی ظالم قوم ہے۔ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ یہ بلا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔

دردوں نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ اب بیس یا تیس گھنٹے ہاتھ اور منہ بند رہنے لگا۔ جب کسی دم کرنے والے بزرگ کو لاتے تو جکڑے ہوئے ہاتھ اور منہ کھل جاتا جب وہ بزرگ چلا جاتے تو دوبارہ ہاتھ ویسے ہی جکڑے جاتے اور منہ سختی سے بند ہو جاتا۔ ایک عامل ہمارے اصرار کے باوجود دم کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس نے کہا ہم خود مرتے مرتے بچے ہیں۔ دوبارہ کسی قیمت پر دم نہ کریں گے۔

لاہور میانی صاحب کے قبرستان میں ایک پیر نے ڈیرہ لگایا تھا۔ اسے گھر لائے۔ اس نے پانچ سو روپیہ لیا۔ اور دم کرنے کے بعد کہا میں نے بڑے بڑے جنات کو نکال دیا ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ کہ مصیبت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ عامل کے جاتے ہی پھر دورہ پڑ گیا۔

ایک بزرگ کے بارے میں سنا کہ وہ جن نکالتے ہیں۔ ہم نے انہیں بلایا۔ انھوں نے پڑھنے کی بجائے روایتی عاملوں کی طرح کاغذ پر کچھ لکھا اور اس کی بتی بنا کر آگ لگائی اور بے بی کے ناک میں دے دی۔

فوراً نکل جاؤ ورنہ جلا دیں گے۔ اس پر بے بی نے غضبناک ہو کر بزرگ کے منہ پر تھپڑ مارا۔ بزرگ نے بھی اسی طرز پر ایک تھپڑ بے بی کو رسید کیا۔ یہ بزرگ بھی ناکام واپس لوٹ گئے۔

چند دن بعد اسی بزرگ نے ہم سے رابطہ کیا اور کہا بچی پر جنات کا قبضہ ہے۔ میں نے وظیفہ پڑھنے

کے لئے بتاؤنگا۔اس کا طریقہ یہ ہے۔رات کو بے بی قبلہ رو بیٹھ کر سامنے دیا جلائے اور دیئے کی لو کی طرف دیکھتی رہے۔دوسرا شخص جو پابند صوم وصلوۃ ہو وہ وظیفہ (قرآنی آیات) پڑھے۔جس چیز کا بچی پر اثر ہے۔وہ دیے کی لو میں بچی کو نظر آئیں گی۔

ہمارے ماموں بزرگ آدمی اور پابند صوم وصلوۃ ہیں۔انھوں نے یہ وظیفہ شروع کیا۔اٹھویں دن بچی نے کہا کہ اسے دیے کی لو میں عجیب وغریب شکل کے کچھ آدمی نظر آرہے ہیں اوران لوگوں نے لمبے لمبے چغے پہن رکھے ہیں۔وظیفہ پڑھنے کا یہ عمل بعد از نماز عشاء ہر روز ایک گھنٹہ باقاعدگی سے جاری رہا۔ایک دن ماموں جان نے کہا۔مجھے بھی وہ لوگ نظر آرہے ہیں۔ایک مہینے بعد بچی نے کہا کہ انکے ایک آدمی کو آگ لگ گئی ہے۔اس کے ساتھیوں نے اس پر پانی ڈال کر اسے بچانے کی کوشش
کی ہے لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے۔بچی کے سامنے وہ آدمی جل کر راکھ ہوگیا۔یہ سب کچھ بچی کو دیے کی لو کے اندر دکھائی دے رہا تھا۔اس مخلوق کا ایک آدمی جل کر مر گیا تو ماموں جان نے یہ وظیفہ زور وشور سے جاری رکھا۔دوسرے دن ایک اور آدمی مر گیا۔اسی طرح ہر روز ان کا ایک آدمی جل کر مرنے لگا۔مرنے والے کو اچانک آگ لگ جاتی اور وہ جل بھن کر کوئلہ ہوجاتا۔ایک ہفتہ میں اس مخلوق کے سات آدمی جل کر مر گئے۔اس کے ساتھ ہی ماموں جان کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ان کے بچے بھی بیمار ہوگئے۔والدہ نے یہ صورت حال دیکھ کر وظیفہ سے روک دیا۔وظیفہ بند ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن بچی کو زبردست دورہ پڑا۔پھر سارا دن وقفے وقفے سے دورے پڑتے رہے۔دورے کی حالت میں بچی بڑبڑا رہی تھی۔ہم جنات کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔اس بچی نے ہماری بے ادبی کی ہے۔اس کی وجہ سے ہمارے سات آدمی قتل ہوچکے ہیں۔ہم اس کا بدلہ لیں گے۔ہم اس بچی کو کپڑے سینے والی سوئیاں لگائیں گے۔اس کے بعد ہم پر دوسرے تیسرے دن بعد ایک عذاب نازل ہونے لگا۔بچی بے ہوش ہوگئی۔جب ذرا سی سنبھلی تو اس نے کہا ان لوگوں نے مجھے کپڑے سینے والی سوئیوں کا ایک پیتہ دکھا کر کہا کہ یہ ساری سوئیاں ایک ایک کرکے تمہارے جسم میں اتاریں گے۔ابھی ایک گھنٹہ ہی گزرا ہوگا کہ بے بی نے ایک دلدوز چیخ ماری۔میں دیوانوں کی طرح دوڑا سارے گھر والے جمع ہوگئے۔ بچی نے بتایا میرے بازو میں سوئی لگادی گئی ہے۔ایک نے میرا

منہ پکڑا، دوسرے نے ٹانگیں پکڑیں، تیسرے نے بازو پکڑے اور ایک نے یہ کہتے ہوئے اب مزہ چکھائیں گے۔ ایک سوئی دکھا کر میرے بازو میں داخل کر دی۔ وہ سوئی بازو کے اندر ہے۔ اس دن کے بعد مستقل عذاب ہماری جان کو چمٹ گیا۔

میں نے دیکھا سوئی بازو کے اندر موجود ہے نہ کوئی خون نکلا، نہ بازو پر لگانے کا کوئی نشان پڑا۔ اردگرد کے ہمسائے بھی آ گئے۔ ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ انہوں نے آپریشن کر کے سوئی نکالی۔ سیاہ رنگ کی سوئی تھی۔ موٹی قسم کی جو ایکسرے میں بھی واضح نظر آتی تھی۔ ڈاکٹروں نے اندازہ لگایا خون کے اندر رہنے کی وجہ سے سوئی کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا۔ ایک ہفتہ بعد دوبارہ یہی واقعہ پیش آیا۔ بچی چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتی کہ مجھے سوئی لگ گئی ہے۔ سوئی ہسپتال سے آپریشن کے ذریعے نکلوانا پڑتی۔

ڈاکٹروں سے لڑائی جھگڑا رہنے لگا کہ سوئی دوبارہ کیسے لگ جاتی ہے۔ جو ہم بتانے سے قاصر تھے۔ رفتہ رفتہ ہسپتال کے تمام عملے کو اس بات کا علم ہو گیا کہ لڑکی پر آسیب کا سایہ ہے جو اسے سوئیاں لگاتا ہے۔ کوئی اس بات پر یقین کرتا تو کوئی بات سن کر ہنس دیتا۔

ایک سوئی نکلوا کر گھر آتے تو اُسی زخم میں دوبارہ سوئی لگ جاتی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی غیر مرئی مخلوق غصب کی حالت میں ظالمانہ انتقام لے رہی ہے۔ سوئیاں لگتی رہتی اور ہم نکلواتے جاتے اب سوئی کا سائز بڑا ہو گیا یعنی لحاف سینے والی کھندوئی بازو میں داخل کر دی جاتی جس سے بے بی انتہائی اذیت سے دو چار ہوتی۔ دو درجن سے زیادہ سوئیاں نکلوا چکے تو تنگ آ کر ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ایک دن صبح آٹھ بجے سوئی لگ گئی۔ ہم ہسپتال گئے۔ ڈاکٹر نے کہا آج آپریشن تھیٹر بند ہے۔ کبھی کہتے سکریننگ مشین خراب ہے۔ حتیٰ کہ سارا دن گزر گیا اور رات کے دس بج گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کل آنا آج آپریشن نہیں ہو سکتا۔ دوسرے دن منت سماجت کر کے سوئی نکلوائی گئی۔ ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا۔ بے چینی سے چیخنا شروع کر دیا کہ مجھے سوئی لگ گئی ہے۔ ہم نے حسب معمول بازو دیکھا۔ لیکن وہاں سوئی نہ تھی۔ بچی نے کہا میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کر انہوں نے گلے میں بڑی سوئی (کھندوئی) ڈال دی ہے۔ جو گلے میں اٹک گئی ہے اور چبھن محسوس ہو رہی ہے۔ ہم حیران و ششدر رہ گئے۔ یا اللہ یہ عذاب کیسا ہے۔ اس معصوم بچی کے ساتھ

کیسا ظلم ہو رہا ہے۔

بڑی بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کیا۔ہسپتال گئے انھوں نے گلے کے وارڈ میں بھیج دیا۔ گلے کا ایکسرا لیا گیا تو واقعی لحاف اوڑھنے والی موٹی سوئی گلے میں موجود تھی۔ میں تو ایکسرا دیکھ کر ہی لرز گیا۔ بڑے سرجن کو ایکسرا دکھایا گیا وہ بھی دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔فوری طور پر آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔ڈاکٹروں نے کوئی سخت چیز گلے میں ڈال کر بڑی بے دردی سے سوئی نکالنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔اس دوران بچی کو دورہ پڑ گیا۔انسانیت کے رکھوالے بچی کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور اسے سنبھالنے کی بجائے کمرہ سے باہر نکل گئے۔میں اندر گیا تو دیکھا کہ بے بی آپریشن ٹیبل سے نیچے گری ہوئی تھی اور اس کے منہ سے اتنا خون نکلا کہ وہ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل بیت سے محبت

1) رسالتمآب ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں جو نعمتیں کھلاتا ہے انکی وجہ سے اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔(جامع ترمذی)

2) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے ساقی کوثر ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم دو۔(۱) نبی کریم ﷺ کا پیار سکھاؤ۔ (۲) اہل بیت سے محبت سکھاؤ۔ (۳) قرآن کریم کی تلاوت سکھاؤ۔

3) حضرت امام حسن سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور "اہل بیت" کی محبت ہے۔

4) ابن مسعودؓ سے مروی ہے تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ فاطمہ نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ نے اسکی اولاد کے لیے آگ کو حرام کر دیا ہے۔ (طبرانی)

5) نجات کا ذریعہ: عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے شافع محشر ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ غرق ہو جائے گا۔ (طبرانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(100) کرائے کی بیوی

آغا شہزاد رضا کو سی ایس ایس کا امتحان پاس کرنے کے بعد سی ایس پی کیڈر میں چن لیا گیا۔ سول سروس اکیڈمی لاہور میں ایک برس ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد انہیں اسسٹنٹ کمشنر کراچی لگایا گیا دو سال بعد آغا شہزاد کو ضلع سکھر میں اے سی متعین کر دیا گیا۔

ایک دن وزیر اعلیٰ سندھ چیف سیکرٹری اور کمشنر متعلقہ ڈویژن کے ہمراہ سکھر دورہ پر تشریف لائے تو انہیں آغا شہزاد رضا پہلی مرتبہ ملے جس سے وہ بڑے متاثر ہوئے۔ واپسی پر چیف منسٹر سندھ نے آغا شہزاد کے تبادلہ کے احکام جاری کر دیئے اور اسے کراچی ایسٹ ڈپٹی کمشنر لگا دیا۔ ایک دن وزیر اعلیٰ سندھ نے آغا شہزاد کو چیف منسٹر ہاؤس میں طلب فرمایا۔ دوران ملاقات پیار بھرے اور شفقت آمیز لہجے میں فرمانے لگے۔ ہمارے ایک وزیر کی بیٹی بی اے پاس ہے بڑی خوبرو لڑکی ہے۔ وہ میں تمہارے لیے پسند کر چکا ہوں۔ اپنے والدین کو بلاؤ تاکہ رشتہ کی بات کی جا سکے۔ وہ لوگ بڑے جاگیردار اور ہزاروں ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔ ملازموں کی فوج خدمت کیلئے ہر وقت موجود رہتی ہے بڑے بااثر لوگ ہیں انکا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی ہے اس لئے اگلے دو دن میں اپنے والدین کو لے آؤ۔

یہ سب سن کر آغا شہزاد چکرا گیا وہ جس خلوص اور محبت سے بات کر رہے تھے وہ اپنی جگہ درست تھی لیکن انکار کی صورت میں نہ صرف انہیں تکلیف ہوگی بلکہ نوکری جانے کا بھی خطرہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اقرار کرنے سے اپنی زندگی داؤ پر لگائے گا اتنے بڑے لوگوں میں شادی کر کے اس کی حیثیت ایک ادنیٰ ملازم کی ہوگی ایسا کرنے سے وہ احساس کمتری کا شکار ہو جائیگا۔ سسرال والے اسے وہ مقام نہ دینگے جس کا وہ حقدار ہے۔ اسے سوچ میں غرق دیکھ کر وزیر اعلیٰ نے کہا اس میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ آغا شہزاد نے کہا سر میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ دراصل میرا نکاح ہو چکا ہے مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔

رخصتی میں تاخیر کا باعث میرے والد کی اچانک موت تھی اس لئے آپکے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔

چیف منسٹر یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر گویا یوں ہوئے رخصتی کی تاریخ جلدی سے مقرر کرو میں تمہاری اس خوشی میں خود شامل ہونا چاہتا ہوں کچھ دن بعد ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے شہزاد ہمیں تقریب رخصتی پر کب بلا رہے ہو۔ آغا شہزاد نے جواب دیا سر بس دو ہفتے تک انہیں تاکید کی جونہی تاریخ مقرر ہو مجھے آگاہ کر دینا۔

آغا شہزاد جوں جوں اس مسئلہ پر غور کرتا اسکی پریشانی بڑھتی جاتی ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وزیر اعلیٰ اسکے جھوٹ کو بے نقاب کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ چند روز بعد لیڈیز سوشل ویلفیئر کی اسامی کیلئے انٹرویو لینا تھا۔ ڈپٹی کمشنر آغا شہزاد لڑکیوں کے انٹرویو لے رہے تھے۔ ایک قد آور گل بدن، حسین و جمیل، دلکش چہرے والی، نازک اندام حسینہ اندر آ کر انٹرویو دینے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی جسے دیکھتے ہی آغا شہزاد اس پر لٹو ہو گئے۔ اس لڑکی کا رعب، حسن و جمال، گھنگریالے بال، سرخ و سفید گال آغا شہزاد پر جادو کرنے کیلئے کافی تھے۔ آغا شہزاد نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

آپ کا نام نوشابہ

والد کا نام	مصباح الرحمٰن خلجی
شادی شدہ یا سنگل	ابھی شادی نہیں ہوئی
تعلیم	ایم اے اکنامکس
آغا شہزاد	آپ یہ ملازمت کیوں کرنا چاہتی ہیں۔
نوشابہ	کچھ شوق، قدرے ضرورت
آغا شہزاد	مس نوشابہ مجھے ایک خاص اور اہم نوعیت کے معاملہ میں آپ کی مدد اور تعاون کی ضرورت ہے یہ مسئلہ خالص کاروباری، ایمانداری اور اُصول پسندی کے طور پر طے پائے گا۔

کوئی ایک مہینہ پہلے وزیر اعلیٰ نے مجھے اپنے دفتر بلا کر کہا کہ میرے ایک وزیر قریبی دوست جو بہت بڑے جاگیردار بھی ہیں۔ ہزاروں ایکڑ اراضی کے مالک ہیں انکی بیٹی سے شادی کی پیشکش کی جسکے جواب میں انہیں میں نے کہا کہ میرا نکاح ہو چکا ہے اور رخصتی ابھی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا جلدی رخصتی کا

بندوست کرو تمہاری شادی کی دعوت چیف منسٹر ہاؤس میں ہوگی۔

مجھے ایک ایسی لڑکی کی تلاش ہے جو تین دن کیلئے میری بیوی کا کردار ادا کر سکے۔ آپکو دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میرے من کی مراد بر آئی ہے۔

نوشابہ سخت گھبراہٹ کے عالم میں بولی لیکن میں ایسے حالات میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔

آغا شہزاد اگر تم چاہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری طرف غلط نگاہ نہیں اُٹھے گی نہ ہی کوئی بیہودہ، اخلاق سوز اور قابل اعتراض بات ہوگی یہ سو فیصد سچا اور شریفانہ معاہدہ ہوگا جس پر نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے عمل کیا جائے گا۔ دو تین دن کیلئے اگر آپ میرے لئے بیوی کا کردار ادا کر دیں تو نہ صرف آپکو منہ مانگا معاوضہ دونگا بلکہ ساری زندگی آپ کا احسان مند بھی رہونگا۔ میرے گھر میں ایک بوڑھا ملازم اور اسکی بیوی رہتے ہیں والدہ الگ رہائش پذیر ہے وہاں آپکی پرائیویسی میں کوئی دخل نہیں دے گا۔

نوشابہ لیکن میں اپنے گھر والوں کو کیا کہوں گی۔ پھر یہ کیسی ملازمت ہے جو دو تین دن میں ختم ہو جائیگی۔

آغا شہزاد میں آپکو اس نوکری کا جسکا انٹرویو دینے آئی ہیں۔ لیٹر جاری کرتا ہوں اگر آپ چاہئیں تو اپنے کسی رشتہ دار، والدہ یا بہن کو ساتھ رکھ سکتی ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

نوشابہ میری یہ کوشش ہوگی آپ کو مایوس نہ کروں مگر جب تک میں اپنے والدین سے نہ پوچھ لوں آپ کو کسی قسم کی یقین دہانی نہیں کرا سکتی۔ اجازت دیں کل اسی وقت حاضر ہو جاؤں گی۔ دوسرے دن نوشابہ نے بتایا کہ وہ دو تین دن کیلئے آپ کی بیوی کا کردار ادا کرنے کیلئے تیار ہے۔ شہزاد نے کہا میرے ساتھ مارکیٹ چلیں اور اپنی پسند کے کپڑے، جوتے، زیورات اور میک اَپ کا سامان خرید لیں نوشابہ نے انکار کر دیا اس نے کہا میری بڑی بہن شادی شدہ ہے اسکے پارچات اور زیورات استعمال کرلوں گی۔ دو تین دن کیلئے اتنا خرچہ کرنا مناسب نہیں۔ آغا شہزاد شادی مرگ کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اسے توقع ہی نہیں تھی کہ نوشابہ اتنی جلدی مان جائیگی اس بات پر وہ بڑا حیران تھا کہ اس خاتون نے اسے تمام اخراجات کے بوجھ سے آزاد کر دیا تھا۔ وہ اسکی وسیع القلبی اور اعلیٰ نسبی کا قائل ہو گیا۔ اگر وہ چاہتی تو منہ مانگا معاوضہ حاصل کر سکتی تھی اور جس قدر چاہتی شاپنگ کر لیتی یہ اسکی عظمت کی دلیل تھی۔

تیسرے دن رخصتی کا وقت مقرر تھا نوشابہ ایک اٹیچی اُٹھائے پہنچ چکی تھی۔شام سات بجے چیف منسٹر ہاؤس پہنچنے کا وقت مقرر تھا نوشابہ تیار ہو کر بیڈ روم سے باہر نکلی تو آغا شہزادا سے دیکھتا ہی رہ گیا۔قرمزی رنگ کی ساڑھی پر طلائی تاروں اور رنگدار موتیوں سے پھول پتیوں کی کڑھائی بڑے قرینے سے کی گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے آسمان سے کوئی حور زمین پر اتر آئی ہے۔

گلے میں سونے کا ہار جس میں یاقوت جڑے تھے۔ماتھے پر ہیروں سے مرصع جھومر، ناک میں ہیرے کا لونگ، ہاتھ کی کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں اور دو وزنی کنگن، انگلیوں میں نیلم کی انگوٹھیاں، کانوں میں دلآویز بندے وہ سچ مچ دلہن لگ رہی تھی۔

آغا شہزاد اپنے مقدر پر جتنا بھی چاہے ناز کر سکتا تھا لیکن وہ محض دو تین دن کیلئے اُسکی بیوی کا کردار ادا کر رہی تھی۔اس نے دل میں خیال کیا کہ کاش وہ اس سے شادی کی درخواست کرتا تو شاید مان جاتی وہ ایسے سحر انگیز جذبات کو ہمیشہ کیلئے قید کر لینا چاہتا تھا۔چیف منسٹر ہاؤس پہنچنے کے بعد وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ بینکوئٹ ہال میں داخل ہوا جہاں وزیر اعلیٰ نے انہیں خوش آمدید کہا حاضرین محفل نے شادی کی مبارکباد دی۔

دلہن بیگم چیف منسٹر، بیگم چیف سیکرٹری اور بیگم چیف جسٹس کے درمیان صوفے پر بیٹھ گئی۔اعلیٰ سول وفوجی حکام کی بیگمات بھی اپنی جگہوں پر بیٹھ کر اس کو دیوانہ وار دیکھ رہی تھیں۔نوشابہ تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار تھی اس نے دل لبھانے والی گفتگو سے دعوت میں موجود تمام بیگمات کے دل موہ لئے۔سبھی اس کو اپنے گھر دعوت پر بلا رہے تھے۔بیگم وزیر اعلیٰ نے اس مرحلہ پر موتیوں کا ایک قیمتی ہار اسکے گلے میں ڈالا۔دعوت کے اختتام پر اعلیٰ افسران کی بیگمات سے انکو دعوتیں قبول کرنے پر زور دیا۔آغا شہزاد کیلئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کے مصداق گہری سوچ میں ڈوب گیا۔اگلی دس راتوں کیلئے دونوں نام نہاد دولہا دلہن بک ہو گئے دو منسٹر، دو جج، چھ اعلیٰ اور فوجی افسران کا انکار کرنا کس کی ہمت تھی۔

واپسی کیلئے جب گاڑی میں بیٹھے تو دونوں انتہائی پریشان تھے۔آغا شہزاد زیادہ مغموم دکھائی دیتا تھا کہنے لگا یہ جو کچھ ہو رہا ہے میری خواہش کے خلاف ہو رہا ہے۔خدارا مجھے غلط نہ سمجھنا میں ڈی سی ہونے کے باوجود کس قدر مجبور اور بے بس ہوں۔

آپ نے ایسی دس دعوتوں کو قبول کیا ہے جو ہماری فرضی شادی کی خوشی میں دی جا رہی ہیں۔ اس سے آپ نے اپنی مشکلات کو بڑھالیا ہے آخر کب تک یہ سلسلہ چلے گا۔ آغا شہزاد نے کہا ایک بات پوچھوں اگر آپ بُرا نہ مانیں۔ نوشابہ نے کہا پوچھئے کیا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ ہمارا یہ فرضی رشتہ حقیقت کا روپ دھار لے۔

نوشابہ آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اس موضوع پر بات نہیں کریں گے۔

جسٹس پناہ علی سیّد کی دعوت پر نوشابہ نے جو لباس پہنا اور ہار سنگھار کیا اس پردہ کوہِ قاف کی پری معلوم ہوتی تھی۔ بیگم جسٹس نے اس کو سونے کی قیمتی بالیوں کا سیٹ دیا۔ یہ تمام تحائف نوشابہ نے آغا شہزاد کو واپس کر دیئے۔

اگلی رات کراچی کے مشہور صنعت کار سیٹھ حسین نے انہیں ڈنر پر مدعو کیا کھانے میں کباب، مرغ، بیٹر، بار بی کیو کی دکانیں سجی تھیں۔ درمیان میں روسٹ بکرے جن کے پیٹ میں چاول بھرے تھے۔ مرغ کے پیٹوں میں بٹیر اور بیٹروں کے پیٹوں میں اُبلے انڈے بھرے تھے۔ چھ سات قسم کے سالن، سبزیات، پھل اور ڈیزرٹس بڑے قرینے سے سجائی گئی تھیں۔ تازہ فرائی مچھلی، کڑاہیوں میں سپلائی کی جا رہی تھی۔ باوردی ویٹر ہر ٹیبل پر مہمانوں کو سروس دے رہے تھے یہ اپنی نوعیت کی منفرد دعوت تھی۔ بیگم حسین سیٹھ نے نوشابہ کو قیمتی ہیروں کا نیکلس پیش کیا۔ آج نوشابہ کے معاہدے کا آخری دن تھا۔ آغا شہزاد نے کہا ہوم سیکرٹری اور کمشنر دونوں میرے باس ہیں۔ جنکے ساتھ مجھے دن میں کئی مرتبہ واسطہ پڑتا ہے۔ کیا تم مزید دو دن کیلئے رُک سکتی ہو۔ میرے لئے تم نے اتنا کچھ کیا ہے وہاں یہ دو فنکشن بھی بھگتا دو۔ جتنے تحائف ملے ہیں وہ سب تمہارے ہیں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔

نوشابہ نہیں شہزاد صاحب میرا ان تحائف پر کوئی حق نہیں یہ سب کچھ آپ کی بیوی کے ہیں۔ جب آپکی شادی ہوگی تو اسے دے دینا۔

کمشنر ہاؤس کی دعوت بھی روایتی انداز کی تھی۔ کراچی کے اعلیٰ سول و فوجی افسران سرکاری و غیر سرکاری شخصیات موجود تھیں۔ پولیس بینڈ کی مخصوص دھنیں حاضرین کو محظوظ کر رہی تھیں۔ انواع و اقسام کے

کھانوں سے مہانوں کی تواضع کی گئی۔ بیگم کمشنر نے دلہن کو امپورٹڈ بیوٹی بکس کا تحفہ پیش کیا۔

دعوت سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ گھر جا رہے تھے تو دونوں بہت خوش تھے۔ آغا شہزاد نے اسے بتایا کہ باقی تمام دعوتیں اس نے یہ کہہ کر منسوخ کر دی ہیں کہ دلہن کا میکے جانا بہت ضروری ہے۔

آغا شہزاد کیا تم مجھے اپنا ایڈریس بتا سکتی ہو شاید زندگی کے کسی موڑ پر ہم دوبارہ اکٹھے ہو جائیں۔

نوشابہ آغا صاحب جو آپ سوچتے ہیں وہ کبھی نہ ہو سکے گا ہم لوگ سفید پوش ہیں آپکی اور ہماری حیثیت میں بہت زیادہ فرق ہے۔ کم از کم اس سلسلہ میں مجھے کوئی خوش فہمی نہیں۔ آپ اپنی حیثیت کے مطابق کوئی موزوں لڑکی دیکھ کر شادی کر لیں آپکے لئے یہی مناسب ہے۔

آغا شہزاد کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ تمہارا اٹل فیصلہ ہے۔

نوشابہ میرا خیال ہے اب ہمارا الوداع کہنے کا وقت آ گیا ہے۔ الگ ہوتے ہوئے ایسی دکھتی رگوں کو نہ چھیڑیں تو بہتر ہے۔ اگلے دن نوشابہ اپنے مشن کی تکمیل اور کامیابی کے بعد واپس چلی گئی۔

شہزاد اس کا بے حد ممنون تھا۔ نوشابہ کی نا قابل فراموش ملاقات اسکی رفاقت کے حسین لمحات اسکی فرخدالی اور عالی ظرفی اسکی زندگی کا انمول سرمایہ بن چکی تھی۔ اسے اس بات کا قلق تھا کہ وہ نوشابہ کو عمر بھر کیلئے اپنا نہ بنا سکا۔ نوشابہ کے ساتھ بیتی ہوئی سہانی گھڑیاں اور اسکی دل لبھانے والی باتیں اب دلفریب یادیں بن کر رہ گئی تھیں۔

کچھ دنوں بعد اسے گھر سے اطلاع ملی کہ اسکی شادی کراچی کے مشہور صنعت کار اور ایکسپورٹر سیٹھ ولی بھائی کپاڈیہ کی بیٹی عائشہ سے طے کر دی گئی ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہے۔ آغا شہزاد نے والدہ کو پیغام بھیجا کہ وہ شادی نہیں کریگا۔ والدہ اپنی بڑی بیٹی کو لے کر کراچی آئی اور آغا شہزاد کو سمجھایا کہ اب بات پکی ہو چکی ہے۔ اپنے بڑھاپے اور بزرگی کا واسطہ دیا۔ عائشہ اور اسکے خاندان کی بہت تعریف کی اور اسے لڑکی دیکھنے کیلئے بھی کہا آخرکار بڑی منت وخوشامد کے بعد وہ شادی کرنے پر رضامند ہو گیا۔

سہاگ رات جب وہ اپنی دلہن کو ملنے پھولوں اور پتیوں سے آراستہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے اپنی دلہن کو سرخ جوڑے میں ملبوس لمبا گھونگھٹ نکالے، پلنگ پر بیٹھے دیکھا۔

وہ اس وقت بڑا ہی مضطرب اور بے چین تھا اپنی دلہن کا گھونگھٹ اُٹھانے کی بجائے وہ بڑے

اضمحلال کی کیفیت میں صرف اتنا کہہ سکا'' مجھے معاف کر دینا عائشہ میں تمہیں خاندانی مجبوری کے تحت بیاہ تو لایا ہوں مگر تمہیں وہ محبت نہ دے سکوں گا۔ جس کی تم حقدار ہو تقدیر نے میرے ساتھ بہت بڑا مذاق کیا ہے'' یہ الفاظ سن کر دلہن نے اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیا اور کہنے لگی ''مذاق تو آپ کر رہے ہیں جہاں ''کرائے کی بیوی'' سے کام چل سکتا ہو وہاں اصل دلہن سے محبت کیسے کی جاسکتی ہے'' یہ جادوئی الفاظ اُس کے کان میں پڑے تو اُس نے بجلی کی سرعت سے دلہن کی طرف دیکھا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے 440 وولٹ کا کرنٹ اسے چھو گیا ہے یا اُس نے کوئی گمشدہ خزانہ پالیا ہے۔ دلہن کی مانوس آواز نے اس پر شادی مرگ کی کیفیت طاری کر دی۔ نوشابہ دلہن کے روپ میں سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ اسے اپنے مقدر کی کامیابی پر یقین نہ آیا۔ کچھ دیر بعد حواس بحال ہوئے تو کہنے لگا اُف میرے خدایا یہ خواب ہے یا حقیقت ۔۔۔ یاالٰہی یہ ماجرہ کیا ہے؟

نوشابہ میرے سرتاج یہ سارا چکر تو آپ کا چلایا ہوا ہے میں پہلے روز آپکے دفتر آئی تو میرا مقصد صرف آپ کو دیکھنا تھا کیونکہ میرے والدین نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کے ہاں سے میرے لئے شادی کا پیغام آیا ہوا ہے۔ میں نے آپکو دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اسی دن آپ لیڈی سوشل ویلفیئر افسران کیلئے انٹرویو لے رہے تھے۔ میں نے یہ موقع غنیمت جانا اور انٹرویو کے بہانے آپکو دیکھنے اندر چلی گئی۔ وہاں چند روز کیلئے آپ نے مجھے کرائے کی بیوی بننے پر مجبور کیا اور بڑی دلچسپ اور چھے دار دلیلیں دی۔ میں نے اس انوکھی تجویز پر غور کیا اور سوچا چلو چند روز آپ کے قریب رہ کر آپکو اچھی طرح پرکھنے کا موقع مل جائیگا۔ آپ کی گفتگو میں سچائی تھی آپکی مجبوری بھی پریشان کن تھی۔ مجھے آپ کی نیک نیتی اور شرافت پر پورا بھروسہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے والدین کو اس پر راضی کر لیا۔ میں نے آپکی خواہش کے مطابق ''کرائے کی بیوی'' کا رول ادا کیا اور آپکے امتحان میں پاس ہوگئی آپ میری آزمائش میں پورے اُترے اور میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائی تو میں نے اس شادی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ میرا اصل نام عائشہ ہی ہے نوشابہ تو ''کرائے کی بیوی'' تھی جو اپنا پارٹ بخوبی ادا کر کے چلی گئی اب آپ کی اصلی دلہن آپ کے سامنے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(101) مکافاتِ عمل

برما پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ ہندوستان کی طرح برما بھی انگریزوں سے دوسری جنگ عظیم کے بعد آزاد ہوا تھا۔ رنگون بہت بڑا شہر تھا جو کہ برما کا دارالحکومت تھا۔ جنگ عظیم سے پہلے رنگون میں تقریباً تمام جنرل سٹور کپڑے کی دوکانیں، ہول سیل مارکیٹ ہندوستانیوں کی تھیں جن میں پنجابیوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ برما کے مقامی لوگ چھوٹی چھوٹی دوکانیں کرتے تھے۔ یا ملازمت پیشہ تھے۔ اس طرح رنگون کی نصف آبادی ہندوستان کے رہنے والے لوگوں کی تھی۔ میرے والد صاحب کسی زمانے برما گئے اور وہاں اپنا جنرل سٹور بنا لیا انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کو بھی وہیں بلا لیا اور ہمارا کاروبار بہت وسیع ہو گیا تھا۔ جس کے لیے ہم نے سیلز مین رکھ لئے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ہم دونوں بھائیوں نے کاروبار سنبھال لیا اور بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگے۔

ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جس کا نام یوسف تھا اور ملتان کا رہنے والا تھا۔ اس نے کام کرنے کی خواہش ظاہر کی ہم نے اسے بھی سیلز مین کی نوکری پر رکھ لیا اور گھر میں ایک کمرہ رہائش کے لیے بھی دے دیا۔ وہ اکثر کام میں مگن رہتا خاموش اور پریشان دکھائی دیتا تھا۔ کئی دفعہ اس کے ساتھ بات ہوئی اور اسکے اہل خانہ کے بارے میں پوچھا مگر وہ ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ ہمارے پاس وہ دو سال تک کام کرتا رہا حتیٰ کہ ہم محسوس کرنے لگے کہ یہ بھی ہمارے گھر کا فرد ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ گھر والوں کو نہ خط لکھتا تھا اور نہ ہی اس کے گھر سے کبھی کوئی خط آیا تھا۔ وہ اکثر اُداس اور کھویا کھویا رہتا تھا۔

جاپان کی فوج نے برما پر حملہ کیا تو انگریزوں کی فوجیں وہاں سے پسپا ہونے لگیں۔ اس سے دو تین مہینے پہلے ہی برما سے ان لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جو ہندوستان کے رہنے والے تھے اور وہاں کاروبار کرتے تھے۔ برما کے لوگوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا تھا کچھ لوگ بحری جہازوں کے ذریعے آ گئے ہم پیدل چل پڑے راستے میں سیکڑوں میل خطرناک جنگل تھا۔ دو دن ہم ہندوستان کا رُخ کیے جنگل میں چلتے

رہے۔ موت ہمارے ساتھ ساتھ چل رہی تھی ڈاکوؤں کے علاوہ درندوں کا بھی خطرہ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دکھ تھا کہ ہم سب کچھ رنگون میں چھوڑ آئے تھے۔ تیسری یا چوتھی رات تھی ہمارے بیوی بچے کھلے آسمان تلے سوئے ہوئے تھے بارہ بجے کا وقت تھا میرا بھائی بھی سویا ہوا تھا یوسف پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے مجھے جگایا اب پہرے کی میری باری تھی میں نے یوسف سے کہا کہ وہ اب سو جائے اس نے کہا آج میرا دل سونے کو نہیں چاہتا آؤ ذرا دور بیٹھ کر باتیں کریں۔

وہ بھیانک رات مجھے آج تک یاد ہے میں اور یوسف دور جا کر بیٹھ گئے ہم پر مایوسی کا غلبہ تھا سفر کے انجام کی کچھ خبر نہ تھی میں نے کہا یوسف دعا کرو کہ ہم خیریت سے وطن پہنچ جائیں وہ کافی دیر چپ رہا پھر اس نے میری طرف دیکھ کر آہ بھری اور گویا ہوا۔ اگر ہم خیریت سے اپنے وطن پہنچ بھی گئے تو بھی خیریت نہیں ہوگی آپ تو گھر پہنچ کر نئی زندگی شروع کریں گے میری خیریت نہیں ہوگی۔

میں نے یوسف سے کہا تجھے کیا پچھتاوا ہے آج بتا ہی دو۔ اس نے کہا لو سنو میں آج آپ کو اپنی کہانی سناتا ہوں میں ایک مفرور قاتل ہوں۔ اس نے کہا ملتان شہر میں میرے بیوی اور دو بچے تھے۔ زرعی زمین کے ساتھ دو حویلیاں بھی تھیں اور بازار میں ایک مارکیٹ کرایہ پر دے رکھی تھی۔ دولت کی ریل پیل تھی۔ شہر کی ایک جوان اور خوبصورت عورت سے تعلقات پیدا ہو گئے۔ وہ شادی شدہ تھی اس کا خاوند اور ایک بچہ بھی تھا۔ زندہ دل اور آزاد خیال عورت تھی اس کا چال چلن ٹھیک نہیں تھا اس نے میری جیب خالی کرنی شروع کر دی۔ میں اسکے جال میں پھنس گیا وہ مکار لومڑی تھی اس نے مجھے جھانسہ دیا کہ وہ مجھ پر مرمٹی ہے اور اپنے خاوند سے طلاق لے کر مجھ سے شادی کر لے گی بشرطیکہ میں بھی اپنی بیوی کو طلاق دے دوں اس کا طریقہ واردات کچھ ایسا ہی تھا۔

اس سے پہلے وہ اپنے تین آشناؤں کو اسی راستے پر ڈال چکی تھی اور کسی ایک کے لیے بھی اس نے اپنے خاوند سے طلاق نہیں لی تھی۔ اس کا خاوند چونکہ بے غیرت تھا اس لئے اسے کچھ بھی نہیں کہتا تھا۔

میری بیوی کو معلوم ہوا کہ اس کا مجھ سے شدید جھگڑا ہوا میں نے کہا کہ میں تجھے طلاق دے دونگا اس نے کہا طلاق دے کر دیکھو میں تمہارے گھر کو آگ لگا دونگی میں نے اسکی گردن اپنے دونوں ہاتھوں سے

پکڑلی اوراس وقت چھوڑا جب وہ مر چکی تھی۔ محلے کے لوگ اکٹھے ہوئے اُنہوں نے دیکھا کہ میری بیوی مر چکی ہے پولیس نے مجھے گرفتار کیا مقدمہ چلا سزائے موت ہوگئی میرے دو بچے روتے اور چلاتے تھے۔ محلے کی عورتوں نے بھی میرے خلاف گواہی دی۔ اس بدکار عورت کو بھی عدالت میں پیش کیا گیا۔ سرکاری وکیل نے اس کے منہ سے کہلوالیا کہ میں کہتا تھا کہ تمہاری خاطر اپنی بیوی کو طلاق دے دونگا اور اگر نہ مانی تو قتل کر دونگا۔ ذرا غور کریں عدالت میں اس بدکار عورت نے اس شخص کے خلاف گواہی دی جسکا مال کھاتی تھی۔

میری ماں صدمے سے مر گئی۔ گھر اُجڑ گیا۔ دو بچے سوائے رونے کے اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ آخر کار عدالت نے مجھے سزائے موت سنا دی۔ میں ایک دن جیل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور ملتان چھوڑ کر رنگون آپ کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے رنگون پہنچتے دو ماہ لگے تھے۔ اُس نے کہا بیوی مجھے ہر وقت یاد آتی رہتی ہے۔ میں نے اسے بے گناہ قتل کیا تھا۔ میری ماں صدمے سے مر گئی میں اپنی بیوی اور ماں دونوں کا قاتل ہوں اور اپنے معصوم بچوں کی زندگی کو جہنم بنانے کا بھی میں ہی ذمہ دار ہوں۔

میں واپس بھی نہیں جا سکتا کیونکہ پکڑا گیا تو عدالت سے سزائے موت ہو چکی ہے یہ کہہ کر اس نے رونا شروع کر دیا۔ میں بنگال پہنچ کر آپ سے جدا ہو جاؤنگا اور اپنی باقی عمر وئیں گذار دونگا اس طرح میں پھانسی سے بچا رہونگا۔ ابھی وہ بات پوری نہ کر سکا کہ اسکے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ سپرنگ کی طرح اُچھل کر اُٹھا اور چلایا مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے میں نے ٹارچ کی روشنی ڈالی میری ہتھیلی جتنا چوڑا کالا بچھو چل رہا تھا میں نے بچھو کو مار ڈالا۔ ایسے بچھو بہت کم ہوتے ہیں۔ بیوی کے قاتل کو سزائے موت دینے کیلئے یہ بچھو نہ جانے کہاں سے آیا تھا۔ یوسف کی چیخوں نے سب کو جگا دیا ہمارے پاس اسکا کوئی علاج نہیں تھا وہ بار بار پانی مانگتا تھا ہمارے پاس پانی کی دو بوتلیں تھیں جو اس نے پی لیں۔ اسکی چیخیں سن کر اور اسکو تڑپتا دیکھ کر ہم بہت گھبرائے۔ صبح تک اسکے جسم کا رنگ نیلا پڑ چکا تھا۔ سورج نکلا تو اسکی جان بھی نکل گئی۔ ہم اسکی لاش وہیں چھوڑ کر چل پڑے میں اُس کی اذیت ناک موت کبھی نہ بھلا سکونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(102) عاشق جن

سیما کا والد مظفر نگر یو۔ پی (بھارت) میں رہتا تھا وہ ایک سرکاری ملازم تھا اور اپنی بیٹی پر جن عاشق ہونے کی بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ سیما کے رشتے کی بات کرتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے وہ ہر جمعرات کو صبح نہا دھو کر نیا جوڑا پہنتی، خوشبو لگاتی اور پھر خاصی دیر تک کمرے میں بند رہتی۔ جب پہلی مرتبہ اس نے یہ عمل کیا تھا اور ساری دو پہر وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ تو اسکی ماں بتول پریشان ہوگئی وہ گلا پھاڑے سیما کو پکارتی رہی۔ دروازہ پیٹ پیٹ کر ہتھیلیاں سرخ کر لی تھیں مگر دروازہ نہ کھلا اس نے خوفزدہ ہو کر محلے والیوں کو جمع کر لیا تھا۔ سب عورتیں فکرمند ہو کر قیاس آرائیاں کر رہی تھیں کہ ابھی جن باہر نکلے گا اور سب کو کھا جائے گا۔ کبھی ان پر خوف غالب آجاتا کہ دروازہ توڑ کر جب اندر پہنچیں گے تو سیما مری ہوئی ملے گی۔ مگر جب دروازہ کھلا تو نہ جن نمودار ہوا اور نہ ہی سیما مری ہوئی ملی بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوش باش کمرے سے باہر آئی تھی۔ اسکے بعد کئی مرتبہ سیما نے یہی خاص عمل کیا اس کی ماں نے ایک دفعہ کمرے میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ لڑکی کمرے میں بند ہو کر کیا کرتی ہے مگر وہ دھکے سے ایسے پیچھے کو گری جیسے کسی نے اسے زمین پر پٹخ دیا ہو۔

اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اسکے بعد اس نے بند دروازے کی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہیں کی۔ والدین نے سوچا جتنا جلدی ہو سکے بیٹی کا رشتہ طے کر دینا چاہیے تاکہ اس مصیبت سے نجات ملے چنانچہ انہوں نے اپنے بھانجے عبدالرشید سے بیٹی کا رشتہ طے کر دیا۔

دن مقرر کیے جانے کے بعد جو رات آئی وہ عبدالرشید پر بہت کڑی گذری۔ وہ ساری رات تھوڑے تھوڑے وقفے سے چیختا چلاتا رہا اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ہی اسکی آنکھ لگتی کوئی اسکی چھاتی پر سوار ہو کر اسکا گلا گھونٹنے کی کوشش کرتا اور وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ صبح ہوئی اسکا رنگ زرد اور آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی کھانا کھانے بیٹھتا تو اچانک روٹیاں اور سالن غائب ہو جاتا۔ چائے پینے لگتا تو ساری چائے اسکے چہرے پر گر جاتی اور اسکا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ سیما دبی زبان میں اس شادی کے خلاف احتجاج کرتی رہی اس

نے اپنی سہیلیوں کی وساطت سے والدین کو بتادیا کہ اگر اسکی زبردستی شادی کی گئی تو آپ کو میری لاش بھی نہیں ملے گی۔

ایجاب وقبول کے موقع پر بڑی بوڑھیوں اور سیما کی سہیلیوں نے ہر چند زور مارا کہ وہ "ہاں" کہہ دے مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر کار اسے زبردستی ڈولے میں بیٹھا کر سسرال رخصت کر دیا گیا رات کو جب دولھا نے دلہن کے کمرے میں قدم رکھا تو دولہن نے ڈانٹ کر کہا خبردار مجھے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں ہوگی۔ دولھا نے حیران ہو کر اس دھمکی کی وجہ پوچھی تو دولہن نے بتایا کہ اس پر جن عاشق ہے اور جو بھی آدم زاد اس پر دست درازی کرے گا جن اس کو مار ڈالے گا۔ دولہا نے اس باتوں کو مکروفریب پر محمول کرتے ہوئے۔ شوہرانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی تو اسے اپنی دولہن پہلی بار شیرنی کے روپ میں نظر آئی۔ دوبارہ چڑیل دکھائی دی۔ تیسری بار ناگن بن کر اس سے لپیٹ گئی وہ دہشت زدہ ہو گیا اور چیخیں مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ساری رات گھر میں یہی باتیں ہوتی رہیں کہ دلہن بہت چالاک ہے اسکی کسی سے آشنائی ہے۔ شادی سے بچنے کے لیے اُس نے جن کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ کافی دن چڑھے سسرال والے ڈرتے ڈرتے کمرے میں گئے تو یہ دیکھ کر انکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ سیما دلہن بنی پھولوں کی سیج پر مردہ پڑی ہے۔ بس پھر کیا تھا ذرا سی دیر میں کھلبلی مچ گئی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے قصبے میں پھیل گئی۔ دلہن کے والدین پہنچے تو رو دھو کر سیما کی میت تیار کی گئی جنازہ اُٹھا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ سیما کی ماں دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور اسکے سسرال والوں کو کوس رہی تھی کہ اُنہوں نے میری بچی کو مار ڈالا ہے۔ جنازہ قبرستان میں پہنچا تو قبر تیار تھی۔ چار آدمیوں نے پردہ تانا اور گورکن سے کہا ذرا سنبھل کر اور کھینچ کر میت اُٹھانا۔ ایک نے سرہانے کی طرف سے کفن پکڑا دوسرے نے پائنتی کی طرف سے اور کلمہ شہادت کہتے ہوئے میت کو اُٹھانا چاہا تو کفن اوپر اُٹھ آیا دونوں آدمیوں کی چیخ نکل گئی اور کفن ہاتھ سے چھوٹ گیا کیونکہ کفن خالی تھا۔ قبرستان میں خوف وہراس پھیل گیا اس محیر العقول واقعہ پر ہر شخص حیرت اور خوف سے کانپنے لگا آخر جلدی سے خالی کفن ہی قبر میں ڈال کر مٹی برابر کر دی گئی اور اسکے بعد یہ بات کہ سیما پر جن عاشق تھا پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(103) جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں

محمد صادق کم گو محنتی لڑکا تھا پڑھ کر لیکچرار بن گیا مگر ہمیشہ سادہ حلیہ سادہ لباس میں رہتا تھا۔ آج کل کی لڑکیاں سیدھے سادے اور شرعی حلیے کے نوجوان سے بدکتی ہیں وہ بے حد ذہین اور سلجھے دماغ کا آدمی تھا ایک گھرانے میں شادی کی بات چلی۔ لڑکی کے والدین نے نوجوان کو پسند کر لیا مگر لڑکی نے گرمجوشی کا اظہار نہ کیا۔ شکیلہ ایم۔ بی۔ اے کر رہی تھی جبکہ صادق پی۔ ایچ۔ ڈی کرنا چاہتا تھا۔ شکیلہ نے کئی دفعہ اپنے منگیتر سے فون پر بات کرنے کی کوشش کی مگر صادق نے اسکی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ اس نے اپنے والدین سے کہا اُنہوں نے کس مُلا ٹائپ لڑکے سے اس کی نسبت طے کی ہے جس کو بات کرنے کا طریقہ ہے نہ ہی لباس کا ڈھنگ اسے یہ لگ رہا تھا کہ شادی کے بعد اسکا خاوند اسے گھر میں قید کر دے گا۔ والدین نے لڑکی کو بہت سمجھایا مگر اُس نے شادی سے انکار کر دیا۔

شکیلہ کا کالج کے زمانے کا ایک دوست ہمایوں تھا۔ یونیورسٹی تک اکی گہری دوستی رہی۔ صادق کی منگنی میں ہمایوں بھی شریک ہوا تھا۔ پھر اسکی مصروفیات بڑھ گئی تھیں فون پر رابطہ رہتا تھا۔ صادق نے اپنے دوست ہمایوں کو منگنی ٹوٹنے کی خبر سنائی تو اس نے کہا جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ تمہیں تمہارے مزاج کی کوئی اور لڑکی مل جائیگی۔

کچھ عرصہ بعد ہمایوں کی منگنی شکیلہ سے طے ہو گئی۔ ہمایوں ایک پرائیویٹ ادارے میں اعلیٰ عہدے پر کام کر رہا تھا۔ جبکہ صادق پی۔ ایچ۔ ڈی کر کے ایک ادارے میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس نے صادق سے کہا کہ آپ نے بارات کے ساتھ لاہور جانا ہے۔ شادی لاہور کے ایک کاروباری گھرانے میں ہو رہی ہے۔ رشتہ چونکہ جلدی میں طے ہوا ہے اس لئے پہلے آپ کو اطلاع نہ دے سکا۔ صادق بارات کے ساتھ ہمایوں کے دوست کی حیثیت سے لاہور گیا۔ صادق کی لڑکی کے والدین کے ساتھ بہت بے تکلفی ہو گئی۔ رات کے وقت نکاح تھا صادق کچھ دیر آرام کی خاطر کمرے میں لیٹا ہی تھا کہ لڑکی کے والد

نے اسے جگایا وہ بہت پریشان لگ رہا تھا۔ اس نے پوچھا خیریت تو ہے خیریت کیسی بیٹا تم مجھے شریف گھرانے کے فرد لگتے ہو تم نے بھی اپنے دوست کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتایا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔

ابھی ابھی اسکی بیوی کا فون آیا ہے کہ ہمایوں دوسری شادی مجھ سے چھپ کر رہا ہے۔ وہ یہ شادی نہیں ہونے دے گی۔ کیا یہ سچ ہے کہ وہ شادی شدہ ہے یہ بات صادق کیلئے بھی حیران کن تھی اس نے کہا کہ وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہمایوں کے والد سے بات چیت کی جائے۔ یہ حرکت کسی دشمن کی بھی ہوسکتی ہے۔ اُنہوں نے کہا یہ جھوٹ نہیں۔ یہ شادی ہمایوں نے چار سال قبل والدین کی مرضی کے خلاف کورٹ میں کی تھی۔ لڑکی کے والد سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا شادی ہوئی تھی مگر وہ پہلی بیوی کو طلاق دے چکا ہے۔ اسکے تین بچے بھی ہیں۔ حالانکہ ہمایوں نے اپنے باپ سے بھی جھوٹ بولا تھا۔ ہمایوں کو بلوایا گیا تو اُس نے اعتراف کرلیا کہ اس نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی البتہ اس شادی کے بعد وہ اسکو طلاق دے دے گا۔

لڑکی کے والد نے کہا جب آپ خالی ہاتھ واپس جائیں گے تو ہماری بیٹی پر کیا گزرے گی لڑکی کے بھائی نے کہا کہ ہم اپنی بہن کا نکاح ضرور کریں گے صادق جو کہ براتی کی حیثیت سے شادی میں شامل ہوا تھا اب وہ دلہن لے کر اپنے گھر جارہا تھا۔ صادق کے والدین کو جب پتہ چلا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے سچ ہے:

جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں اور جب قدرت کسی کو سزا دیتی ہے تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ہفتم

﴿مثنوی کی حکایات﴾

مثنوی و مولوی و معنوی ہست قرآں درزبانِ پہلوی

(104) تخلیقِ آدم

جب اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ وہ ایک مٹھی بھر خاک لائیں۔ حضرت جبرائیل زمین کی طرف آئے اور خاک لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا زمین چلا اُٹھی اور خدا کا واسطہ دے کر حضرت جبرائیل سے گذارش کی کہ وہ اس ارادہ سے باز آ جائیں۔ حضرت جبرائیل زمین کی گریہ وزاری سے متاثر ہو کر خالی ہاتھ دربار خداوندی میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

خدا تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو ایک مٹھی بھر مٹی لانے کیلئے بھیجا لیکن انکے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ وہ بے نیل و مرام واپس لوٹ گئے پھر حضرت اسرافیل حکم خداوندی کے بجالانے کیلئے آئے۔ لیکن وہ بھی زمین کی آہ و فغاں سے متاثر ہو کر ناکام واپس لوٹ گئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل آئے زمین نے انتہائی عاجزی کا اظہار کیا اور گذارش کی کہ وہ اپنے ارادہ سے باز رہیں۔ لیکن حضرت عزرائیل نے زمین کو بتایا کہ خدا تعالیٰ کے قہر میں رحمت کا ایک پہلو مضمر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے جسے ظلم خیال کر رہی ہے اس میں دراصل ایک بہت بڑی بھلائی پوشیدہ ہے۔ حضرت عزرائیل زمین کو کچھ اس طرح باتوں میں لگایا کہ وہ سب کچھ بھول گئی۔ زمین کی اس بے خودی سے فائدہ اُٹھا کر آپ نے مٹھی بھر خاک لے کر بارگاہ الٰہی میں پیش کر دی۔ جب حضرت عزرائیل نے مٹی اُٹھانے کا ارادہ کیا تو پوری زمین کا اُوپر کا پرت چھلکے کی مانند اُتر کر ایک مٹھی میں آ گیا۔ جس میں ساٹھ قسم کے رنگوں اور کیفیتوں والی مٹیاں تھیں یعنی سفید و سیاہ، سرخ، زرد، نرم، سخت، تلخ و شیریں، نمکین، پھیکی وغیرہ۔ پھر اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک مدت بعد یہ چپکنے والی بن گئی۔ پھر ایک مدت بعد گوندھی گئی تو کیچڑ کی طرح بودار گارا بن گئی۔ پھر یہ خشک ہو کر کھنکھناتی اور

بجتی ہوئی مٹی بن گئی۔ پھر اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنا کر جنت کے دروازے پر رکھ دیا۔ جسکو دیکھ کر فرشتوں کی جماعت تعجب کرتی تھی کیونکہ فرشتوں نے ایسی شکل وصورت کی کوئی مخلوق پہلے کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پُتلے میں روح کو داخل ہونے کا حکم فرمایا چنانچہ روح داخل ہو کر جب آپکے نتھنوں تک پہنچی تو آپ کو چھینک آئی آپ نے الحمد للہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک اللہ یعنی اللہ تم پر رحمت فرمائے۔ ''اے ابو محمد ﷺ میں نے تم کو اپنی حمد ہی کیلئے بنایا ہے''۔ پھر پورے بدن میں روح پہنچی اور آپ زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح جسم و روح کا رشتہ قائم ہو گیا۔ (تفسیر خازن)

اس حکایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ روح اور جسم کا تعلق ایک بلند مقصد کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ انسان اگر اپنی خواہشات کا غلام بن جائے تو اس کا درجہ حیوانوں سے بدتر ہو جائیگا اور اگر احکام خداوندی پر عمل کرے تو ہمدوش ملائک بن سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیتون کا تیل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر بھی لگایا کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استخارہ

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

1) جو استخارہ کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا۔

2) جو مشورہ کرتا ہے وہ نادم نہیں ہوتا۔

3) جو معاملات میں متوسط چال چلتا ہے وہ محتاج وفقیر نہیں ہوتا۔

(طبرانی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(105) آخرت کی بھلائی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابیؓ بیمار ہو گئے اور بیماری کی وجہ سے ان کی حالت بہت کمزور ہو گئی۔

حضور اکرم ﷺ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے، جب حضور ﷺ نے انہیں دیکھا اور ان پر اپنی خاص نظر عنایت فرمائی تو صحابیؓ کو یوں محسوس ہوا، جیسے ان میں از سر نو جان پڑ گئی اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ، اس بیماری کی وجہ سے میرے مقدر جاگ گئے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کے وقت میرے پاس تشریف لائے ہیں، جس کے باعث مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا۔

حضور ﷺ نے بیمار صحابیؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی دعا کی ہے جس کی وجہ سے تم پر بیماری کا حملہ ہوا ہے، یاد کرو کہ وہ دعا کیا ہے؟ جو تم نے کی ہے، صحابیؓ نے کہا مجھے یاد نہیں۔ آپ ﷺ میرے باطن پر توجہ فرمائیں، مجھے فوراً یاد آ جائے گا کہ میں نے کیا دعا کی تھی؟ حضور اکرم ﷺ کی باطنی توجہ اور آپ ﷺ کے قلب مبارک سے صحابیؓ کے قلب تک نور پہنچا جس سے صحابیؓ کو بھولی ہوئی دعا یاد آ گئی اور کہا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے کیا دعا کی تھی؟ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو گیا تھا، جب مجھے یہ علم ہوا کہ آخرت کا عذاب انتہائی سخت ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ، مجھے بجائے آخرت کے دنیا میں عذاب میں مبتلا کر دے، تاکہ مجھے آخرت میں عذاب نہ جھیلنا پڑے، چنانچہ مجھ میں اس قسم کی بیماری پیدا ہو گئی کہ میری جان تکلیف کی وجہ سے بے آرام ہو گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا خبردار آئندہ ایسی دعا کبھی نہ کرنا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کبھی بھی عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو تو اس طرح کیا کرو کہ اے اللہ ہماری مشکلیں آسان کر دے ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما۔ اس حکایت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بندے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار رہنا چاہیے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرنی چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(106) حسد سے بچیں

حسد کی بیماری جس میں عام طور پر ہر فرد مبتلا ہوتا ہے، وہ شیطان کے لمس کا نتیجہ ہے۔ شیطان نہیں چاہتا کہ اللہ کی مخلوق دائمی سلطنت کی وارث بنے، جس لئے کہ وہ خود جہنم کا ایندھن ہے تو انسانوں کے بارے میں بھی وہ یہی چاہتا ہے کہ اس کا مسکن جہنم ہو، حسد کی بیماری اپنے ساتھ بہت ساری بیماریوں کو ساتھ لاتی ہے حدیث رسول ﷺ کے مطابق حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ حسد کی بیماری فرد کو نفسیاتی مریض بنا دیتی ہے۔ وہ دوسروں کی ترقی دیکھ کر جلن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ حسد سے پیدا ہونے والی ساری بیماریوں کا علاج کمال کے حصول کے لئے جدو جہد کرنا ہے۔ سب سے بڑا کمال کیا ہے جو حسد کے جملہ مفاسد سے نجات کا ذریعہ ہے؟ وہ اللہ کی محبت کے ارتقائی مراحل طے کرنے کا کمال ہے۔ جب فرد اس کمال کے حصول کی راہ پر گامزن ہونے لگتا ہے تو اسے دنیا میں سب سے بڑا مسئلہ اپنی نفسی قوت ہی نظر آنے لگتی ہے۔ اسی نفسی قوت کو مطیع کرنے کے کام کو وہ سب سے بڑا کام تصور کرتا ہے۔ یہ مصروفیت اسے دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے بے نیاز کر کے دائمی سلطنت کے حصول کی راہ پر لگا دیتی ہے۔ حسد کی عمومی بیماری کا اندازہ دو واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

ایک صاحب جو محتاج اور مفلس تھا۔ اسے ایک مخیّر شخص کا علم ہوا کہ وہ غریبوں کے ساتھ نوازش کا معاملہ کرتے ہیں۔ وہ کئی سو میل کا سفر کر کے ان کی خدمت میں پہنچا اور انہیں اپنی حالت زار بتا کر مالی تعاون کی درخواست کی۔ مخیّر شخص کو اس کی حالت مفلسی پر رحم آیا اور از راہ ہمدردی کہا کہ تمہیں دو چار ہزار دے دینا میرے لئے کوئی بات نہیں، لیکن اس سے تمہارا کام نہیں چلے گا، میں چاہتا ہوں کہ جتنی دولت میرے پاس ہے تم بھی اتنی ہی دولت کے مالک بن جاؤ۔ مفلس نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو ساری زندگی آپ کو دعائیں دینے میں صرف کروں گا۔ مخیّر شخص نے کہا کہ مجھے یہ دولت فلاں فلاں وظائف پڑھنے سے حاصل ہوئی ہے تم بھی یہاں مقیم ہو جاؤ، چار پانچ سال تک ان وظیفوں پر محنت کر لو، خادم تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہیں۔

بوقتِ ضرورت تمہارے گھر رقم بھیجی جائے گی۔

مفلس نے بڑے ذوق شوق سے درود و وظائف کا عمل شروع کیا۔ چار پانچ سال تک وظائف پر محنت کی، آخر میں اسے الہامی آواز سنائی دی کہ جو مانگنا چاہتے ہو مانگو، اس نے کہا یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ اس مالدار کی دولت چھین کر مجھے دی جائے۔ آواز آئی کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی دولت اسکے پاس رہنے دی جائے اور تمہیں اتنی ہی دولت الگ سے دے دی جائے؟ اس نے کہا نہیں۔

دوسرا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے۔ ایک شخص بہت زیادہ مسکین تھا، اپنی حالت کی بہتری کے لئے کئی بزرگوں کے ہاں دعا کے لئے گیا، لیکن حالت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ ایک بزرگ نے سے ایک وظیفہ دیا اور کہا کہ اتنے ماہ تک رات کو تہجد کی نماز کے بعد صبح صادق تک یہ وظیفہ پڑھتے رہو۔ انشاء اللہ اس وظیفہ کی برکت سے تمہیں اللہ کی طرف سے معاشی فراوانی حاصل ہوگی۔ لیکن یہ ضرور ہوگا کہ اللہ سے اپنے لئے جتنی دولت مانگو گے، تمہارے پڑوسی کو اس سے دُگنی دولت ملے گی۔

مفلس شخص نے بظاہر تو بزرگ سے یہ کہہ دیا کہ یہ تو خوشی کی بات ہے۔ اُس شخص نے بزرگ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھنا شروع کیا، کئی ماہ کے بعد جب وظیفہ کی آخری رات آئی تو دعا کے وقت اسکے اندر طوفان برپا ہونا شروع ہوا کہ محنت میں کروں اور مفت میں پڑوسی کو دوگنی دولت مل جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس ذہنی کشمکش کی حالت میں صبح صادق ہوگئی، چنانچہ اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا مانگے، اس نے وقت جاتے دیکھ کر دعا کی کہ یا اللہ میری ایک آنکھ نکال لے تاکہ پڑوسی دونوں آنکھوں سے محروم ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(107) قیصر روم کا ایلچی

روم کے شہنشاہ (قیصر) نے اپنا خاص ایلچی (سفیر) حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ ایلچی دور دراز کا سفر طے کرنے کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچا تو لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کا محل کہاں ہے۔ لوگوں نے اس کی بات سنی تو ہنس دیئے اور کہا انکا کوئی محل نہیں ہے۔ اگرچہ انکے نام کی ہیبت سے بڑے بڑے حکمران تھرتھرا اُٹھتے تھے۔ مگر وہ ایک معمولی جھونپڑی میں رہتے تھے۔ روم کے ایلچی نے جب یہ سب کچھ سنا تو بڑا حیران ہوا اور اس کا اشتیاق بڑھ گیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو دیکھنا چاہیے۔ اس نے اپنا سامان اور گھوڑا بغیر حفاظت کے چھوڑا اور حضرت عمرؓ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہر ایک سے دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا آخر کار ایک دیہاتی عورت نے اجنبی شخص کو دیکھ کر بتایا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فلاں کھجور کے درخت کے نیچے دیکھا ہے۔ ایلچی اس جگہ پر پہنچا اور دیکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کھجور کے درخت کے نیچے تنہا سو رہے ہیں۔ وہ دور کھڑا ہو گیا اس پر کپکپی اور ہیبت کی عجیب کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔

اس نے دل میں خیال کیا کہ میں نے بہت سے معرکوں اور جنگوں میں حصہ لیا ہے۔ بہت بے جگری سے لڑا ہوں۔ بہت زخم کھائے ہیں لیکن دشمن سے کبھی خوف نہیں کھایا۔ یہ ہستی بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سوئی پڑی ہے اور میری یہ حالت ہے کہ میں سر سے پاؤں تک کانپ رہا ہوں۔ یقیناً یہ اللہ کا کوئی خاص بندہ ہے۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا "اے عمر تو نے انصاف کیا تو تمہیں ریت پر نیند آ گئی۔ دوسرے بادشاہ ظلم کرتے ہیں تو انہیں ریشم پر بھی نیند نہیں آتی۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ولیم میور" نے اپنی کتاب "LIFE OF MUHAMMAD" میں لکھا ہے: اگر عمر کی حکومت دس سال اور رہتی تو پورے یورپ پر اسلام کا پرچم لہراتا۔

(108) حضرت فضیلؒ

حضرت فضیلؒ ایک بہت بڑے قزاق (ڈاکو) تھے۔ ایک رات وہ اپنے غلام کی گود میں سر رکھ کر سو رہے تھے۔ دفعتاً ایک قافلہ ظاہر ہوا۔ قافلہ والوں نے جب راستے میں فضیل کو دیکھا تو ڈر گئے اور کہنے لگے کہ اب ہم کیا کریں۔ فضیل ڈاکو تو راستے میں موجود ہے۔ اس قافلے میں تین شخص حافظ قرآن اور قاری تھے۔ کہنے لگے ٹھہرو ہم اس پر تین تیر برساتے ہیں۔ ممکن ہے وہ اثر کر جائیں چنانچہ ان میں سے ایک نے تیر پھینکا اور یہ آیت پڑھی۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (الحدید ۱۶)

کیا ایمان والوں پر ابھی وقت نہ آیا کہ انکے دل ذکر الٰہی سے کپکپا اٹھیں۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ۚ (الذاریات ۵۰)

اللہ کی طرف رجوع کرو میں اس کی طرف سے تمہیں ڈراتا ہوں۔

یہ آیت سن کر فضیل چیخ مار کر رونے لگے اتنے میں تیسرے نے یہ آیت پڑھی۔

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (الزمر ۵۴)

اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور عذاب ٹوٹ پڑنے سے پہلے پہلے مان جاؤ۔

کیونکہ اس وقت تمہیں مدد نہ ملے گی۔

اب تو فضیل بے قابو ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ یہاں سے سب پلٹ جاؤ۔ میں اپنے کرتوتوں پر نادم ہوں۔ میرے دل میں خوف الٰہی گھر کر گیا ہے۔ سچے دل سے تائب ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور ولیوں میں شمار ہونے لگے۔ (نزہۃ المجالس)

(109) قرض کا حلوہ

اگلے زمانے میں شیخ احمد خضرویہؒ نام کے ایک صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے کمال کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ اسے چھپانے کی کوشش کرتے۔ ان کی یہ عادت عجیب تھی کہ دولت مندوں سے سینکڑوں، ہزاروں کی رقمیں قرض لیتے اور دل کھول کر فقراء و مساکین پر صرف کرتے۔ اسی قرض کی رقم سے شیخ احمد خضرویہؒ نے ایک خانقاہ بنوائی جس میں اہل عشق آ کر ٹھہرتے اور شیخ انکی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ حق تعالیٰ انہیں ہر جگہ اور ہر شخص سے قرض دلوا دیتا تھا۔ جس دولت مند سے قرض مانگتے وہ کبھی انکار نہ کرتا اور نہ یہ پوچھتا کہ اے شیخ، میری رقم کب واپس کرو گے؟۔

الغرض حضرت شیخ نے ایک عرصہ دراز اسی طرح گزار دیا۔ اِدھر قرض لیا، اُدھر سب ضرورت مندوں میں بانٹ دیا۔ اپنے پاس ایک کوڑی بھی نہ رکھا۔ یہاں تک کہ موت کا پیغام آن پہنچا۔ مرض الموت کے آثار نمودار ہوئے شیخ کے مریدوں نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ خدا کی قدرت، ان تمام لوگوں کو بھی شیخ احمد خضرویہؒ کے بیمار ہونے کی خبر ملی جن سے انہوں نے بڑی بڑی رقمیں ادھار لی تھیں۔ ایک ایک کر کے وہ بھی بستر مرگ پر آ گئے اور لگے تقاضا کرنے۔ ادھر شیخ خضرویہؒ موم کی شمع کی مانند آہستہ آہستہ پگھل رہے تھے۔ ادھر قرض خواہوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ آخر شیخ نے کہا:

"گھبراتے کیوں ہو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ وہ کوئی نہ کوئی انتظام ضرور فرمائے گا"۔ شیخ کا یہ ارشاد سن کر قرض خواہوں نے منہ بنا کر کہا، معلوم ہوتا ہے شیخ کے حواس رخصت ہوئے۔ بھلا ایسے موقع پر خدا قرض ادا کرنے کے لئے فرشتے کے ہاتھ چار سو اشرفیاں روانہ کرے گا؟ قرض خواہوں کی تمام رقم ملا جلا کر کوئی چار سو اشرفیاں ہی تھیں۔ وہ سب مایوس ہو چکے تھے کہ شیخ کے پاس تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ بھلا چار سو اشرفیاں کہاں سے دیں گے! شیخ نے فرمایا: "صد افسوس ہے ان دولت مندوں کے ذہنی افلاس پر۔ انہیں خدا

کی ذات پر ذرا بھروسہ نہیں۔ کہتے ہیں بھلا خدا کہاں سے چار سو اشرفیاں فرشتے کے ہاتھ روانہ کرے گا۔ ارے بدبختو، خدا ہر فعل پر قادر ہے"۔

ابھی شیخ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ باہر گلی میں ایک حلوہ فروش لڑکے نے آواز لگائی، تازہ حلوہ، شیریں حلوہ، گرم گرم حلوہ، شیخ خضرویہؒ نے یہ آواز سن کر اپنے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس حلوہ فروش لڑکے سے تمام حلوہ خرید کر ان قرض خواہوں کو کھلاؤ۔ یہ بہرحال ہمارے مہمان ہیں اور انکی مہمان نوازی ہمارا فرض ہے۔ شیخ کا حکم پا کر خادم باہر گلی میں گیا اور لڑکے سے پوچھا کہ حلوے کا سارا تھال کتنے میں دو گے؟ لڑکے نے کہا، نصف دینار اور پانچ درہم میں۔ خادم کہنے لگا ہم فقیروں اور درویشوں سے زیادہ قیمت نہ لو۔ نصف دینار قیمت میں سارا حلوہ دے دو"۔ حلوہ فروش نے کہا بہت بہتر لے لیجئے۔ خادم نے وہ تھال اس سے لیا اور شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ شیخ نے فرمایا، سارا حلوہ اس فقیر کی طرف سے مہمانوں میں تقسیم کر دو۔ حلوہ گرم اور تازہ تھا۔ سب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اجازت ملتے ہی حلقہ بنا کر بیٹھ گئے، تھال درمیان میں رکھ لیا اور چند لمحوں کے اندر اندر چاٹ پونچھ کر صاف کر دیا۔ تھال خالی ہوتے ہی حلوہ فروش لڑکے نے تھال اُٹھا لیا اور شیخ سے کہا، حضرت لائیے، نصف دینار حلوے کی قیمت ادا کیجئے۔ شیخ نے کہا، اے فرزند، قیمت میرے پاس کہاں۔ ساری زندگی قرض لے لے کر گزر بسر کرتا رہا ہوں۔ اب آخری وقت آیا ہے یہ دیکھ کہ تمام قرض خواہ تقاضے کے لئے ہی بیٹھے ہیں۔ تو بھی ان میں بیٹھ جا۔

شیخ کا یہ ارشاد سن کر لڑکے نے مارے رنج اور غصے کے تھال زمین پر پٹخا اور بری طرح رونے لگا۔ رونے کے ساتھ ساتھ دہائی بھی دیتا جاتا کہ ہائے! مجھے ٹھگ لیا۔ لوٹ لیا۔ کیا منحوس وقت تھا جب میں اس خانقاہ کے دروازے پر آیا اور آواز لگائی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ اس شیخ کے بھیس میں کوئی ڈاکو ہے۔ اب میں اپنے استاد کے پاس خالی ہاتھ کیسے جاؤں گا۔ وہ مار مار کر میری چمڑی ادھیڑ دے گا۔ لڑکے کے بین سن کر بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ قرض خواہوں نے بھی شیخ خضرویہؒ پر بڑی لعنت ملامت کی کہ یہ کیا بے ہودہ حرکت مرتے مرتے کی ہے؟ ذرا شرم نہ آئی؟ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے؟۔

شیخ یہ سب کڑوی کسیلی سنتے رہے اور بادل میں چھپے ہوئے چاند کی طرح اپنے کمبل میں منہ دیئے

چپکے پڑے رہے۔ ظہر کے وقت تک حلوہ فروش لڑکا آنسو بہاتا رہا۔ لیکن شیخ نے ایک بار بھی اس کی طرف دیکھا نہ کوئی بات کی۔ آخر تماشائیوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ سب لوگ تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کر کے اس لڑکے کو دے دیں۔ شیخ نے کمبل میں سے منہ نکال کر فرمایا: کوئی شخص اس لڑکے کو کچھ نہ دے۔ یہ میرا حکم ہے۔ شیخ خضرویہ کا لب ولہجہ ایسا پر رعب تھا کہ کسی کو اس حکم کی خلاف ورزی کرنے کی مجال نہ ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بڑا سا خوان سر پر دھرے چلا آتا ہے۔ اس نے آتے ہی یہ خوان شیخ خضرویہؒ کے سامنے رکھ دیا اور سلام کر کے عرض کیا کہ میرے آقا نے یہ نذر آپ کی خدمت میں بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ اسے قبول فرمائیں تو بڑا احسان ہو۔

شیخ نے اپنے خادم کو اشارہ کیا۔ اس نے سرپوش ہٹایا اور حاضرین مجلس نے شیخ کی کرامت دیکھی۔ سب ایک دم روتے ہوئے شیخ کے قدموں میں گر گئے اور ہر شخص اپنی گستاخی کی معافی چاہنے لگا۔ خوان میں چار سو دینار ایک طرف اور نصف دینار دوسری طرف رکھا تھا۔ شیخ خضرویہؒ نے فرمایا میں نے ہر شخص کی بدزبانی اور گستاخی کو صدق دل سے معاف کیا۔ تم لوگوں کو اتنی دیر تک روکے رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس موقع پر تو ہی مدد فرمائے تو بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ خدا نے اس حلوہ فروش بچے کو یہاں بھیج کر راستہ نکال دیا۔ اس لڑکے کا نصف دینار اگرچہ مالیت میں حقیر ہے، لیکن اسی پر لڑکے کا اضطراب اور رونا پیٹنا موقوف تھا۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ جب تک طفل حلوہ فروش آنسو نہ بہائے گا ہماری سخاوت کا دریا جوش میں نہ آئے گا۔

اے عزیز اس کہانی پر غور کر۔ وہ طفل حلوہ فروش کون ہے؟ وہ تیری رونے والی آنکھ ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مقصد بر آئے، تب رونے والی آنکھ سے کام لے۔ جب تک نہ روئے گا، کامیابی و کامرانی محال ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(110) سبکتگین بادشاہ

سبکتگین ایک غلام تھا اس کے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر بیٹھ کر شکار کھیلتا تھا ایک دفعہ اس نے ایک ہرنی دیکھی جو جنگل میں اپنے بچے کے ساتھ چر رہی تھی۔ سبکتگین نے اسے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ ہرنی تو نکل گئی مگر اس کا بچہ ہاتھ آ گیا۔ سبکتگین نے اسے باندھ کر زین کے آگے رکھ لیا اور شہر کی جانب چل پڑا۔ ہرنی بچے کو دیکھ کر واپس آئی اور گھوڑے کے پیچھے دوڑنے لگی اور فریاد کرنے لگی۔ اس نے دوبارہ ہرنی کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے دیکھا ہرنی اپنے بچے کیلئے بے چینی سے پیچھے پیچھے آ رہی ہے۔ اسے اس کی حالت پر رحم آیا اور بچے کو آزاد کر دیا۔ ہرنی نے دوڑ کر بچے کو لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعائیں دینے لگی۔

خدا تعالیٰ کو سبکتگین کا یہ رحمدلانہ کام پسند آیا۔ رات کو اسے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ فرمایا تو نے ایک بے زبان پر رحم کیا ہے اس پر ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے بادشاہی عطا کریگا اور یاد رکھنا جس طرح تو نے اس جانور پر رحم کیا ہے اسی طرح اپنی رعیت پر بھی نظر کرم کیا کرنا اور ظلم وستم سے باز رہنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
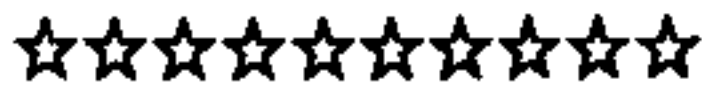
(111) حضرت عیاضؓ

حضرت عیاضؓ فرماتے ہیں کہ میں شہادت حاصل کرنے کی غرض سے ستر لڑائیوں میں زرہ بکتر پہنے شریک ہوا۔ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس پر زخم نہ لگے ہوں مگر افسوس کہ میں جامِ شہادت سے ہمیشہ محروم رہا۔ جب میں نے دیکھا کہ شہادت میری قسمت میں نہیں ہے تو میں خلوت میں جا کر چلہ کاٹنے لگا اور جہادِ اکبر میں مصروف ہو گیا۔ میں اس حالت میں تھا کہ میرے کانوں میں جنگ کے نقاروں کی آواز آئی۔ میرے نفس نے کہا اُٹھ اور جہاد میں شریک ہو جا۔ میں نے کہا اے خبیث نفس تو جہاد کا مشورہ دیتا ہے اس میں ضرور کوئی فریب ہے۔ اگر تو نے سچ سچ نہ کہا تو میں ریاضت اور سخت کر دونگا۔

نفس نے کہا آپ مجھے گھلا گھلا کر مار رہے ہیں میں چاہتا ہوں جنگ میں کاری زخم سے عذاب سے چھوٹ جاؤں اور دنیا میری جوانمردی کے گن گائے۔ میں نے کہا اے نفسِ لعین تو منافق کی طرح زندہ رہا اور منافق کی طرح مرنا چاہتا ہے۔ تیرے بے ہودگی کی انتہاء ہو گئی ہے میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک جسم میں جان ہے۔ خلوت سے باہر نہ آؤنگا۔ کیونکہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا نفس کشی جہادِ اکبر ہے اور میدانِ جنگ میں جان دینا جہادِ اصغر ہے۔ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوتا ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا گویا جس نے نفس کو مغلوب کر لیا وہی اللہ کا دوست ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(112) نصوح کی توبہ

ایک شخص جس کا نام نصوح تھا اسکی شکل وصورت اور آواز بالکل عورتوں جیسی تھی۔ وہ لباس بھی زنانہ پہنتا تھا جب گھر سے نکلتا تو نقاب پہن لیتا۔ اس نے زنانہ حمام میں دلالی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ امیر زادیوں کو نہلایا دھلایا کرتا تھا اس فعل پر اسکے ضمیر نے بارہا اسے ملامت بھی کی اور وہ تائب بھی ہوا لیکن ہر بار توبہ کرنے کے بعد اسے توڑ ڈالتا۔

ایک دن وہ کسی اللہ والے کے پاس گیا اور التجا کی کہ حضرت میرے حق میں دعا کریں بزرگ نے صفائی قلب سے اسکی حالت کا مشاہدہ کرکے حلم سے کام لیا اور اسے نہ بتایا کہ تم نے بہت برا کام اختیار کر رکھا ہے بلکہ مسکرا کر فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

نصوح وہاں سے رخصت ہو کر حمام میں آیا تو بادشاہ کی بیٹی نہانے آئی۔ خدا کی قدرت اسکا قیمتی موتی کھو گیا جو تلاش کرنے پر بھی نہ ملا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ حمام کا دروازہ بند کرکے تمام عورتوں کی جامہ تلاشی لی جائے۔ یہ حالت دیکھ کر نصوح خوفزدہ ہو گیا۔ اسکے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اسے معلوم تھا کہ اگر راز فاش ہو گیا تو اسے قتل کر دیا جائیگا اس نے خدا سے درخواست کی ”کہ اے مولا اگر تو مجھے اس ذلت رسوائی سے بچالے تو میں آئندہ کبھی بھی اس حمام میں نہ گھسوں گا“۔

وہ دل ہی دل میں آہ وزاری کر رہا تھا کہ آواز آئی اسے نصوح اب تیری باری ہے۔ تلاشی دینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یہ سن کر اس کے ہوش اُڑ گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اسی لمحہ اللہ کی رحمت جوش میں آئی فوراً کنیز نے آواز دی گوہر نایاب مل گیا۔ اب کسی کی تلاشی نہ لو۔ موتی مل جانے کی خوشی میں تمام حمام نعروں سے گونج اُٹھا۔ اس دوران نصوح کو بھی ہوش آ گیا اور عورتیں دوڑی ہوئی اس کے پاس آئیں اور کہا نصوح ہمیں معاف کردے ہم نے تیرے حق میں بدگمانی کرکے بہت بڑا گناہ کیا۔ نصوح نے صدق دل سے توبہ کی خدا نے اسکی عزت بچالی اور اس کی توبہ ضرب المثل بن گئی۔

سچ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ خدا اسے ذلت ورسوائی سے بچالیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(113) چٹوری بیگم

ایک شخص کی بیوی بڑی مکّار، بے حیا اور چالاک تھی۔ شب و روز کھانے پینے میں مگن رہتی تھی۔

ایک دن گھر میں مہمان آیا۔ خاوند مہمان کی خاطر تواضع کیلئے ایک سیر گوشت لایا اور بیوی سے کہا اسے پکا کر تیار کرے۔ بھونتے بھونتے عورت کا دل للچایا اور وہ آہستہ آہستہ تمام گوشت چٹ کر گئی۔ جب ہانڈی بالکل خالی رہ گئی تو اسے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ میاں آیا تو اسے بتایا کہ گوشت تو بلی کھا گئی ہے۔ اس لئے آپ رونے دھونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بہتر ہوگا اور گوشت لے آئے تو وہ اسے تیار کر دے گی۔

خاوند نے ملازم کو ترازو لانے کیلئے کہا اور بلی کو پکڑ کر ترازو میں رکھ دیا۔ وزن کیا تو پورا ایک سیر نکلا۔ بیوی سے مخاطب ہوا اے بے حیا میں ایک سیر گوشت لایا تھا بلی کا وزن بھی ایک سیر ہے۔ اگر یہ سیر بھر وزن بلی کا ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت کا وزن ہے تو بلی کہاں ہے۔ بیوی کچھ جواب نہ دے سکی اور شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(114) انصاف کا نمونہ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بارگاہ ربی میں عرض کیا اے اللہ مجھے اپنے انصاف کا نمونہ دکھا دے۔ حکم ہوا جنگل میں جاؤ۔ پانی کے چشمے پر پہنچے تو دیکھا ایک گھوڑ سوار آیا اس نے پانی پیا اور ایک ہزار دینار کی تھیلی بھول کر چلا گیا۔ ایک بچہ آیا اس نے تھیلی اُٹھائی اور چلا گیا۔ اتنے میں ایک اندھا پانی پینے کیلئے آیا تو گھوڑ سوار واپس آ کر اندھے سے جھگڑنے لگا کہ ہزار دینار کی تھیلی واپس کر دو۔ اندھے نے کہا تھیلی میرے پاس نہیں ہے۔ گھوڑ سوار نے اندھے کو قتل کیا اور فرار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا گھوڑ سوار نے ہزار دینار بچے کے والدین سے کس وقت چھینے تھے جو انکے بچے کو مل گئے اور اندھے شخص نے کسی زمانہ میں گھوڑ سوار کے باپ کو قتل کیا تھا جس کا اسے دنیا میں ہی بدلہ مل گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(115) چور اور باغبان

ایک چور باغ میں گھس گیا اور آموں کے پیڑ پر چڑھ کر بے تحاشا پھل توڑنے لگا۔ اتفاقاً باغبان بھی اُدھر آنکلا۔ چور کو دیکھ کر کہنے لگا خدا کا خوف کرو ایک دن تجھے خدا کے حضور پیش ہونا ہے اُسے آخر کیا جواب دو گے۔

چور بولا تم کون ہو۔ یہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں وہ کھلاتا ہے تو میں کھاتا ہوں اس کے حکم کے بغیر تو پتہ بھی نہیں مل سکتا۔

باغبان نے کہا ذرا نیچے تشریف لائیے اور دل میں کہاں اسے ایسا جواب دینا چاہیے جو اسے عمر بھر یاد رہے۔ چور نیچے اترا تو باغبان نے اس کی مشکیں کس دیں اور ڈنڈوں سے ایسی تواضع کی کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ چور نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ باغبان نے کہا اب چلاتے کیوں ہو۔ یہ ڈنڈا خدا نے پیدا کیا ہے اور اسی کے حکم سے آپ پر برس رہا ہے۔ اب گلہ کیوں کرتے ہو۔ چور نے معافی مانگی اور کہا مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں ایسی بات آئندہ منہ سے نہ نکالوں گا اور نہ ہی چوری کرونگا۔

اس حکایت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں معاذ اللہ یہ سب خدا کی طرف سے ہے وہ بکواس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دیتا ہے۔ برائی کا ارتکاب انسان خود کرتا ہے ہر انسان اپنے افعال کا ذمہ دار ہے اور اس کیلئے وہ خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(116) حکمت عملی

ایک باغ میں تین آدمی داخل ہوئے اور پھل توڑ کر کھانے لگے۔ باغبان کو پتہ چلا تو وہ آیا اس نے تینوں کو غور سے دیکھا ان میں ایک حاکم شہر کا لڑکا تھا۔ ایک قاضی کا لڑکا تھا اور تیسرا ایک کاریگر (مستری) کا لڑکا تھا۔ باغ کے مالک نے سوچا کہ میں اکیلا ہوں اور یہ تین ہیں ان سے مقابلہ کس حکمت سے کرنا چاہیے۔ چنانچہ باغبان نے پہلے مستری کے بیٹے سے کہا مرحبا۔ مرحبا۔ میرے تو نصیب جاگ اُٹھے جو آپ میرے باغ میں تشریف لائے۔ کمرے میں جائیے اور کرسی پر بیٹھ کر آرام سے پھل کھائیے۔

مستری کا لڑکا کمرے میں گیا تو باغبان نے دونوں سے کہا جناب آپ دونوں کا تو حق ہے کہ میرے باغ سے پھل کھائیں۔ ایک حاکم ایک قاضی مگر یہ دنیا دار مستری کون ہوتا ہے جو آپ سے برابری کرے۔ آپ شوق سے یہاں رہیں اور پھلوں سے پیٹ بھریں مگر اس کی تو میں مرمت کر کے رہوں گا۔ اس طرح دونوں کی تعریف کر کے تیسرے کے پیچھے گیا اور کمرے میں جا کر اس کی خوب پٹائی کی حتیٰ کہ اُسے مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ پھر باغ میں آیا اور قاضی کے لڑکے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا او بے وقوف یہ تو حاکم شہر کا لڑکا ہے۔ ہمارا سب کچھ انہی کا تو ہے۔ مگر تو کون ہے جو انکی برابری کا دم بھرے پھر اسے بھی مارا اور نیچے گرا لیا۔

اب حاکم کا لڑکا اور باغباں اکیلے رہ گئے پھر اسکی طرف آ کر بولا کیوں جناب اگر آپ ہی یوں ڈاکے مارنے لگیں تو پھر ہمارا تو خدا ہی حافظ ہے یہ کہہ کر اسے بھی خوب مارا اور اس طرح ایک ایک کر کے سب سے اپنا انتقام لے لیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دشمن ہمیشہ ہمارے اندر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی چال سے ہمیں خبردار رہنا چاہیے اور اتفاق کو ہاتھ سے مت جانے دو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(117) مکّار لومڑی

مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''مثنوی'' میں یہ حکایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک لومڑی جنگل میں سیر کر رہی تھی۔ تیز بارش شروع ہوگئی اور وہ پھسل کر پانی سے بھرے ایک گڑھے میں جا گری اور انتہائی کوشش کے باوجود باہر نہ آسکی۔ وہ زندگی سے مایوس ہو چکی تھی کہ اچانک اسے ایک بکری آتی ہوئی نظر آئی اور اسکے ہوشیار دماغ نے تدبیر سوچ لی۔ بکری پیاسی تھی۔ گڑھے میں پانی دیکھ کر کہنے لگی ''میرا تو پیاس سے بُرا حال ہے''۔

گڑھے میں موجود لومڑی نے اُس سے کہا ''بی بکری یہاں بہت پانی ہے تم اندر آؤ اور جی بھر کر پی لو''۔ کم عقل بکری فوراً گڑھے میں کود گئی۔ جب پیاس بجھی تو اسے ہوش آیا اور گڑھے سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگی لومڑی نے کہا تم اپنے پاؤں اُوپر رکھو۔ میں تم پر پاؤں رکھ کر باہر نکل جاتی ہوں اور پھر تمہیں ٹانگوں سے اُوپر کھینچ لوں گی۔ بکری پھر اسکے دھوکے میں آگئی۔ لومڑی تو باہر چلی گئی مگر بکری کو نہ نکالا اور رفو چکر ہوگئی۔ آخر کار بکری موت کے منہ میں چلی گئی۔

مولانا روم یہ حکایت بیان کرنے کے بعد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول لکھتے ہیں کہ ''جس پر احسان کرو اسکے شر سے بچو''۔ مولانا روم فرماتے ہیں بُرے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا نیک آدمی کے ساتھ برائی کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا نیکی بھی سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کیونکہ ظالم کے ساتھ نیکی کرنا اور اسے معاف کرنا مظلوم کے ساتھ ظلم ہے۔ اس طرح کوئی انسان جسکے شر سے اللہ کی مخلوق کو مسلسل نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسے معاف کرنے کی بجائے سزا دینا زیادہ بہتر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
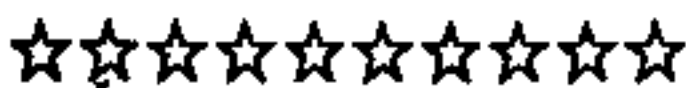
(118) حضرت موسیٰ اور اُن کا اُمتی

مولانا روم فرماتے ہیں کہ خدا کے کاموں اور علوم میں انسان کو دخل دینا جائز نہیں۔ آپ اپنی ایک حکایت میں بیان کرتے ہیں۔ ''ایک شخص حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت مجھے جانوروں کی زبان کا علم سکھا دیجئے تا کہ میں یہ جان سکوں کہ یہ جانور جب آپس میں بولتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔'' حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا یہ خدا کی باتیں ہیں تم اُن کو جاننے کی کوشش مت کرو تمہیں نقصان ہو گا۔'' وہ شخص واپس چلا آیا۔ مگر پھر کچھ روز بعد حضرت موسیٰؑ کو اپنی احمقانہ خواہش پوری کرنے پر مجبور کرنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ برابر انکار کرتے رہے۔ آخر کار وہ شخص کہنے لگا۔ ''حضرت چلو کسی جانور کی نہ سہی مجھے صرف ان جانوروں کی زبان کے متعلق علم دے دیجئے جو میرے پالتو ہیں۔'' حضرت موسیٰؑ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا ''اے رب العالمین! یہ بے وقوف شخص اپنی ناسمجھی کے باعث اپنی عجیب و غریب خواہش پوری کرنا چاہتا ہے تو اس کی خواہش پوری کر دے۔'' اللہ نے دعا قبول فرمائی۔ اب حضرت موسیٰؑ نے اس شخص سے کہا ''جاؤ تمہیں اب تمہارے پالتو جانوروں کی بولی سمجھ آ جائے گی۔''

وہ شخص خوشی سے سرشار گھر پہنچا تو سنا اس کا کُتا مرغ سے کہہ رہا تھا۔ بھائی مرغ! تم خوش قسمت ہو تمہیں دانہ دنکا بروقت مل جاتا ہے جبکہ مجھے کئی دنوں سے پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں مل رہی۔'' مرغ نے کُتے کو تسلی دیتے ہو کہا ''تم فکر نہ کرو، کل ہمارے مالک کی گائے مر جائے گی اور وہ اس کو جنگل میں پھینکوا دے گا پھر تم جی بھر کر گائے کا گوشت کھانا۔ اب وہ شخص دونوں کی باتیں سن کر بڑا خوش ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ ''کتنا اچھا ہوا کہ میں دونوں کی باتیں سمجھ گیا ہوں۔'' اُس نے فوراً گائے کو قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خود مطمئن ہو گیا کہ جانوروں کی بولی نے فائدہ تو پہنچایا ورنہ گائے خواہ مخواہ ضائع ہو جاتی۔ اب کُتے نے مرغ سے گلہ کیا ''تم کہتے تھے گائے مرے گی مگر وہ تو مری نہیں مالک نے اُس کو فروخت کر دیا اور میں ویسا ہی بھوکے کا بھوکا رہ گیا۔'' مرغ نے کُتے کو پھر تسلی دی غم نہ کرو کل ہمارے مالک کا گھوڑا مر جائے گا اور پھر تمہیں

گوشت اور ہڈیاں وافر مقدار میں مل جائیں گی پھر خوب پیٹ بھر کر کھانا۔ وہ شخص اس مرتبہ بھی گئے اور مرغ کی گفتگو کا مطلب سمجھ گیا اور فوراً گھوڑے کو فروخت کر دیا اور اپنی بولی سمجھنے کی صلاحیت پر نازاں ہونے لگا۔ جب گھوڑا بھی بک گیا تو کتے نے پھر مرغ سے شکوہ کیا تم بہت جھوٹے ہو مجھے غلط وعدوں سے بہلاتے رہتے ہو جبکہ مالک ہر مرتبہ جانور کو مرنے سے پہلے ہی فروخت کر دیتا ہے۔ اب مرغ نے کہا اس مرتبہ تم خاطر جمع رکھو کل مالک خود مر جائے گا۔ اس کی موت پر کھانے پکیں گے اور پھر تمہیں روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اب جب یہ بات اُس شخص نے سنی تو اس کی حالت دیدنی تھی۔ اس کو کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔ بھاگا بھاگا حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت! میں کیا کروں جانوروں نے پہلے گائے اور گھوڑے کی موت کی خبر دی اُن کو تو میں نے فروخت کر کے ٹھکانے لگا دیا اب میرے مرنے کی خبر دیدی ہے اب میں کیا کروں میری مدد کیجئے۔ "حضرت موسیٰ نے فرمایا اپنے آپ کو بھی فروخت کر ڈالو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کے بھید جاننے کا شوق تھا۔ تمہیں اس سے باز رکھنے کی میں نے پوری کوشش کی مگر تم مُصر رہے۔ پھر جب تم یہ جان چکے تھے کہ گائے اور گھوڑا مرنے والے ہیں تو تم نے اُن کی فروخت کر کے دوسروں کو دھوکا دیا۔ ان میں سے ایک کو بھی مر جانے دیا ہوتا۔ تو کم از کم تمہاری جان کا صدقہ نکل جاتا اور تم بچ رہتے۔ لیکن تم نے لالچ کیا اور خدا کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔"

اب جب تمہاری باری آئی ہے تو اب میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اگلے روز وہ شخص مر گیا اور اُس کی موت پر پکنے والے کھانے میں جو ہڈیاں اور بوٹیاں پھینکی گئیں۔ اُن کو کتے نے شکم سیر ہو کر کھایا اور مرغ کا شکریہ ادا کیا۔ اس حکایت میں مولانا رومؒ یہ وضاحت کرنا چاہتے تھے کہ اوّل تو حکمتِ الٰہی اور اسرارِ قدرت جاننے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں رخنہ اندازی کر کے اپنے آپ کو برباد نہیں کرنا چاہیے۔ اس شخص نے جس طرح خدا کے حکموں کی نافرمانی سے اپنی موت خریدی۔ ایسی باتوں سے انسان کو بچ کر رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(119) قدرت کا انصاف

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا "بحر العلوم" میں لکھتے ہیں۔ "ایک شخص بہت عبادت کرتا تھا اور عبادت کے ساتھ خدا سے مطالبہ کرتا کہ اے مولا پاک! میں نے تیری عبادت کی ہے اب تو مجھے رزق دے مگر اس کو رزق نہ ملتا۔ اُس کا معمول جاری تھا وہ برابر عبادت بھی کرتا اور خدا اسے رزق بھی طلب کرتا۔ ایک روز وہ عبادت اور رزق کے مطالبے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے گھر میں ایک گائے داخل ہوگئی۔ وہ بہت خوش ہوا کہ اسکی دعا اللہ نے قبول کرلی ہے اور اسکو رزق کے طور پر گائے بھیج دی ہے۔ اُس نے فوراً گائے کو ذبح کیا اور پکانا شروع کیا۔ پکانے کے بعد ابھی وہ کھا کر فارغ ہوا ہی تھا کہ گائے کا مالک پہنچ گیا اس نے تقاضا کیا کہ میری گائے مجھے واپس دی جائے۔ اب وہ عبادت گزار شخص تو گائے کا گوشت بنا کر کھا چکا تھا وہ کس طرح گائے واپس کرتا دوسرے اس نے برملا کہہ دیا" گائے تو مجھے خدا نے میری عبادت کے صلہ کے طور پر بھیجی تھی۔ لہٰذا اس پر میرا ہی حق تھا۔"

گائے کا مالک ایسی مبہم بات سننے کے لیے تیار نہ ہوا اُس نے عبادت گزار شخص سے کہہ دیا۔ "سیدھی طرح میرے گائے یا اس کا جرمانہ بھرو ورنہ میں یہ معاملہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں لے جاؤں گا۔" عبادت گذار شخص نے کہا "بے شک اس قصہ کو عدالت میں چل کر نپٹا لو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" معاملہ عدالت میں پہنچ گیا۔ حضرت داؤدؑ نے طرفین کی باتیں سنیں اور اس عبادت گذار شخص سے پوچھا۔ "تم نے اس کی گائے کیوں ذبح کی۔" اس نے جواب دیا حضرت میں نے اس کی گائے ہرگز نہیں لی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے میری عبادت کے بدلے مجھے دی تھی۔ چونکہ وہ میری ملکیت تھی لہٰذا میں نے اُس کو ذبح کر کے کھالیا۔ حضرت اس شخص کی سادہ لوحی پر مسکرائے اور گائے کے مالک سے کہا "تم اس شخص کو گائے معاف کرو دو اللہ تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا۔" مگر وہ شخص تو بضد ہوگیا اور لڑائی جھگڑے پر اُتر آیا۔ دوسری طرف عبادت گزار شخص یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتا تھا کہ گائے اُس کی نہ تھی بلکہ وہ اس بات پر اَڑا ہوا تھا کہ گائے

اللہ نے مجھے عبادت کے انعام کے طور پر دی تھی اور میں نے اس کو کھالیا لہٰذا میری نہ کوئی غلطی ہے نہ جرم اور میں گائے واپس کرنے کا کوئی پابند نہیں ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام دونوں اشخاص کی سرد و گرم گفتگو سکوت سے سنتے رہے اور آخر میں دونوں کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا اور گائے کی ملکیت کے دعویدار شخص سے فرمایا "بہتر ہے تم اس سادہ لوح انسان کو اللہ کے نام پر معاف کر دو ورنہ مجھے حقیقت بتانی پڑے گی اس شخص نے کہا "حضرت آپ حقیقت بتلایئے میں گائے نہیں چھوڑ سکتا۔" آپ نے فرمایا "کل سارے شہر کے معززین جمع ہو جائیں تب میں ایک اہم حقیقت کا انکشاف کروں گا۔" دوسرے روز شہر کے سرکردہ لوگ گائے کا مالک اور گائے کھانے والا شخص سب کے سب حضرت داؤد علیہ السلام کے دربار میں پہنچ گئے ایک مجمع لگ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "لوگو! میری بات غور سے سنو! میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی شخص کے جرم سے پردہ اُٹھے مگر اس گائے کے مالک اور دعویدار نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اُس کو بے نقاب کر دوں یہ گائے کا جو دعویدار ہے کبھی اس سادہ لوح عبادت گذار (جس نے گائے کھائی ہے) کے باپ کا غلام تھا۔ اس عبادت گزار شخص کا والد بڑا رئیس آدمی تھا یہ جتنی جائیداد۔ باغ اور گاؤں جواب اس گائے کے دعویدار کے پاس ہیں سب اس عبادت گزار کے باپ کی ملکیت تھے۔ یہ گائے کا مالک اس کے پاس باغ میں ادنیٰ سی غلامی کرتا تھا۔ ایک روز اس عبادت گزار کا والد باغ میں آیا اُس کے پاس کافی رقم تھی اسکے (غلام) جواب گائے کا مالک ہے اس نے لالچ میں اندھا ہو کر اپنے مالک (عبادت گزار کے والد) کو قتل کر دیا اور اس کی نعش فلاح درخت کے نیچے دفن کر کے اس کی جائیداد کا مالک بن بیٹھا یہ عبادت گزار شخص اس وقت شکم مادر میں تھا۔ اس کو نہ اپنے باپ کے قاتل کا کوئی علم ہوا اور نہ ہی باپ کی جائیداد کا۔ اس نے بعد از پیدائش نہایت غربت کی زندگی گزاری اور اپنی سادگی میں عبادت کر کے خدا سے اُس کا عوضانہ طلب کرتا تھا۔

ایک روز یہ گائے جس کا جھگڑا ہے وہ اس کے گھر چلی گئی اس نے اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ذبح کر کے کھالی۔ حالانکہ باپ کی جائیداد اور مویشی اسی شخص کی ملکیت تھے۔ مگر اس کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اس غاصب گائے کے دعویدار شخص کا پردہ رکھنے کے لیے اس کو گائے معاف کر دینے کی بہت پیش کش کی مگر یہ نہ

مانا۔ اب آپ پہلے اس درخت کے نیچے سے نعش برآمد کریں پھر اسکا بیان لیں پھر اس کی سزا تجویز ہو گی۔ چنانچہ درخت اُکھاڑا گیا۔ نعش برآمد ہوئی اور اس شخص نے سب کے سامنے اقرارِ جرم کر لیا۔ اس کو قانون رائج الوقت کے مطابق موت کی سزا ملی اور تمام جائیداد، باغ، مویشی اس سادہ لوح عبادت گزار کو مل گئے۔ اب اس شخص کو پتہ چلا کہ عبادت کا صلہ اللہ تعالیٰ کس حیرت انگیز طریقہ سے دیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا انصاف ملاحظہ ہو کہ اس نے حقدار کا حق کس احسن طریقہ سے پہنچایا اور قانون کے تمام تقاضے پورے کر کے ایک مجرم کو سزا بھی دی۔

مولانا رومؒ ایسے قرآنی واقعات کو انتہائی ہلکے پھلکے اور شگفتہ انداز میں پیش کرتے ہیں جس سے پڑھنے والا بوریت کے زنگ سے بھی آلودہ نہیں ہوتا اور واقعہ اپنی دل نشینی کے باعث ذہن نشین بھی ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(120) تکبر کی سزا

بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی ایک سو سال تک عبادت کی پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے ساتھ انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے کہا تمہاری عبادت قبول ہے کیا چاہتے ہو اس نے کہا اللہ سے کہو کہ وہ میرے ساتھ انصاف کرے اس نے مزید ایک سو سال عبادت کی اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔ فرشتہ حاضر ہوا اور کہا تمہاری عبادت قبول ہے۔ مانگو کیا مانگتے ہو کہنے لگا میں اللہ سے انصاف کا طالب ہوں۔ فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اسکی رحمت طلب کرو کہنے لگا اللہ سے کہو کہ وہ مجھ سے انصاف کرے فرشتہ چلا گیا تین سو سال تک عبادت کرنے کے بعد پھر اس نے کہا اے اللہ مجھ سے انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو حکم دیا اسے پہاڑ کے نیچے دے کر اُوپر کرسی نشین ہو جاؤ کہ اسکے تکبر کی یہی سزا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دنیا مُردار ہے

اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلاَبٌ. (بخاری)

دنیا مُردار ہے اور طلب کرنے والے کُتّے ہیں

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سُونے

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شان کیسے کیسے مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا اجل(موت) تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو ہوئی آہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
کیا ہائے شیطان نے مغلوب تجھ کو سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆